

تحریک تنظیم اہل سنت

(حصہ اول)

اہل حق

تنظیم اہل سنت

مکتبہ اہل سنت

شاہ منزل - نور محلہ - لاہور



نمبر ۲۹
۱۸۲
۹۲

انتساب!

بانیان تحریک :-

۱۔ محترم المقام سردار احمد خاں پٹانی کے نام :-
جن کا در و مند دل اہل سنت کی لامرگزیت اور اہل باطل کے مقابلے
میں ان کی بکسی و بے چارگی اور خاموشی و لاجوابی پر ہمیشہ سیلابِ اہل
بے قرار رہا۔

جن کا بیدار مغز دماغ اہل سنت کے مرکز تنظیم اور اسلام کے نظام
تبلیغ کے قیام پر غور و فکر کرنے سے کبھی غافل نہ رہا اور جو آخر اس
مبارک تصور کو بروئے کار لانے میں کامیاب ہوئے۔

۲۔ عالیجناب نوابزادہ محمود خان صاحب، اور

۳۔ محترم سردار محمد علی خان صاحب لغاری کے نام :-

جن کی صدارت و قیادت میں مرکز تنظیم کا قیام عمل میں آیا اور تحریک
تنظیم ضلع ڈیرہ غازی خان کی حدود سے باہر نکل کر دنیا کے سامنے آئی۔

۴۔ قیامت تک رہے گا محشر ان کا تذکرہ باقی

یہ ہیں وہ زندہ جاوید جو ہرگز نہیں مرتے

تحریک تنظیم کا ادنیٰ خادم - سید نور الحسن بخاری، مرکز تنظیم اہل سنت لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست مضامین

نمبر مضمون	مضمون کا عنوان	صفحہ
	مقدمہ از مخدوم العلماء حضرت مولانا محمد طیب صاحب	۱۰
۱۶	تحریر ایک تنظیم اہل سنت کے متعلق اکا برائت کے ارشادات اور مسلم پریس کے ریچار کس	۱۶
۱۷	ارشاد گرامی حضرت امام اہلسنت مولانا محمد عبدالشکور صاحب	۱۷
۲۲	حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ص ۱۸-۱۹	۲۲
	حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی ص ۱۹	
	حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی ص ۱۹	
	حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی ص ۱۹	
	حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری ص ۲۰	
	حضرت مولانا محمد طیب صاحب دیوبندی ص ۲۰	
	حضرت مولانا سیالوالا علی صاحب مودودی ص ۲۰	
	حضرت خواجہ نظام الدین صاحب تونسوی ص ۲۱-۲۰	
	حضرت مولانا ظہور احمد صاحب باگوی مرحوم ص ۲۱	
	حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری ص ۲۱	
	حضرت مولانا غلام غوث صاحب بزاروی ص ۲۱	

		<p>ارشادِ اگرامی حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب آف گوجرانوالہ ص ۲۲</p> <p>رائے خان صاحب دوست محمد خاں حجامہ ص ۲۴</p> <p>روزنامہ "زمیندار" لاہور کے ریکارڈ ص ۲۲-۲۳</p> <p>ہفتہ وار "نیر اسلام" لاہور..... ص ۲۳</p> <p>ہفتہ وار "فلاح" پشاور..... ص ۲۳</p>
۳۰	۲۲	<p>محکراتِ مرکز اور آغاز تحریک</p> <p>مرکز تنظیم اہل سنت کا قیام..... ص ۲۲-۲۵</p> <p>مختصر ونداد اجلاس..... ص ۱۲</p> <p>خطبہ صدارت سردار حاجی محمد علی خان نثار ص ۲۵</p> <p>کاروائی اجلاس مجلس شوریٰ ص ۲۹</p> <p>ضلع ڈیرہ نمازیناں سے باہر آغاز تحریک ص ۳۰</p>
۳۱	۳۱	<p>از حضرت مولانا محمد عثمان صاحب فاروقیٹاڈ پیر "زمزم"</p> <p>چہد لبیقاہ</p>
۳۲	۳۶	<p>اہل سنت کو دعوتِ تنظیم</p> <p>از محترم سردار احمد خاں صاحب پتافی، بانی تحریک</p>

صفحہ	از	مضمون کا عنوان	نمبر مضمون
		چہار لبّقاء (۱۵)	
۵۱	۴۳	اختیار بردار پچسپ تنقید از محترم سردار صاحب	۵
۶۰	۵۲	دعوت تنظیم از مہتمم مرکز	۶
۶۲	۶۱	ہندوستان کے طول و عرض میں تحریک استقبال	۷
۸۰	۶۳	علماء حق اور مشائخ ملت سے دردمندانہ اپیل	۸
۹۳	۸۲	تحریک تنظیم اہل سنت، جماعتی زندگی، جماعتی فنڈ از محترم سردار احمد خاں صاحب پٹانی	۹
		اہلسنت کے احسن فروغی اختلافات کے انتخفاں اور اتحاد بین المسلمین کی دعوت	
۱۰۷	۹۷	دیوبندی بریلوی کشمکش اور مرکز تنظیم کا نقطہ نظر	۱۰
۱۱۷	۱۰۸	بین المسلمین حرب عقائد اور ہمارا جماعتی مسلک	۱۱
۱۲۲	۱۱۵	سنی و بابی سوال کا دل	۱۲
۱۲۴	۱۲۳	چند عبرت آموز حقائق (۱)	۱۳
۱۲۸	۱۳۵	چند عبرت آموز حقائق (۲)	۱۴
	۱۴۹	وطنی سیاست میں ہماری جماعتی روش	
۱۵۴	۱۵۱	موجودہ سیاسی کشمکش میں ہمارا غیر جانبدارانہ مسلک	۱۵
۱۶۶	۱۵۵	کیا تحریک تنظیم یونینسٹ پارٹی کی ایجنٹ ہے؟ (۱)	۱۶

مضمون کا عنوان

صفحات
از تا

نمبر مضمون

۱۷۳	۱۶۷	کیا تحریک تنظیم یونینسٹ پارٹی کی ایجنٹ ہے؟ (۲)	۱۷
۱۷۷	۱۶۴	کیا تحریک تنظیم مسلم لیگ کی ایجنٹ ہے؟	۱۸
۱۸۴	۱۷۸	تبلیغی پلیٹ فارم کی ضرورت ہی کیا ہے؟	۱۹
		مرکزی اجلاس	
۱۸۴	۱۸۷	سالانہ جلسہ کی کارروائی کی مختصر روداد۔	۲۰
۲۲۸	۱۹۲	خطبہ استقبالیہ از محترم سر ڈار احمد خالص صاحب پتافی آریہ سماج اسلام کی طرف (از ص ۱۹۵ تا ص ۱۹۸) کیونزم اور اسلام (از ص ۱۹۸ تا ص ۲۰۲) مرزائیت (از ص ۲۰۳ تا ص ۲۰۶) مرزائیوں کا پالیٹکس (از ص ۲۰۶ تا ص ۲۰۸) مسلمانوں کیساتھ مرزائیوں کا سلوک (از ص ۲۰۹ تا ص ۲۱۱) شیعیت (از ص ۲۱۱ تا ص ۲۱۴) تقلید اور عدم تقلید (از ص ۲۱۴ تا ص ۲۱۷) تبلیغ، نظام تبلیغ اور مرکز تنظیم کی ضرورت (از ص ۲۱۷ تا ص ۲۲۳) پالیٹکس اور جماعتی تنظیم (از ص ۲۲۵ تا ص ۲۲۷)	۲۱
۲۳۵	۲۳۰	حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کے ارشاد عالیہ سواہ اعظم اور فرقہ ناجیہ اہل سنت ہے ص ۲۳۰	۲۲

۲۳۸	۲۳۴	کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا؟ ص ۲۳۱-۲۳۲ غیر مسلم دوستوں کو گھرا جواب ص ۲۳۳-۲۳۴ تبلیغ اسلام اور مدافعت عن الدین کی تاکید ص ۲۳۵ حضرت علامہ مضمیٰ محمد کفایت اللہ صاحب کے ارشادات گرامی اہلسنت کے طریق عمل ہی کا نام اسلام ہے ص ۲۳۶-۲۳۷ تنظیم اہلسنت، تنظیم المسلمین ہے، اور اس کا لقب العین تبلیغ اسلام ہے جو ہر مسلمان کا فرض ہے ص ۲۳۷ مہتمم مرکز تنظیم کی ایک ضروری درخواست ص ۲۳۸	۲۳
۲۴۰	۲۳۹	مختصر کارروائی اجلاس خواتین بتقریب معراج شریف	۲۴
۲۴۷	۲۴۱	بیت المال از محترم سردار احمد خاں صاحب پٹانی	۲۵
۲۰۳	۲۴۸	زکوٰۃ و صدقات کا رخ بدلو! (۱) از مہتمم مرکز	۲۶
۲۴۵	۲۰۴	زکوٰۃ و صدقات کا رخ بدلو! (۲) اغیار کے قومی فنڈ	۲۷
۲۷۶	۲۴۹	مرکزی بیت المال کی تبدیلی ضرورت کیلئے اپیل مرکزی بیت المال کیلئے مالی امداد کی درخواست یاد رکھنے کی دو باتیں ص ۲۴۲ فانی زندگی کا غیر فانی کام ص ۲۴۳	۲۸
۲۷۷	۲۷۵	اشاعتِ حق اور تردیدِ باطل کیلئے ایک لاکھ کی اپیل	۲۹

۲۸۱	۲۷۸	لاہور میں مرکزی دفتر کی تعمیر اور بیرون ہند تبلیغ کا انتظام	۳۰
۲۸۲	۲۸۲	مرکزی اپیل کے سلسلہ میں عملی قدم انجمن تنظیم جام پور زندہ باد!	۳۱
۲۸۷	۲۸۵	روپیہ جمع کرنے کا طریقہ، نوجوانان جام پور کا قابل تقلید نمونہ!	۳۲
۲۹۰	۲۸۸	پہلی طالع طبرہ غازیوں کے زندہ مسلمانوں کا زندہ رہنا	۳۳
۲۹۳	۲۹۱	انجمن تنظیم راجن پور اور انجمن تنظیم شمس آباد (یو۔ پی)	۳۵
۲۹۷	۲۹۲	انجمنوں کے بعد افراد و اشخاص ہانیان مرکز ص ۲۹۵ مہینین اگرہ ص ۲۹۶ دیگر معاونین کرام ص ۲۹۷-۲۹۸	۳۶
۲۹۸	۲۹۷	اپیل کے سلسلہ میں بانی تحریک کارشاد گرامی	۳۷
۳۰۳	۲۹۹	مرکزی اپیل پر موافق و مخالف تبصرے ”زمزم لاہور کا بحث و مذاکرہ ص ۲۹۹-۳۰۰ ”الفضل“ قادیان کا افتتاحیہ ص ۳۰۱ تا ۳۰۲	۳۸
۳۰۵	۳۰۴	سردار صاحب کا ایک اور بھتیجا فروز مکتوب گرامی	۳۹
۳۱۰	۳۰۶	دولاکھ کی اپیل اور اس سلسلہ میں دس ہزار کی پیش کش از سردار احمد خان صاحب پتافی	۴۰

نمبر مضمون

مضمون کا عنوان

صفحات
از تا

		محم اور وہ ! آخر یہ لُجڑا لُجڑا کس کیوں؟ میدانِ زسیت اور کشمکشِ حیات میں لیٹنا اور اختیار کا مقابلہ	
۳۱۹	۳۱۳	اختیار تیز گام کا جارحانہ اقدام	۱م
	۳۲۰	ہم فرقہ دار ہیں اور اختیار؟	۲م
		آریہ سماج کی زندگی اور مرزائیت کی موت	۳م
۳۳۱	۳۲۶	ملتِ اسلامیہ کے لئے لمحہ فکریہ	۴م
۳۳۱	۳۳۱	ادھر جوش ادھر جمود!	۵م
۳۳۲	۳۳۲	ناریہ مسئول اور حیثیت ایڈیٹر	۶م
۳۳۳	۳۳۳	حجرہ نشین عسفی اور بیجا لہ نشین تپسوی	۷م
۳۳۵	۳۳۴	دیوان بہادر اور عثمان بہادر	۸م
۳۳۶	۳۳۶	اسلامیوں کی سہارا اور لہجہ رام جی کی غفلت اور تہمت	۹م

کتابتِ اہل سنت کے سرکارِ دار کی
محلہ الامکان تکمیل کرنے کا بہ ضرورت کے وقت خدمت کا موقع دیکھئے!
مینجر کاتبہ اہل سنت، شاہ منزل اور محلہ لاہور

مقدمہ

از مخدوم العلماء حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔۔۔۔۔ مرکز تنظیم اہلسنت جس مبارک مقصد کو لیکر لکھا ہے وہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ تنظیم جیسے مقصد کو بابرکت اور ضروری ہونے میں کسے کلام ہو سکتا ہے؟ اور اس میں ایک کے سوا دوسری رائے کب ممکن ہے؟

کتاب و سنت نے جہاں محبوب کی تعبیر کی کہ وہ اللہ اور اس کا رسول اور مومنین ہیں۔ وہیں اسے مبغوض اور دشمن کی بھی تعبیر کرنی پڑی کہ وہ اصولاً چار ہیں۔ نفس و شیطان اور کفار منافقین۔ تاکہ یہ دونوں جذبے اپنی اپنی حدود میں کام کرتے رہیں اور جذبہ منافرت و عداوت مسلمانوں کی طرف نہ منتقل ہو۔ بہر حال تنظیم اتحاد جس پر دو گرام کا ثمرہ ہیں اس میں یہ دو پہلو گھلے ہوئے ہیں ایک مثبت اور ایک منفی مثبت پہلو رحمت باہمی ہے جس سے اخلاقی مواعظت۔ نصیحت باہمی اور صلحیت مندانوں کے حق میں پیار و محبت اور صلح و عاشقی کے جذبات اوجھرتے ہیں جس سے اسلام کا حلقہ اثر وسیع ہوتا ہے۔ اور منفی پہلو شدت و غلاظت ہے جس سے بعض فی اللہ سرفروشی۔ مافعت دینی جاہدوں کی سرکوبی۔ جذبہ جہاد و مجاہدات شمشیر و تلیم کی خوچ کالی اور لسان و شان کی آتش انگیزی وغیرہ کے دواعی پیدا ہوتے ہیں جن سے فتنوں کا استیصال ہوتا ہے اور دینی فضائیت پر وروں سے صاف ہوتی ہے۔ اس لئے سوہ حسنہ یا طریق سنت کا خلاصہ جو تنظیم و اتحاد کا حقیقی سرچشمہ ہے ان دونوں لفظوں میں آسکتا ہے اسلام کی حفاظت و اشاعت اور اسلام سے دفاع و مدافعت حفاظت اسلام حفاظت اسلام کے معنی کتب اسلامیہ یا مساجد و مقابر یا مدارس

و خواتین کی تعمیر کے نہیں یہ سب تفریحات ہیں بلکہ حفاظت کے مستحق اپنی نفوس سے
اسلام کو زندہ رکھنے کے ہیں۔ یعنی اسلام کی جو چیزیں کتابوں میں نقوش اور رسوم کی صورت
میں ہیں وہ ہمارے نفوس میں احوال و کیفیات کی صورت میں جلوہ گر ہو جائیں۔ اسکے
اقوال کی حفاظت ہماری زبان سے اس کے اعمال کی حفاظت ہمارے اعضاء و

جوارح سے اور اس کے عقائد و تصورات کی حفاظت ہمارے قلب و دماغ سے
ہونے لگے۔ گویا ہم اسلام کی شیرینی کے لئے پانی ہوں جس میں وہ گہل مل جائے۔
اور ہم اسلام کے سانچہ میں اس طرح ڈھل جائیں کہ اسلام اور ہم ایک ذات ہو کر اسلام
کی زندہ تصویر بن جائیں۔ صورت یہ ہو جائے کہ اگر دنیا میں کوئی اسلام کو دیکھنا اور
پرکھنا چاہے تو وہ ہمیں دیکھے اور پرکھے۔ ہم ختم ہوں تو اسلام ختم ہو اور ہم ہوں
تو اسلام ہو یعنی اسلام کو ہمارے دعاری اور اعلانات میں تلاش نہ کیا جائے بلکہ خود
ہم میں اور ہماری زندگی میں تلاش کیا جائے یہی وہ حفاظت ہے جس سے اسلامی
مقاصد کے ضائع ہونے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ سفید ضائع ہو سکتے
ہیں لیکن سینے ضائع نہیں ہو سکتے۔

بل ہو آیات بنیات فی صدور الذین اولوا الاحمر بلکہ یہ کتاب بہت سی واضح دلیلیں ہیں ان کو اور کئی دینوں میں جاکر علم
صحابہ نے اسلام کی حفاظت اپنے سے باہر کسی وسیلہ سے نہیں کی بلکہ خود اپنے
سے کی۔ خود اسلام کی روشن دلیل ہے اور عالم کو باوجود قلت تعداد کے جگمگا دیا۔
کیونکہ شمع ایک ہی ہوتی ہے اور روشن ہزاروں گرتے ہو جاتے ہیں مگر ہم اسکی حفاظت
کے لئے اس شان سے کھڑے ہوتے ہیں کہ ہم ایک جانب ہیں اور اسلام ہم سے باہر ایک
جانب اور ہم اسکی حفاظت کے وسائل پر غور بھی کر رہے ہیں اور انکی تلاش میں
منسروف بھی ہیں۔ حالانکہ اسکی حفاظت کا وسیلہ ہم خود ہی تھے اگر اسلام ہم میں رچ
گیا ہوتا۔ اب ہمارے اسلام سے الگ کھڑے ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ اغیار کو تو اسلام

خدا کا علم

نظر نہیں آتا۔ اور ہمیں اس کا طریق حفاظت ہاتھ نہیں لگتا۔ کافر تو اندھیرے میں تھا ہی
مسلم بھی اندھیرے میں آگیا۔ اگر مسلم خود شمع اسلام ہوتا تو خود بھی روشن ہوتا اور دوسروں
کو بھی روشن کر دیتا۔ اور حفاظت اسلام کے وسائل پر اسے غور کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

اس صورت حال کے پیش نظر میں اب یہ عنوان ہی بدلتا ہوں کہ آپ اسلام کی حفاظت
کریں اس کی ضرورت ہمیں کیونکہ اسلام حق ہے اور حق نہ کسی کی حفاظت کا محتاج ہے
نہ غیر محفوظ ہے۔ اسلام فطرت ہے اور فطرت کو کوئی ضائع نہیں کر سکتا۔ اب صحیح
عنوان یہ ہے کہ آپ اپنی حفاظت کریں جو صرف اسلام کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اللہ

نے قرآن میں قرآن اور قرآنی دین یعنی اسلام کی حفاظت کی تو ذمہ داری ملی
ہے مگر آپ کی حفاظت کی کوئی گارنٹی نہیں کی۔ انا للہ لجا فتلون فرمایا ہے کہ ہم قرآن
کے محافظ ہیں انا لہم لجا فتلون نہیں فرمایا کہ ہم مسلمانوں کے بھی محافظ ہیں۔ اندرین
صورت ہماری حفاظت کی واحد شکل صرف یہی ہو سکتی ہے کہ ہم اس محفوظ قطعے کا امن

سنبھال لیں اور نہ صرف دامن سنبھالیں بلکہ اس ردا عظمیٰ کو اٹھا کر سر سے پزنک
تان لیں تو بلاشبہ ہم پہرہ کئے اور چھپے دشمن کی دست برد سے محفوظ ہو جائیں گے اور
پھر حفاظت کے وسائل جداگانہ تلاش نہ کرنے پڑیں گے۔ نہ کفار و منافقین ہی کو
دست برد کی مجال ہوگی اور نہ نفس شہیدان ہی کو اغوا اور رہزنی کا موقع ملے گا۔ کیونکہ یہ

اعداد ہم پر غالب آسکتے ہیں لیکن اسلام پر غلبہ نہیں پاسکتے تو صورت حفاظت یہی
ایک ہو سکتی ہے کہ ہم اور اسلام ایک ہو جائیں۔

اس صورت میں ہماری مثال بجلی کے روشن تار جیسی ہو جائے گی کہ روشنی اور
تار میں کوئی دُوبی نہیں ہوتی۔ بلکہ تار کا جو ہم ہی خود روشنی بن جاتا ہے۔ پھر اگر اس روشن
تار کے قریب آکر کوئی ذرا بھی دست درازی کرتا ہے تو اسی سے جھٹ کر رہ جاتا ہے
روشنی تو نہیں بچتی مگر اس گستاخ کی روح نکل جاتی ہے (کسے کولف زندر لیشیش بسوزد

پس حقیقی حفاظت یہ ہے کہ ہمیں حفاظت کا تصور بھی نہ آئے اور حفاظت ہوتی ہے کیونکہ ہم حفاظت کا تو اسی چیز کی تصور باندھیں گے جو ہم سے الگ ہو اور جب اسلام ہم میں ارسخ ہو گیا اور ہم سے الگ ہی نہ رہا تو اس کی حفاظت کی نہ ضرورت ہی رہی نہ اس حفاظت کا تصور ہی رہا ہاں تصور ہے گا۔ تو اب صرف اپنی نگرانی کا نہ اسلام ہم جدا نہ ہونے پائیں۔

اساحت اسلام اسی مثال سے یہ دقیقہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ بجلی کا روشن تار جس کے جگر میں نور سراسبت کر چکا ہو نہ صرف خود ہی روشن ہوتا ہے۔ بلکہ اپنی طاقت کی قدر اپنے سارے ماحول کو بھی جگمگاتا ہے۔ اور اس کے نورانی آثار سے اس کی پوری نضا روشن ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ حتیٰ کہ اگر وہ خود بھی نہ چاہے کہ اس کا ماحول روشن ہو تب بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی روشنی ماحول میں نہ کھیلے ٹھیک اسی طرح ایک انسان جبکہ اس کے تار نشیں پر اسلام کی برقی رش دوڑتی ہو۔ اور جب پیغمبر کے اسوۂ حسنہ کی برق سے بھی زیادہ لطیف روشنی اس کے قلب و قالب میں سما جاتی ہے تو کیسے ممکن ہے کہ اس کے اسلامی آثار صرف اسی تک محدود رہ جائیں اور اس کا ماحول اس سے متاثر نہ ہو حتیٰ کہ اگر وہ نہ بھی چاہے کہ اس کے اثرات پھیلیں تو جب تک وہ صحیح معنی میں مسلمان ہے اس کے اسلامی اخلاق و اعمال اپنی ذات میں سچی جاویدیت و کشمکش اور محبوبیت رکھتے ہیں خود ہی دوسروں کو کھینچیں گے اور جو کام اس کی قوۂ ارادی کرتی اس سے کہیں زیادہ اس کی قوۂ عملی کریگی۔ بہر حال اسلام سے متاثر مسلمان یا مسلم مسلمان کا قلبی داعیہ ایمانی جذبہ اسلامی نمل۔ نورانی اخلاق دینی ہیئت بلکہ اس کی ہر نقل و حرکت مبلغ اسلام ہوگی گویا تبلیغ دین اس طرح اس کا طبعی خاصہ بزرگی جیسے ضعیف پاشنی شمع اور برقی تار کا خاصہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ تبلیغ اس وراثت میں اپنے روحانی مورث اعلیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہو۔

رسول پر تو یہ ذمہ خدا نے عائد کیا اور ہر مسلم پر یہ ذمہ رسول نے عائد فرما دیا۔
گو یا پوری اُمتہ در حقیقت رسول کے قائم مقام بنا کر عالم کے لئے مبلغ اور ناصح و مناد
بنائی گئی ہے۔ پس تبلیغ اس کی موردی چیز ٹھہرتی ہے۔ چنانچہ رسول کو تو خدا نے فرمایا کہ
یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک۔ اے رسول جو کچھ بھی تمہاری طرف تمہارے
من آتی ہے۔ ہر دروگاہ کی طرف سے ادا تارا گیا ہے تم اسے دو ستر تک پہنچا دو۔

اور اُمتہ کو رسول نے فرمایا کہ

بلغوا عنی ولو آتد (مشکوٰۃ) (اے امت والو! میری طرف سے ہر چیز کی تبلیغ کر دو اگر چہ
وہ چھوٹی ہی سی بات ہو۔)

اس سے پوری اُمتہ پر تبلیغ کا واجب عائد ہو رہا ہے۔ اور پوری اُمت بحیثیت مجموعی
منصب تبلیغ میں اپنے پیغمبر کی وارث ہے خواہ افراد تبلیغ کریں یا جماعتیں۔ اور مل کر
کریں یا فرادی فرادی بھر صورت ادارہ فرض ناگزیر ہے۔

نظام تبلیغ البتہ یہ ضرور ہے کہ انفرادی تبلیغ سے جماعتی تبلیغ زیادہ اثر انداز ہو
سکتی ہے کیونکہ ایک کی تکذیب کی نسبتہ چند کی تکذیب عادیہ
مشکل ہوتی ہے۔ بالخصوص آج کے دور میں جبکہ انفرادی چیزیں بھی جماعتی روپ
اختیار کر کے ہی قابل قبول بنتی ہیں۔ حکومتیں تو جماعتی اور جمہوری تجارتیں ہیں۔
تو جمہوری اور بین الاقوامی دوکانیں ہیں تو اینٹار کو کی قید کیساتھ قانون سازی سے
تو جماعتی صنعتی حرفت ہے تو جماعتی تھی کہ کھین کو داد میچ ہیں تو جماعتوں اور میوں کی
شکل ہیں۔ پروپیگنڈے ہیں تو جماعتی ادارتیں ہیں تو جماعتی تو ظاہر ہے کہ اس جماعتی
ذہنیت کے دور میں جسے میں اسلامی تعلیمات کے آثار میں سے سمجھتا ہوں شخصی
تبلیغ کی نسبتہ جماعتی تبلیغ ہی جذبات کو زیادہ اپیل کر سکتی ہے۔

بہر حال تبلیغ اور جماعتی تبلیغ جو کسی جماعتی مرکز سے پھیل رہی ہو اسلامی فرائض میں

سے ایک ایسا ہی فریضہ ہے۔ اور مسلمانوں کو بطور ورثہ انبیاء دستیاب ہوا ہے اگر عیاذ باللہ ہم اس وراثت سے کٹ جلتے ہیں تو گویا ہم محروم اللہ کا قرار پاتے ہیں اور محروم اللہ وہی ہو سکتا ہے جو مورث کی اولاد نہ ہو یا اپنے مورث ہی کا مخالف کنندہ اور قاتل ہو ظاہر ہے کہ اسے کون مسلمان برداشت کر سکتا ہے کہ وہ حضورؐ کا روحانی خلف ثابت نہ ہو یا اس مہلک عقوق کی مسیبت سرے۔

دفاعت اسلام ہاں پھر اسی شمع کی مثال سے مدافعت اسلامی کا نکتہ بھی اسی طرح حل ہو جاتا ہے کہ شمع یا برق کے روشنی پھیلانے کا مطلب اس

کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ روشنی ظلمت سے نکلے اور اسے دفع کر دے۔

گویا تنویر کے لئے نور و ظلمت کا تادم بھی لازم ہے۔ اور پھر ظلمت کا دفعیہ بھی نور

کی طاقت کی حد تک ضروری ہے۔ ٹھیک اس طرح ایک مسلمان جب نور اسلام کی

شعاع ہے جس کا نور بالطبع پھیلنے والا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ نور اسلام

ظلمت کفر سے نکلے اور اس ظلمت کو شکست دے پس اشاعت اسلام کے لئے

مدافعت بھی ضروری ہوئی۔ انبیاء علیہم السلام نے جہاں اشاعت اسلام کیلئے

اخلاق مواعظ اور شفقت و محبت آمیز بند و لہجہ فرمایاں وہیں مدافعت دینی کی خاطر

کفار و منافق اور بد دینوں سے مقابلہ بھی کئے۔ منظر سے بھی جوئے۔ مباہلہ بھی

جوئے جنگیں بھی لڑیں اور اس مقابلہ میں کتاب و خطاب اور جہان و زمان سب ہی سے

کام لیا تاکہ فتنوں سے فضا رصاف ہو کر دین حق کی قبولیت کی استعداد قلب میں پیدا ہو جائے

چنانچہ قرآن کریم جہاد لسانی جہاد سنائی اور جہاد جنائی کی آیتوں سے بھرا ہوا ہے۔ پس

ایک مسلمان اگر شمع اسلام ہے، تو وہ خود بھی روشن ہوگا۔ دوسروں تک بھی روشنی پہنچا دے گا۔

اور دینت درازوں کی آگے برہمتی ہوئی انگلیاں پھینکے بغیر دیکھا جاتا ہے کہ مرکز تنظیم

کے حساس ذمہ داروں کے مسلمانوں کے موجودہ انتشار اور حفاظت و اشاعت اور

دفاعت اسلامی سے بے پرواہی کو محسوس کر کے انہیں پیغمبر کے ان پر سہ ہونے یا سہ
 حسنہ پر لائسنس کی صدا بلند کی ہے۔ تبلیغ کا جذبہ بھی ہے تبلیغ کا عمل بھی ہے اور جماعتی
 تبلیغ کیلئے مرکز بھی ہے۔ شرط تبلیغ بھی پائی جا رہی ہیں تو امید ہے کہ نتائج تبلیغ بھی خاطر
 خواہ برآمد ہوں گے۔ ان سب کلمات کا خلاصہ ایک ہی ہے کہ دنیا تبلیغ حق کی سیاسی پرو
 اور مسلمان کو تبلیغ کرتی ہے۔ اس نازک دور میں جو خصوصیت سے اہل حق کیلئے ایک شدید
 آزمائشی دور ہے اور ہمیں باطل کے پروردہ عناصر مختلف مدلول اور شکلوں میں حق کے
 مقابلہ میں اوجھڑ رہے ہیں تاکہ اللہ کے اذکار کو بجا دیں اور اہل حق پر شیخون مار کر ان کے
 عقائد و اعمال اور علم و اخلاق کا ذخیرہ تاخت و تاراج کر ڈالیں اس مرکز اور اس کے
 پیش کردہ مقاصد کی شدید ترین ضرورت تھی۔ اور یہ کام جس طرح اٹھانا چاہئے
 تھا الحمد للہ اسی طرح اٹھا اور خدا کرے کہ اٹھا رہے۔

آج جبکہ اللہ کے یہ چناہٹا سے ان تبلیغی مقاصد کو لیکر کھڑے ہو گئے ہیں تاکہ
 مسلم بھیتروں کو آج کے تیز دندان بھیتروں سے بچا سکیں تو ہم سب مسلمانوں پر
 ذمہ عائد ہوتا ہے۔ کہ حسن ظن کیساتھ ان کا ہاتھ بٹائیں ان کے کاموں سے دلچسپی
 لیں اور مشکلات میں ان کی حوصلہ افزائی سے دریغ نہ کریں۔ جس درد اور دکھ کے
 احساس سے بے چین ہو کر یہ حضرات تبلیغی مساعی کیلئے میدان میں نکل آئے ہیں
 وہ درد مشترک ہے اسلئے یہ سب ہم سب کے شکر ہے اور قدر افزائی کی مستحق ہیں
 اور انکی عملی جدوجہد کے مقابلہ میں ہم ہر نئے موسم سے شکر یہ ادا کر کے کبھی عمدہ شکر سے
 باہر نہیں آسکتے حتیٰ تعالیٰ شانہ ان مقاصد کو ان میں اور ہم میں اچھی طرح پہچانے۔
 یہ چند سطور پیش نظر کتاب کا خلاصہ ہیں۔ یا یوں کہئے کہ یہ پوری کتاب اس
 اجمال کی تفصیل و تشریح ہے۔ مجھے امید ہے کہ اہل حق ہمتی مرکز تنظیم کی اس تالیف کو پوری توجہ
 سے پڑھ کر اس مبارک شریک کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔
 اللہ تعالیٰ توفیق دے اور انجام بخیر فرمائے آمین والحمد للہ اولاً و آخراً و الحمد للہ علیہم اجمعین

حکایت تنظیم کے متعلق
اکابرین کے استادات

اور

مسلم پس کے رہنما کس

حکایت مرکز اور آغاز حکایت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 (۱) محرک تنظیم اہلسنت کے متعلق

حضرات کا پرہیزگاری کے ارشادات و بیانات

ارشاد گرامی امام اہلسنت حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب لکھنوی
 صاحب سیدنا الحسن صاحب ڈیرہ فانی خاں سے یہاں تشریف لائے۔ اور اس حقیر
 کو..... مرکز تنظیم اہلسنت سے مطلع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے تک اراہوں
 میں برکت دے۔ اس حقیر نے اپنی امکانی امداد ان کے سامنے عرض کر دی ہے
 میں مسلمانان ہند سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ ان کی حدیث در دس گراں کی
 ہمت اہستہ اہستہ لیں۔ اور اس تبلیغی تنظیمی مرکز کو اپنی خاص توجہ سے اس قدر
 مضبوط و مستحکم کر دیں۔ جو بعونہ تعالیٰ قیامت تک دین اسلام کی خدمت و حفاظت
 اور نشرو اشاعت کے لئے باقی و برقرار رہے۔ زمزم $\frac{5}{19}$

ارشاد گرامی امام اعلیٰ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی۔
 یہ بالکل غیر سیاسی اور خالص دینی تبلیغی شیخ ہے۔ تبلیغ دین ہم سب کا فرض
 ہے آج اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ ان سب کا جواب دینا ہر ایک کے طریقے
 سے۔ مخالف کے اعتراضات کا تنظیم طریقے سے جواب دینا ہر ایک کے

سے۔ اخباروں کا جواب اخباروں سے۔ پمفلٹوں کا جواب پمفلٹس سے تحریر کا جواب
 تحریر سے تقریر کا جواب تقریر سے دو۔ مگر جواب پلمیٹا اور شیریں ہونا چاہیے۔ یہ تحریک ان
 مقاصد کو لے کر اٹھی ہے۔ خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اپنے فضل و کرم سے مرکز تنظیم کو
 اپنے مقاصد عالیہ میں کامیاب فرمائے۔ آمین! (روزنامہ شہباز لاہور ۲۹/۳/۲۰۰۵)

ارشاد گرامی استاد القرضاوی حضرت مولانا شبلیہ احمد صاحب عثمانی

آپ جو تبلیغی خدمات مسلمانوں کی انجام دے رہے ہیں۔ نہایت مبارک ہیں۔ حق
 تعالیٰ آپ کو خدمت اسلام و مسلمین کی بیش از بیش توفیق و مرحمت فرمائے۔
 ارشاد گرامی مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب ہلوی۔

ذمہ مورخہ امی سنگھ نہیں یہ خبر موجب مسرت ہوئی کہ تنظیم اہل سنت کی غرض
 سے ایک جماعت کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اور اس کا مرکزی دفتر دہلی یا لاہور میں کھلے دالا
 ہے ہیں ہمدرد احمد خاں صاحب پٹانی بانی اور جناب ذابزادہ محمود خاں صاحب صدر
 کئے فکر و دراندیش کی تحسین و تبریک کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ ان کو کس نیک مقصد میں کامیاب
 فرمائے۔ اور اہل سنت و الجماعت کو ایک مرکز پر جمع ہونے اور دنیا کے سلسلے نعمت
 مورخہ احمد صاحب کے ساتھ دعوت اسلامی پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے (روزنامہ شہباز لاہور ۲۹/۳/۲۰۰۵)

ارشاد گرامی مولانا محمد اسحاق صاحب اسلام حضرت سید سلیمان صاحب ندوی

اشیوں سے ہے کہ خاکسار کو اپنی علالت کے سبب سے رسالہ عالیہ میں
 ماضی اور شرکت سے معذوری ہے۔ اہل سنت کی تنظیم مفید طریقوں سے اس
 طرح کی جائے۔ کہ وہ اختیار کے مسلوں سے محفوظ ہو جائیں نہایت مبارک
 خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ غلاموں کے ساتھ ہم سب کو خدمت دین کی توفیق عطا

فرمائے (روزنامہ ذہنیار ۲۹/۳/۲۰۰۵)

ارشاد گرامی امام اہل حدیث حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امر تسری

آپ کے دفتر کو میں اس لوز سے جانتا ہوں جس روز کہ آپ کے سفیر میرے
ہاں تشریف لائے تھے۔ آپ کا خطبہ استقبال یہ بھی میں نے پڑھا۔ میں عرصہ سو سال
بیمار ہوں۔ اس لئے شرکت جلسہ کے لئے یقینی وعدہ نہیں کر سکتا۔ ہاں آپ کی دعا
سے اس وقت تک شرکت کے قابل ہو گیا۔ تو شریک ہو جاؤں گا۔

ارشاد گرامی حضرت مولانا محمد طیب صاحب ہتھم دار العلوم دیوبند۔

۱۰ السلام وعلیکم باحققرنے مقالات مطبوعہ پڑھے۔ آپ نے تبلیغ تنظیم نیت کام
چھڑ کر ایک نہایت ہی مبارک قدم اٹھایا ہے۔ آج امت کو جس چیز کی پیاس ہے
اس کی تشنہ ہی اسی آب حیات سے تبدیل یہ شادابی ہو سکتی ہے آپ نے اسی
سرچشمہ سے امت کی آبیاری کا عزم باندھا ہے۔ حق تعالیٰ آپ کے کاموں میں
فلوس و برکت اور تبحر کی خیر و فلاح ارزانی فرمائے۔ رزوم ۱/۲۳

ارشاد گرامی متکلم اسلام حضرت مولانا ابوالاعلیٰ صاحب بودودی

آپ نے غیر مذاہب کے حملوں اور خود ہماری اپنی آستین کے سانپوں کا جو ذکر
کیا ہے اس سے میں ناواقف نہیں ہوں۔ نہ یہ کہتا ہوں کہ ان دشمنوں کا مقابلہ نہ کیا۔
جائے۔ جو لوگ ناہبی قتلوں کے نتیجے سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ ہی کام کریں۔ جو
لوگ دوسری قومی دینی ضروریات پوری کرنے میں لگے ہوئے ہیں وہ اپنے اپنے
کام کریں۔ ہمیں ان سے کوئی اختلاف نہیں۔

ارشاد گرامی حضرت خواجہ نظام الدین صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف

مکرم نواز برادر سردار محمود خاں صاحب لغاری اور دوسرے حضرات نے مل کر
مرکز تنظیم اہل سنت کی بنیاد ڈالی ہے۔ میں جملہ مسلمانوں سے عموماً اور حضرت خواجہ
محمد سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ کے لیاحقین اور سر مشین سے خصوصاً

مشدعی ہوں کہ وہ تنظیم اہل سنت کی طرف توجہ فرمائیں۔ اور مرکز تنظیم کو اتنا مضبوط
 کر دیں کہ ہندوستان اور بیرون ہند میں مرکز اپنے مبلغ بھیج سکے۔ نیز مرکز کے
 بیت المال کو صدقات و زکوٰۃ سے پر کر دیں۔ بلکہ ہر جگہ کے حضرات اپنے اپنے
 ہاں تنظیم اور اہل سنت کی شاخیں کھولیں۔ اور مرکز کے ساتھ ان کا الحاق کر اسکے

مرکز کے زیر ہدایت کام کریں۔ (زمزم ۱۱/۱۵)
 حضرت مولانا ظہور احمد صاحب یگوسی مرحوم و محفوظی لکھنؤی کے نام سے
 آپ نے تنظیم اہل سنت کے نام سے ایک تبلیغی جماعت قائم کی ہے۔۔۔ مجھے
 اپنی زندگی ختم ہوتی نظر آ رہی ہے۔ ہند میں چاہتا ہوں کہ آپ جیسا ایسا پیشہ اور مخلص
 بزرگ مجھ سے عزب الا نصار کا چارج لے لے، آپ اس جماعت کو اپنی جماعت سے
 ملحق کر لیں۔ میں جب تک زندہ ہوں۔ آپ کی تائید و خدمت کے لئے شہ جاک لہونگا۔

اگرچہ مجھے اپنی صحت پر زیادہ بھروسہ نہیں (زمزم ۱۱/۲۲)
 ارشاد گرامی رئیس الاحرار حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری۔

آج جب کہ تمام قومیں اتحاد و اتفاق اور اپنی حفاظت کی تدابیریں کر رہی ہیں کیا
 مسلمان اپنی حفاظت نہ کرے؟ وہ اپنی تنظیم سے کیوں باز رہے؟ وہ بھی مرکز تنظیم
 کے ذریعے اپنی حفاظت ترقی کی راہ ڈھونڈ رہا ہے، تنظیم اہل سنت کا مقصد اپنے افراد
 کو محفوظ کرنا ہے۔ اور بس۔۔۔ مسلمانوں کو عمل کا وقت ہے، آگے بڑھو اور اپنی تنظیم
 کرو۔

ارشاد گرامی زعيم الاحرار حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی
 تحریک تنظیم اہل سنت تمام انہماکوں کے لئے رحمت ہے۔۔۔ اس کا مقصد
 کسی کی دلداری نہیں بلکہ صرف خدا کے حقیقی دین اور حقیقی اسلام سے روشناس کرنا ہے
 اور بس آج ہر طرف اہل فتن سر اٹھانے کے ہوئے ہیں اس لئے اس کی اشد ضرورت ہے

اور اسی حساس کے ماتحت چند نخلص حضرات نے اسے قائم فرمایا۔ ہر مسلمان کو اسی تحریک تنظیم کو کامیاب بنانے کی کوشش اور امداد کرنی چاہیے۔ مجھے تحریک سے پورا اتفاق ہے اور میں خطبہ استقبالیہ پڑھ کر بہت خوش ہوا۔

ارشاد گرامی حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب خطیب جامع اہل حدیث گوجرانوالہ ہماری جماعتیں طبقاتی اختلافات بلند رہنے کی کوشش تو کرتی ہیں۔ مگر عملاً اس کا اثر بہت کم ہوتا ہے، خدا تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ آپ اس بلند مقام حاصل کر سکیں۔

حدیث دیگر ال

خان صاحب دست محمد خاں حجانہ (قادیانی) کی رائے

جو شتر آں باشد کہ متر دیر ال

گفتہ آید در حدیث دیگر ال

سردار احمد خاں صاحب تپانی رئیس جام پور تبلیغ اسلام کایڈ اور سچا جوش اپنے اندر رکھتے ہیں اور آغاز جوانی سے نہایت جوش، اخلاص اور قربانیوں کیساتھ اس مقصد کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ وہ نمائشی باتوں سے بچ کر ٹھوس کام کرنے کے عادی ہیں۔ آپ نے ہندوستان کے تمام بڑے انٹی کمیونسٹوں میں پونج کر اور قومی لیڈروں سے مل کر تنظیم بنی قادیان تبلیغی پالیسی اختیار کرنے کی کسی سال تک کوشش کی۔۔۔۔۔ کچھ عرصے آپ نے براہ راست اپنے ہاتھ میں اس تحریک کو لے لیا ہے۔ لفظ لفظ

(۲)
مسلم پریس کے ریمارکس

روزنامہ زمیندار لاہور

شیعوں اور اہل حدیث کی فرقہ دارانہ نہیں موجود ہیں۔ جو اپنے اپنے عقائد کی تبلیغ کرتی رہتی ہیں اس لئے اہل سنت کو بھی فرقہ دار تنظیم سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ ہمیں

بھی اپنے مقصدات کی تبلیغ و اشاعت کا حق دوسرے فرقوں کی طرح حاصل ہے۔
 لیکن طریق عمل اہل سنت اسلامی کے خلاف نہ ہونا چاہیے۔ اتحاد مسلمین اور اسلامی
 مرکزیت و وحدت کو فرد غی اختلافات سے محفوظ رکھا جائے۔ ہمیں سہرت ہے کہ مرکز
 تنظیم اہل سنت میں یہ خوبیاں موجود ہیں۔ یہ ادارہ جب سے عالم وجود میں آیا ہے۔
 کسی اسلامی فرقے سے برد آزدانی کی کوشش نہیں کی۔ اور نہ سیاسی امور کو
 اغراض و مقاصد میں شامل کیا ہے۔ سیاست باہمی آپوزیشن سے و درہ کہ صرف مرزائیت
 کے خلاف جہاد کر رہا ہے۔ چنانچہ مولانا سید نور الحسن کے جو علمی و تحقیقی مقالے زمیندار
 کی زینت بنتے رہے۔ وہ مرزائیت کے غرین کذب و باطل کے لئے حق و صداقت کی بجلی
 سے کم نہیں۔ یہ تبلیغی کارنامہ زندہ جاوید رہے گا۔ زمیندار ۳/۲

ہفتہ وار "اسلام" لاہور

سر دار احمد خاں صاحب چٹانی رئیس تمام نوردین اسلام کے ایک نہایت مختص
 کا کہن ہیں۔ میں ان کو ذاتی طور سے جانتا ہوں۔ ۱۹۳۸ء میں انہوں نے مجھ سے اپنے ان
 خیالات کا اظہار فرمایا تھا۔ . . . چنانچہ آج ہم انہیں عملی میدان میں دیکھ رہے ہیں اور
 ہم مسلمانان ہند سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تحریک تنظیم میں شامل ہو کر سر دار صاحب
 کا ساتھ بنائیں۔ (نیر اسلام ایڈیٹوریل ۲۲)

ہفتہ وار "الفلاح" پشاور

ہمیں یہ معلومات حاصل کر کے اشد توشی ہوئی کہ بعض نیک سیرت نوجوانوں نے تنظیم اہل
 سنت کے نام سے ہندوستان میں ایک تحریک جاری کی ہے جس کا مقصد انکی چوری سے اہلسنت
 کو بچا کر بیدار کرنا اور اس بڑی غیر منظم مذہبی جماعت کو یکجا کر کے اشاعت مذہب اسلام کی کوشش
 کرنا ہے۔ چنانچہ ہم نے بھی اسی جماعت کی خوبوں اور مذہبی نعتیہ کے تذکرہ بھر حد میں کام شروع کر دیا ہے
 یہی مسلمانان فرض ہے کہ وہ مذہبی کوششوں میں شامل ہو کر اپنی ترقی کا موجب بنے۔ مدیر ہفتہ وار الفلاح

۲۔ حرکات مرکزہ اور آغاز تحریک

(از ہتم مرکزہ)

جام لود، ضلع ڈیرہ غازی نواں پنجاب، میں بلوچ قوم کا ایک محرز خاندان تپانی آباد ہے۔ سردار احمد خاں صاحب اس تپانی برادری کے ایک محترم بزرگ ہیں۔ آپ کو اور آپ کے برادر بزرگ سردار نور محمد خاں مرحوم کو قدرت نے ایک حساس دل دیا جو روشن دماغ دے کر مسلمانوں کی خدمت کیلئے پیدا کیا۔ اس زمانے میں جب کہ بڑے بڑے سرمایہ دار خیمت اسلام کیلئے ایک پیسہ تک دینے کے روادار نہیں ہوتے تھے جب کہ ان زمیندار فرزندوں کو خیمت نے بیس بیس سال پیشتر ہی روپیہ قربان کیا اور صرف دے دے نہیں دے، سخی، ہر ممکن طور پر اہل سنت کی تنظیم و ترقی میں واقف رہے۔ افسوس کہ سردار نور محمد خاں مرحوم اس حسرت اور اس سوز و گداز کو دل میں لئے ہم سے بھٹت ہو گئے۔ ان کی آنکھیں اہل سنت کا مرکز دیکھنے کیلئے ترستی رہ گئیں۔ البتہ سردار صاحب کی قیمت میں بے عادت لکھی تھی کہ وہ اس حسین تصور کو عالم وجود میں جلوہ گرد لکھیں۔

کوئی بیس سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ آپ ایک دفعہ لیکر چلے لہاہور میں مولانا احمد علی صاحب دینار اللہ صاحب ہیں مولانا شہید احمد صاحب، سید تفضی الحسن صاحب وغیرہ ہم اکابر اور وہی ہیں علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب کے لئے تنظیم اہل سنت اور نظام تبلیغ کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ ہر صاحب نے ضرورت محسوس کی بلکہ اس سلسلہ میں عملی اقدام کیلئے کسی بزرگ نے اپنے آپ کو فاسخ نہ پایا۔ کاش! اس کام کی اہمیت کے پیش نظر اکابر میں سے کوئی صاحب اپنے آپ کو دوسری تمام مشروفیات سے فاسخ کر لیتے۔ کاش! اسے سیدی مولانا ندنی علامہ سید سلیمان ندوی مولانا ابوالکلام آزاد جیسے بزرگ ہاتھ میں لیتے۔

اب دو صورتیں تھیں یا تو سردار صاحب بھی اپنے برادر بزرگ کی طرح یہ دارغ قبر میں لے جاتے یا یہ کہ اپنے ناتوان اور کمزور بازوؤں پر اعتماد کرتے ہوئے تو کلاً علی اللہ کام کا آغاز کر دیتے

مہرا صاحب نے دوسرے پہلو کو ترجیح دی اور تمہیں سے کچھ مہترے کو بہتر سمجھا۔
 ذی الحج ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۵۳ء کو ضلع بھکر کے علماء و اہلکار کے اجلاس میں
 مرکز اہل سنت کا قیام عمل میں آیا جس کے صدر بالائتفاق جناب نواززادہ محمود خاں صاحب خلف الرشید
 جناب مہرا محمد جمال خاں صاحب لغاری تجویز ہوئے
 احمد اور محمود کا یہ قدرتی انتخاب، ایک عجیب انتخاب اور مبارک فال ہے، خدا کے محمود
 محمود ہو، بابت شکن محمود، اور احمد، احمد ہو۔ غلام احمد جس کا غلام یعنی تحریک غلام احمد تحریک احمد
 کے قدموں میں دم توڑتی نظر آئے یامین!

مختصر رویداد اچلا ۱۲/۱۲/۵۵

بصارت مہرا حاجی محمد علی خاں صاحب لغاری خلف الرشید جناب مہرا حاجی دین محمد

خان صاحب مرحوم

خطیہ بصارت، اسلام عالمگیر مذہب ہے بین الاقوامی چیز ہے۔ یہ کسی خاص قوم اور ملک کے
 ساتھ مخصوص محدود نہیں۔ اسی طرح یہ خیر اعمال و رسوم کا نام نہیں بلکہ یہ انسانی زندگی کے تمام
 شعبوں میں پہنچائی کرتا ہے۔ اس کا محدود تصور غلط ہے۔ اور اس غلط تصور کی تبلیغ کو غلط
 مقصد حیات ہے۔ انسانی خلقت پیدائش کا مقصد صحیح عبادت ہے کیا عبادت ہے،
 صرف فرائض و عبادات مراد ہے؟ نہیں، اس پر گز نہیں، عبادت کا صحیح مفہوم قرآن اور حدیث کے
 واضح قانون کی سچی اطاعت، پابندی اور خدا اور رسول کے احکام و فرامین کے مطابق زندگی بسر
 کرنا ہے۔ یہ آئین اور ضابطہ مکمل دستور زندگی اور مفصل ضابطہ حیات ہے ایسا مکمل اور مفصل آئین
 میں کسی ترمیم و تبدیلی کی ضرورت ہے نہ نسخ و فسخ کی گنجائش رہے، کہ ہم نے اسلام کا صحیح مفہوم
 نہیں سمجھا، ہم زندگی کے ہر مرحلے پر اسلام سے گنجائش کی درخواست نہیں کرتے۔ ہم اپنا ہر قدم اسلام کی
 روشنی میں نہیں اٹھاتے۔ در نہ آج ہماری یہ حالت نہ ہوتی۔

مسلمان خدائی فوج کا وفادار سپاہی ہے۔ بہت مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ ایک فوج بن کر دنیا پر چھا جائے۔ مگر عہد حاضر کے درندوں کی طرح نہیں! جو اپنے عمل سے خدائی کے دعویدار ہیں۔ مسلمان خدا کا بندہ بن کر اٹھتا ہے وہ اس غرض کے لئے دنیا پر چھا جاتا ہے کہ آئین خدا کا نفاذ ہو۔ اور حدود اللہ کا اجرا ہو وہ حق و صداقت کیلئے لڑتا ہے اور امن و آزادی کے لئے جان عزیز تک قربان کر دیتا ہے۔

آج ہندوستان کی ہر چھوٹی بڑی جماعت یہ کہتی ہے کہ ہندوستان آزاد ہو بسٹر چرل چاہتے ہیں کہ یورپ ہٹ کر کے ظلم و تشدد اور استبداد سے نجات پائے۔ مگر غور فرمائیے! اسلام کیا چاہتا ہے؟ اسلام چاہتا ہے ساری دنیا پر تشدد اور فتنہ و فساد سے پاک ہو ایک مومن کہتا ہے کہ جب تک خدا کی سر زمین فتنہ و فساد سے پاک صاف نہ ہوگی میں چین سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک میں دنیا میں موجود ہوں گا، ظالم کا ہاتھ پکڑ لوں گا۔ اسے مشق ستم اور ہوس رانی کی اجازت نہ ہوگی۔ مگر یہ اس وقت ہے کہ مومن بکا اور سچا مومن بنے۔ اگر ہمارا ایمان کامل نہیں ہے ہمارے قلب کوئی گوشہ نور ایمان سے منور نہیں ہے تو دوسروں کی آزادی و خدمت تو بھلے خود ہم خود چین سے پسین تک ہر جگہ مجبور اور غلام ہیں۔

ضرورت یہ ہے کہ اول تم اپنا ایمان کامل اور زندہ کریں پھر ایک نخلص جماعت کا قیام کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام جماعت پر انتہائی زور دیا ہے مگر اسلامی جماعت جو خاصاً لوجہ اللہ کام کے علماء و مبلغین کی یہ جماعت عوام تک خدا اور رسول خدا کا پیغام پہنچائے اور عامۃ الناس کے سامنے اسلامی تہذیب اور اسلامی روایات پیش کرے دنیا کو تباہ کرے کہ اسلامی تمدن کیا ہے۔ اسلامی کلچر کسے کہتے ہیں۔ بے خبروں کو سمجھائے۔ کہ اسلام صرف نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ تک محدود نہیں بلکہ معاملات لین دین، اخلاق و سیاست جی کہ خورد و نوش نشست و برخواستہ رفتار و گفتار۔ الغرض انسانی زندگی کے تمام فروعیات پر نگہانی رکھتا ہے۔ کنٹرول کرتا ہے۔ بہر حال ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو قرآن و حدیث کی صحیح تعبیر ہی مل جائے

بھی تو ایک مسلمان سچا مسلمان بن سکتا ہے۔

مروجہ تعلیمی نصاب اور مروجہ نظام تعلیم لفظاً و معنی سے پہلے کالج کی تعلیم ہمیں اسلام سے بغاوت پر آمادہ کرتی ہے ہمارے دل و دماغ میں اشتراکیت سوشلسٹیت وغیرہ خلاف اسلام تحریکات کی تخم بیزی کی جاتی ہے بتایا جاتا ہے کہ مائیکس نے یہ کہا نہیں سنے وہ کہا، ٹیڈ کیا چاہتا ہے۔ اس قضیہ میں بہ جذبہ باقی رکھنا کہ خدا کیا چاہتا ہے اس کا رسول کیا فرمانا ہے بسا شکل بلکہ ناممکن ہے۔

اگر کوئی سعادت مند جوان کالج سے یہ دشمن بھی باقی لیکر نکلتا ہے کہ اسلام کیا چیز ہے، قرآن کیا کہتا ہے تو چونکہ وہ عربی تعلیم سے بے بہرہ ہوتا ہے اور انگریزی مطالعہ کا خوگر، تو اسے اس موضوع پر جو انگریزی کتابیں پڑھنے کو ملتی ہیں وہ یا تو انگریز کے دور قلم کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ یا مرزائی کے قلم و فکر کا۔ انگریز مصنف ہمارے نوجوان کو۔ اسلام سے بدظن اور اسلامی تمدن سے متنفر کیسے کی بہ ممکن کوشش کرتا ہے باقی دعا مرزائی لٹریچر، تو وہ ازالہ بدتر۔

ان حالات میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اسلام کی صحیح تبلیغ کی جائے۔ اور اسلامی زندگی کی صحیح تشبیہ و پیش کی جائے۔ دنیا کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لایا جائے۔ اس میں اسلامی دنیا کا نہیں تمام دنیا کی مشکلات کا حل ہے اور اس سے ہر قسم کے اضطراب کا ازالہ اور مصائب کا خاتمہ ہوگا۔

صدر مجلس کے ان ارشادات کے بعد
 شرم مرزا احمد خاں صاحب پٹانی نے فرمایا۔ صدر شرم کے ارشادات کی روشنی میں اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا اس قسم کی کوئی تبلیغی جماعت ہمیں موجود ہے، اگر نہیں اور انیسویں ہے کہ نہیں۔ تو ہمیں وہ جماعت پیدا کرنی ہوگی۔

قرآن و حدیث پر عامل اور اسلامی تعلیمات و روایات کی حامل صرف جماعت
اہلسنت ہے۔ ساری دنیا میں اس کی زبردست اکثریت ہے۔ مگر ہمارا
کوئی مرکز نہیں تنظیم نہیں۔ نظام تبلیغ نہیں۔
کاش! یہ تحریک کسی اسلامی ملک سے اٹھتی۔ کاش شاہ فاروق یا
سلطان ابن سعود اسے ہاتھ میں لیتا۔

تعلیمی محاذ پر یونیورسٹی کے مقابل یونیورسٹی اور کالج کے مقابلہ میں
کالج قائم ہے۔ سیاسیات میں بھی مسلمانوں نے کانگریس کے مقابلہ میں مسلم لیگ
کی بنیاد ڈالی۔ جمعیت اور امر اچھی ہے۔ بہر حال اس پلیٹ فارم پر بھی سمجھ نہ سمجھ
ہو رہا ہے۔ مگر تبلیغ کا میدان اس وقت تک خالی ہے آج ہندوستان
بھریں سپرا غلے کر ڈھونڈیں گے تو آپ کو کہیں اہل سنت کا تبلیغی مرکز
نظر نہیں آئے گا۔ حالانکہ اسی سر زمین پر عیسائیوں، مارڈیوں، امرڈائیوں
بورشیٹوں کے سینکڑوں ادارے اور مراکز برسر کار ہیں۔

اہل سنت کی حدود

شیعہ کی سرگرمیاں بدگوئی صحابہ تک محدود ہیں شیعہ زندگی کا
پر وگرام نام و سیدہ کوہنی اور سب و شتم پر مشتمل ہے مرزائیوں نے
انسانی سعادت کے بلند ترین ذہنی مقام "نبوت" کو باز پیمہ اطفال بنا کر وحدت
امت کا شیرازہ تار تار کر دیا ہے۔ ان فرق باطلہ سے ملت حقہ کا اتفاق و
اتحاد ناممکن ہے۔ باقی تمام مسلمان اہل سنت و الجماعت کے دائرہ میں
داخل ہیں اور ہمارا حلقہ عمل ہی دائرہ ہوگا۔

محترم مولوی مشتاق احمد صاحب، برادرم صدیقی کریم بخش صاحب، محترم
مولوی غلام محمد صاحب، حاجی پوری، حافظ بنی بخش صاحب، روہنگانہ، ادا

راقم الحروف کی مختصر تقاریر کے بعد بالفاق رائے اہل سنت و الجماعت کی تنظیم اور مرکز تبلیغ کے قیام کی شدید ضرورت محسوس کی گئی۔

مجلس شوریٰ - سولہ معزز ذراکین پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ مرتب کی گئی جس کی صدارت جناب نوزادہ محمود خاں صاحب کو پیش کی گئی اور نائب صدر سید ذرار حاجی محمد علی خاں صاحب قرار پائے۔

فراہمی سرمایہ

اس مبارک تحریک کو چلانے کے لئے فراہمی سرمایہ کی ابتدا اسی مجلس سے کر دی گئی۔ مکرم صاحب صدر اور محترم نائب صدر نے تین ہزار روپے اور احمد خاں صاحب پٹانی نے دو ہزار، انجمن اسلامیہ راجن پور اور انجمن اسلامیہ کوٹاہ مغلان نے ایک ایک ہزار روپیہ سالانہ دینا منظور فرمایا۔
قرار پایا کہ ہفتی اولیٰ اقدم کے متعلق تفصیلات پر غور و خوض کرنے کے لئے ۹ جنوری کو مجلس شوریٰ کا اجلاس ہو۔

کارروائی اجلاس مجلس شوریٰ

۱۲ محرم ۱۳۶۲ھ (۹ جنوری ۱۹۴۳ء) کو صدارت صدر مرکز جناب نوزادہ صاحب مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا جس میں تحریک کے اغراض و مقاصد کی تعیین اور دستورات عمل کی ترتیب مثل میں آئی۔ مجلس شوریٰ، مجلس عامہ اور شہر داران کے فرائض و اختیارات متعین ہوئے۔ اور مجلس عامہ پوری کی گئی۔

اراکین مجلس عامہ

۱ جناب نوزادہ محمود خاں صاحب - ارشد

۳۔ فرضیہ تبلیغ

نئی مشکلات اور نئی ضروریات

راز حضرت مولانا محمد عثمان صاحب فاروقیٹا۔ ایڈیٹر اخبار زمزم
 مولانا محمد عثمان صاحب فاروقیٹا نے تحریک کے متعلق زمزم مورخہ
 ۲۱ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ میں ایک سیدہ انقیاسیہ بعنوان فرضیہ تبلیغ
 حوالہ رقم فرمایا جو ذرا ملاحظہ فرمائیے قارئین کرام ہے۔ مولف۔

اسلام ایک عالمگیر اور تبلیغی مذہب ہے۔ اس کا وارثہ ساری کائنات
 پر محیط ہے۔ اس کا رقبہ اس قدر وسیع ہے کہ اس میں ہر رنگ و نسل اور
 قوم کا انسان داخل ہو کر ایمان قلب اور شرارہ خاطر کی دولت سے مالا مال
 ہو سکتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ دعوت عامہ کے ذریعہ تزکیہ نفس و کارم
 اخلاق، قیام عدل اور انسانی خیر کی تکمیل۔ اور غیور و معبود کے رشتے میں نیکوئی
 کو نافذ کر کے اس پر معاہدہ کی راہیں کھل سکے اور ابدیت و روحانیت کے
 صحیح استخراج سے دنیا کو برکت و صلح اور پاکیزہ معاشی نظام کے عناصر ہم پہنچائے
 اس کے ظہور کی غایت یہ نہیں ہے کہ چین باہرین اور ارضیات کو دریائے نیل کے
 خرچ کا نشان بنائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ نجات کے خرچ اور اعمال خیر کے خرچ
 کی طرف عوام کی پہنچائی کر کے اور انہیں دنیا کا صحیح استعمال بتا کر یہ یقین دلا سکے
 کہ کوئی نفس قانون مجازات کی گرفت سے باہر نہیں ہے اور نیکی اور بدی دو
 حقیقتیں ہیں جن کے نظریہ نجات کا ظہور اپنے وقت پر ضرور ہوگا۔

اسلام کی زندگی بخش کتاب — قرآن حکیم — نے علماء حق کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیا ہے کہ وہ دین حق کی آواز ہر انسان کے کان میں پہنچائیں اس پر اسلام کی جوہری تعلیم کو پیش کریں۔ اس پر واضح کریں کہ اسلام کی اہم ازی خصوصیات کیا ہیں اور وہ کس معنی میں انسانی زندگی کا دستور العمل ہے دنیا کو یقین دلائیں کہ اسلام ہی دین اور دنیا کی سعادتوں کا ضامن ہے وہ کوشش کر کے ہر ایک انسان کے شکوک و شبہات کا ازالہ کریں ان کی ضروریات کا حل بتائیں۔ اور ان کی مشکلات کو دور کر کے اسلام کی بے خطا رہبری کی مشعل ہر قوم اور ہر ملک میں روشن کر دیں۔

علماء کا انتشار

عہد نبوی اور زمانہ خلفائے راشدین میں حاملین قرآن حکیم کی پوزیشن یہ تھی کہ وہی مفتی مذہب اور وہی قاضی عدالت تھے۔ وہی سپاہی اور وہی قائد تھے۔ وہی داعی اور وہی مبلغ اور مشنری تھے۔ انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا تھا کہ اسلام دین اور دنیا کا جامع ہے۔ اور زندگی کا کوئی شعبہ اس کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔ لیکن جب اسلامی سیاست اور شرعی نظام میں اتبری پیدا ہوئی۔ اور یورپ کی بدولت مذہب اور سیاست کی جدائی کا تصور پیدا ہوا تو اس کا نتیجہ صرف یہی نہیں تھا کہ سیاست نااہلوں کے ہاتھ چلی گئی۔ بلکہ یہ بھی تھا کہ علماء کے کرم فکری انتشار میں مبتلا ہو گئے ان کی قیادت کا مرکزہ نقل منتزول ہو گیا ان کی فکری صلاحیتیں تقلید و جمود کی نند ہو گئیں۔ اور ان کی اہمیت اجتماعیہ پر ایسی ضرب لگی۔ کہ وہ آج تک نہ سنبھل سکے۔ اب حال یہ ہے کہ علماء کے لئے اجتہاد عزم ہو گیا ہے سیاست بجز ممنوعین کی ہے اجتماعی اور عمرانی مسائل بدعت قرار پائے

ہیں۔ وہ نہ تو عصری افکار اور ذہنی رجحانات سے واقف ہیں۔ اور مشرقی سبب
 کی نوعیت سے باخبر ہیں۔ سیاسی نظریات نے جو نئے مسائل پیدا کر دیے ہیں
 اور جن کا حل خدا، مذہب اور اخلاق کو برطرف کر کے سوچا جاتا ہے۔ علماء کرام
 کو ان کی ہوائ تک نہیں لگی۔ مسلمانوں کا نوجوان طبقہ جن سیاسی اور اقتصادی
 مشکلات میں پھنسا ہوا ہے۔ انہیں دور کرنے اور اسلامی افکار و نظریات
 کو پیش کرنے کی ان میں صلاحیت نہیں۔ یہ روشن خیال طبقہ یورپ کے
 اٹھ صدیوں کے جنگل میں گرفتار ہے۔ اور مجبور ہے کہ وہ مارکس اور انجیل
 لینن اور سٹالن، ہٹلر اور مسولینی کے نظریات کو قبول کرے۔ اس طبقہ کو
 ان مشکلات سے نجات دلانے اور اسلام کی روشنی سے بہرہ مند کرنے
 کی کوئی سعی عمل میں نہیں لائی جاتی۔ اور اپنی بے خبری اور غفلت سے
 اس خیال کو تقویت دی جا رہی ہے۔ کہ اسلام میں موجودہ مشکلات کا کوئی
 حل نہیں ہے۔ اور قرآن کا نظام حیات جدید سائنٹیفک تحقیقات کے
 مقابلے پر نہیں ٹھہر سکتا۔ جب علماء کی تہی ماہی کا یہ عالم ہو۔ تو ظاہر ہے
 کہ تعلیم یافتہ طبقے کی پیاس کون کھیلے۔ اور ان کے سفر کی سمت کون
 چھینے۔ اور ادارے، اس وقت تعلیم یافتہ مسلمانوں کی رہنمائی کا
 فریضہ نہیں اور چند ادارے انجام دے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ...
 وارا مصنفین اعظم گریڈ اور علامہ سید سلیمان ندوی کی ذات گرامی کسی تعارف کی
 محتاج نہیں۔ محترم علامہ کی تحقیقات اور تصنیفات نے بہت بڑی حد تک
 اس مقصد کو پورا کیا ہے۔ اور اس ادارے کی برکت ہے۔ کہ متوازن ذہنیت
 کا اسلامی طبقہ مشرقی سبب میں بہت سے رک گیا ہے۔ مددگار مصنفین دہی

نے بھی موجودہ مشکلات کو دور کرنے اور مذہب میں کو نقصان سے کی کوشش کی ہے۔ اور اس نے وقتی رجحانات کا احساس کر کے ایک ایسا قدم اٹھایا ہے۔ جو اگر متحرک رہا۔ تو اس کے لئے کامیاب ہونا مشکل نہیں۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی عظیم و عظیم شخصیت اور علامہ اقبال کی اسلامی تحریک کو منہر و ستار کی اسلامی دنیا فراموش نہیں کر سکتی۔ تعلیم یافتہ طبقہ مولانا آزاد سے پیدا ہوا ہے۔ اس طبقہ پر آپ کے افکار غیر معمولی طور پر چھائے ہوئے ہیں۔ اور اسے اطمینان ہے۔ کہ عہد جدید کا یہ مفکر عظیم بہت سی مشکلات کو حل کرنے کی غیر معمولی قابلیت رکھتا ہے۔ اگر مولانا موصوف کا دامن سیاسیات میں نہ لچھا ہوتا ہوتا۔ تو آپ عصری ضروریات کے لئے اپنی خداداد قابلیت سے ضروری کام لیتے اور تعلیم یافتہ طبقہ کو آپ کے تجدیدی کارناموں سے بہرہ مند ہونے کا ضروری موقع ملتا۔ علامہ اقبال مرحوم نے جس اسلامی فلسفے کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس کا نتیجہ ہوا۔ کہ ایک خاص طبقے میں قرآنی روح جلوہ گر ہو گئی۔ اور وہ بڑی حد تک فکری انتشار سے بچ گیا۔

اس سلسلے کی آخری کڑی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی بلند پایہ شخصیت بھی اسلامی نظام کی تعمیر میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی بصیرت نے زمانہ حاضرہ کی ذہنی تحریکات اور دماغی محرکات کو بہت اچھی طرح سمجھا ہے آپ ایک ایسے علم کلام کی طرح ڈال رہے ہیں۔ جو اسلامی مزاج اور عصری تحریکات کے عین مطابق ہے۔ اور جو تعلیم یافتہ نوجوانوں کو مغرب کی ذہنی غلامی سے بچانے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

غرض ان مفید تحریکات اور بلند پایہ شخصیتوں کی مساعی کے باوجود ضرورت

محسوس کی جا رہی ہے۔ کہ دنیا کی سطح پر ایسے خبیر و بصیر علماء و نمودار دار ہوں۔ جو نہ صرف اسلامی مزاج کے شناسا ہوں۔ بلکہ جدید تحریکات و رجحانات کے ریزر شناس بھی ہوں۔ اور تعلیم یافتہ طبقے کو ذہنی انتشار سے بچانے اور ان کے مسائل کو حل کرنے کی اپنے اندر پوری قابلیت رکھتے ہوں۔

”مرکز تنظیم اہل سنت“ سب سے آخر میں۔ اور آخر زمانہ کے آخر دور میں ”مرکز تنظیم اہل سنت“ کے نام سے ایک آواز جام پور (ڈیرہ غازی خان) سے اٹھی ہے۔ اس کے بانی جناب سردار احمد خاں صاحب پتانی ایک سائنس اور دین مند مسلمان ہیں۔ آپ آج سے نہیں، بیس سال سے اس فکر میں مبتلا ہیں۔ کہ مسلمانوں کی مرکزی تنظیم ہو۔ امت اسلامیہ کی اصلاح کتاب و سنت کی بنیادوں پر ہو۔ فرق باطلہ کو راہ راست پر لانے کے لئے حکمت قرآنی کو ذریعہ بنایا جائے۔ مخالفین اسلام کو حکمت و موعظہ حسنہ کی راہ سے دعوت اسلام دی جائے۔ اور ان پر اسلام کی عقلی حکمتوں کو اس طور پر واضح کیا جائے۔ کہ وہ پوری بصیرت کے ساتھ اسلام کو قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ سردار صاحب کی یہ تحریک بیس سال کے طول پختہ کا نتیجہ ہے۔ اور آپ نے مخلصین کی ایک ایسی جماعت زریعہ ارشاد نوا برادہ محمود خاں صاحب پیدا کر لی ہے۔ جو اس کام کا پٹرا اٹھائے گی۔ اور اس آواز کو منہ وستان کے گوشے گوشے میں پہنچائے گی۔ اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے ہر مسلم جماعت اور کابریلت سے تعاون کرے گی۔ اس تحریک کے اغراض و مقاصد شائع ہو چکے ہیں۔ اور اس کا ذمہ داری بالکل ہے۔ کھلیے والا ہے۔ ہمیں یہ سچی معلوم ہوا ہے کہ اس تحریک کا اپنا ایک مستقل ذریعہ

ہوگا۔ جو ترجمان ہونے کی حیثیت سے مرکز تنظیم اہل سنت کی آواز کو مسلمان
تک پہنچائے گا۔ اور جب کام شروع ہوگا۔ تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس تحریک کا
بنیادی مقصد دور جدید میں کس حد تک ضروری ہے۔ اور اس کے ذریعے مسائل
حاضرہ کی گہرائی کتنی کہاں تک ہوتی ہے۔

یہیں اس تحریک کے پائیوں اور تنظیموں سے توقع رکھنی چاہئے۔ کہ وہ
تبلیغ اور اشاعت اسلام کے اہم ترین مقصد کے لئے ایسے علماء کی خدمات حاصل
کریں گے۔ جو صاحب بصیرت ہوں۔ جدید تحریکات سے آگاہ ہوں مسلمانوں
کے عام ذہنی انتشار اور مغرب کے تباہ کن رجحانات سے باخبر ہوں۔ اور ادیان
عالم کے اصول و مبادی پر خاصی دسترس رکھتے ہوں۔ اور ساتھ ہی مقرر اور
عاطف بھی ہوں۔ کہ اس کے بغیر دعوت حق اور ازالہ شکوک کا فرضیہ کما حقہ ادا
نہیں ہو سکتا۔ موجودہ زمانے میں تبلیغ کی ذمہ داریاں ان علماء پر نہیں ڈالی جا
سکتیں جنہوں نے فکر و اجتہاد کا دروازہ اپنے اوپر بند کر رکھا ہو۔ اور جو
تعلیم یافتہ طبقے کی مشکلات سے ناواقف اور اسلامی نظام کے نظری اور عملی
گوشیوں سے بے خبر ہوں۔ اگر اس معیار کے علماء پیش نہ ہوں۔ تو مرکز تنظیم
اہل سنت کا فرض ہوگا۔ کہ وہ اس قسم کے مشنری پیدا کرے۔ اور کوئی ایسا
عابدانہ قدم نہ اٹھائے۔ جس کا انجام ناکامی، ندامت اور غیبار کی انگشت بنائی ہوگا

”زمزم“ ۱۵/۱۱

مہم - ۱۵ - ۱۹۵۵

از محترم سرور احمد خاں صاحب پتافی بانی تحریک
مہمید و تعارف

خدا اپنے دین کی خدمت جس سے چاہے لے لے۔ یہ اس کا لطف و کرم اور
فضل و احسان ہے۔ اس میں انسان کے نفس و کمال کو دخل سے نہ مال و
افتداری کو۔ مند و ستان میں بڑے بڑے صاحب علم و حکمت، ارباب حکم و ولت
گزرے ہیں۔ اور ہیں۔ مگر خدمت اسلام کے ایک اہم شعبہ — تنظیم ملت
اور نظام تبلیغ — کی طرف آج تک کسی کو عمل و اقام کی توفیق نصیب
نہ ہوئی۔ اس لئے نہیں۔ کہ اس شعبہ کی ضرورت ہیں کسی کوتاہی و تردد
ہو۔ سب اس کی اہمیت کے قائل اور معترف ہیں۔ پھر یہ فرو گذاشت
کیوں؟ خدا جانے! ہم اس فرو گذاشت کو امت مسلمہ کے لئے ایک
حادثہ سے تعبیر کریں گے۔ بالآخر قدرت نے اس عظیم الشان خدمت کے لئے
اپنے جس بندے کا انتخاب کیا۔ وہ نہ مستند و فاضل ہے۔ نہ بہت بڑا سرمایہ
دار یا جام پور۔ نہ ڈیرہ غازی خاں کا ایک اوسط درجہ کا خوشحال زمیندار
ہے جسے مبداء فینش سے ایک حساسیت و دل اور روشن و بیدار و ماغ عنایت
ہوا ہے۔ تحریک تنظیم کا تصور و تخیل آپ کے دل و دماغ کی پیداوار
ہے۔ میں ہوں یا نوابزادہ محمود خاں، حاجی محمد علی خاں ہوں یا حاجی

پار محمد خاں، مولوی مشتاق احمد صاحب ہوں یا مولانا لال حسین اختر، برادرا
 عبدالرحیم خاں ہوں یا صوفی کریم بخش، سب آپ کے "خود کاشٹہ" پودے
 اور آپ کے لگائے ہوئے پیل بوٹے اور پھل پھول ہیں۔ اس باغ کے پانی
 ، تحریک کے بانی اور جماعت کے مومنین صرف آپ ہیں۔ اور اس
 نظام کا کریڈٹ صرف آپ کو حاصل ہے۔ **بجز اللہ تعالیٰ احسن**
الجزاء

عجیب تحریک را محکم نیکو کنڈیاں۔ آپ نے اپنے قلم سے تحریک کے
 متعلق چند رسالے مرتب فرمائے ہیں۔ جو مرکز کی طرف سے شائع ہو
 چکے ہیں۔ ان میں سے ایک رسالہ "جدد البنفا" ہے۔ جس کا ایک حصہ بعنوان
 "سنت کو دعوت تنظیم" اس وقت ہدیہ قارئین کرام ہے۔ (مہتمم مرکز)

اہل سنت کو دعوت تنظیم

ضرورت تنظیم۔ آنکھیں کھولو تو دیکھو گے۔ کہ یہ زیادہ محض جماعتی زندگی کا
 زیادہ ہے۔ اکیلی اور انفرادی زندگی بسر کرنے والوں کو کوئی حق نہیں۔ کہ وہ زندہ
 رہیں۔ ان کا کوئی حق نہیں کہ ان پر رحم کیا جائے۔ بلکہ ان کا حق ہے کہ برہنہ
 اسلام نے تو اپنی بنیاد ہی جماعتی زندگی پر رکھی ہے۔ ہم اکیلے نماز نہیں
 پڑھ سکتے۔ اکیلے حج نہیں کر سکتے۔ اکیلے زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ اور مشاڈت
 سے بغیر اکیلے خلافت نہیں کر سکتے۔ بلکہ مسلمان اگر ہم سفر ہوں۔ تو جب تک
 آپس میں منظم نہ ہوں اور امیر سفر منتخب نہ کریں ان کا طریق سفر غیر منظم اور
 منحوس ہو گا۔

اہل سنت کا انتشار۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ افراد اہل سنت ایسے زمانہ میں بھی اسی
 کیلئے بن اور انفرادیت کی نخواست میں بری طرح مبتلا ہیں۔ نہ انہیں احکام خدا
 و رسول کا پاس ہے۔ نہ انہیں توفیق ملتی ہے۔ کہ اپنے ہمسایہ فرقہ جات یا آریہ
 مرزائی رُسکھ، عیسائی کو دیکھ سکیں۔ وہ اس قدر جمالت و جمود میں مبتلا ہیں
 کہ انہیں کچھ نظر نہیں آتا۔

اہل سنت کا بلند مقام۔ جماعت اہل سنت باشاہ القدر عباسی اور مذہبی
 معیار کے اعتبار سے بہت وسیع اور جامع واقع ہوئی ہے۔ اسلامی تعلیم، عمل
 شائع علیہ السلام، اعمال صحابہ کرامؓ اور سنت تابعین کی رو سے تقسیم دولت
 سرمایہ فیکنی اور جمہوریت کے تازہ ترین اور مفید ترین اقتصادی و سیاسی نظریوں
 کی اساس و بنیاد کا سرچ اسی جماعت اہل سنت میں ملے گا۔ اور بالآخر ان نظریوں
 کو اسی جماعت میں پناہ ملے گی۔ اور مذہبی لحاظ سے بھی قرآن و حدیث اور اعمال
 صحابہ کرامؓ کی سند کے بعد جہاں تک فقہ اور جہاد کا تعلق ہے۔ فتوحات میں یہ
 جماعت ائمہ اور ائمہ میں حق داور اور سائر سمجھتی ہے۔ گویا ان کے جس قدر اختلافات
 ہیں۔ ان سب کو فتوحات کے درجہ میں ڈالا گیا ہے۔ اس کے علاوہ وقتی حالات
 اور ضرورت کے متعلق کوئی بزرگ استخراج مسائل میں اپنی تحقیقات سے بھی کام
 لیں۔ اور یہ تحقیقی قرآن، حدیث اور اعمال صحابہ کرامؓ کی روشنی میں ہو۔ تو اس پر بھی
 جماعت کو کوئی اعتراض نہیں۔ اس جماعت کو کفر میں اس قدر عقلمندانہ ہے کہ
 کسی کے قول میں ایک فیصد ہی بھی احتمال ایمان پایا جائے۔ تو فتنہ کو کفر میں
 غفلت نہ چاہئے۔ اس کا یہ مسلک اتنا معروف ہے۔ کہ اس بارہ میں نہ جو آجاتی
 ضرورت ہے نہ گنجائش۔

لیکن آج بد نظمی اور بے مرکزی کی وجہ سے جب جماعت کا تبلیغی شیرازہ نہ رہا تو اس کی وسیع الجینالی اور رواداری باعث صدر رحمت ہونے کی بجائے وبال جان اور رحمت بن گئی۔ وقتی حالات سے پیدا شدہ صورت حالات کے گوشے گوشے کو نہ سمجھنے سے نہ بچا سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فرقہ جات باطلہ کو گنجائش اور سمائی مل گئی۔ اب جبکہ ایڈوٹنظیم قوموں کے لئے بقا و حیات کا درجنہ رکھتی ہے۔ اور بے نظمی، انتشار و انفرادیت بلا مبالغہ موت و فنا کے مترادف ہے۔ تو ایسے وقت میں بھی یہ جماعت اہل سنت اپنا شیرازہ اس قدر بکھیر چکی ہے۔ کہ اس پر لفظ جماعت کا اطلاق ہی ناجائز ہے۔ یہ برائے نام جماعت ایک آوارہ بھٹیک کی حیثیت میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ نہ یہ کسی سے سمجھے۔ اور نہ کوئی اسے سمجھا لے۔ درحقیقت یہ عجیب طرح کی افراتفری میں مبتلا ہے۔ ایسے حالات میں اسے جو بھی لوٹنا چاہے لوٹے۔ اور جو بھی بہکانا چاہے بہکائے۔ ہر لوٹیٹیکل کھلاڑی کے لئے یہ ایک عمدہ فیڈ ہے۔ اس کے مفاد کو قربان کر کے مرتب اور مناسبت حاصل کئے جاتے ہیں۔ ہر مذہبی موجد کے واسطے یہ ایک عمدہ شکار گاہ ہے۔ اور بنا بنا یا ذخیرہ ہے۔ جو بھی دعویٰ دار اٹھے اس کا ایک حصہ بے تکلفی کے ساتھ اپنی پیروی اور اقتدار کے لئے چھانٹ لے۔ اس کا نہ کوئی نظام اور نہ کوئی پروگرام اس کے افراد تبلیغی بے مرکزی کے سبب لاوارث، آوارہ اور مخالفین کے اعتراضات سے ذلیل و عاجز۔ بلکہ ہرنئے نئے کو قبول کرنے کے واسطے آمادہ اور تیار ملتے ہیں۔

جماعت اہل سنت کے ذمہ دار و اہل خدرا اب بھی سنبھلاؤ سنبھالو جماعتی زندگی کی طرف رہبری کر کے اپنی جماعت کی خودی بیدار کرو۔ اسلامی اصول اور اسلامی عقائد اور اسلامی مسائل پر اگرو یا ان میں کچھ اپنا پیو نیچوڑ کر لوگ اپنا لیس لگا لیتے ہیں۔ پھر ان کو اپنی طرف سے پیش کر کے اپنی خود نمائی کرتے

پھرتے ہیں۔ تم دوسروں کی تعریف و مدح سرائی اور ان کی خوبیوں کو سراہنا چھوڑ کر خود اسلام پر عمل کرو۔ اور اسلام پیش کرو۔

مشترک مفاد۔ پہلے اسلامی انجمنیں منظم ہو جائیں۔ پھر بین الاقوامی مسئل کی باری آئے گی۔ بفضلہ تعالیٰ اس موقع پر بھی جماعت اہل سنت اپنی روایتی رسداری اور فراج دلی کا ثبوت دے گی۔ شیعہ اور مرزائی فرقہ کو جس قدر گمراہ اور اضل سمجھیں پھر بھی دیکھنا ہوگا کہ کس مشترک مطالبہ بس مشترک پلیٹ فارم اور کن شرائط کے تحت ان کے ساتھ تعاون اور مشترک عمل ہو سکتا ہے۔ اور ملکی حقوق اور ملکی مطالبات کے مشترک پلیٹ فارم پر غیر مسلم اقوام کے متعلق ہمارے فرائض کیا ہیں۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ ہمارے کئی افراد مشترک پلیٹ فارم پر پیش پیش ہونے میں تو ان کو اپنا جماعتی پروگرام کلیتہً فراموش ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے جن افراد کو اپنی جماعت کا قدرے احساس ہے۔ انہوں نے مشترک پلیٹ فارم کو قطعاً نظر انداز کر رکھا ہے۔ الغرض نہ تنگ نظری میں کوئی ہمدردی اور نہ وسعت نگاہ میں اقبیاز۔

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہ بنے
تعمیر کی پروہ ارام۔ جب بھی اصلاح و تنظیم اہل سنت کا ذکر ہو۔ تو مسلمانوں کے اس طبقہ کا ذہن جو سیارے سے کسی قدر دلچسپی رکھتا ہے۔ فوراً محض عقائد کی ایسی مجدد آویزش اور غیر ضروری بلکہ فضول مسرد و نیت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جس کی متعل سیاسی فضا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس تحریک کا نام سن کر وہ طبقہ بے وقوف ہو جاتا ہے۔
ٹھیک اسی طرح جب کہی سیاسی تحریک کا تذکرہ ایسے افراد اہل سنت

کے سامنے کیا جائے۔ جو ذرے ندی شرف رکھتے ہیں۔ تو یہ لوگ اپنے جماعتی انتشار اور انحطاط کو دیکھ کر ادویہ سمجھ کر سبیل پر جاتے ہیں کہ جب ہمارا کوئی جماعتی نظام ہی نہیں تو کیا کسی حقوق اگر مل بھی گئے تو ہمارے کس کام کے؟

ان حالات میں ہماری پالیسی یہ ہے۔ کہ ہم اپنی تحریری و لفظی مساعی کو عقائد کی بحث تک محدود رکھیں گے بلکہ مخالفین کے بالمقابل دعوت و مدافعت کے علاوہ جماعت اہل سنت کے تنظیمی اور تعمیری پروگرام کے نفاذ و ترویج پر یورپی قوت صرفا کر دیں گے۔ ٹھیک اسی طرح، جس طرح سکھ پنڈت اور آریہ سماج نے بیک وقت کھنڈن اور منڈن کا کام ہاتھ میں لے رکھا ہے۔

راہِ نجات بس یہی ہے۔ کہ ایک مضبوط مرکز کے ذریعہ افراد اہل سنت کو شہرعی اور مضافاتی جماعتوں میں منظم کیا جائے۔ زندگی کے ذمیوی شعبوں میں ان کی رہنمائی کرنے کے ساتھ مخالفین کے حملوں سے ان کی حفاظت اور سرپرستی کی جائے۔ آج یہ چیز فرضِ عین ہے۔ یہ تمام اغراض سے بالاتر غرض ہے۔ آپ تیمم کی پیدائش کرتے ہیں۔ جو بلاشبہ ایک مشتمن امر ہے۔ مگر ان کے ایمان کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں کرتے۔ تیمم ہماری اداد اور ہمارے اردو پے سے پڑھ کر ایم۔ اسے کراغیہ کے ہاتھ پڑھ جاتا ہے۔ اور خواہ کا بڑا حصہ اپنے مرکز میں دینا جو ہمارے خلاف استعمال ہوتا ہے۔ فرمائیے ایہ مارا سہ سہتیں آپ نے پالایا نہیں؟ تیمم کا سوال نہیں۔ میں تو کہوں گا۔ جب تک کہ اپنی تربیت اور تحفظ عقائد

کا اہتمام نہیں اپنی اولاد کی تولید اور پیدائش کا سلسلہ کھی ملتوی کر دیا جائے۔ کیا مسلم نون سے ایک کافر وجود کی موجودگی کی نسبت اس کی غیر موجودگی بہتر نہیں؟

حقیقت

انجیل پر وحی

(از محترم سرور احمد خالصا چستانی)

محترم سرور احمد خالصا کے سرور احمد خالصا کا دوسرا حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ (مؤلف)

جماعت اہل سنت کے علمبرداروں ہاتھیں کوئی پرواہ نہیں۔ کہ تمہارے کہنے اور تمہاری برادری میں سے کتنے نتیجہ بندہ کتنے مرزائی بنے۔ اور کتنے وہی رہے۔ باقی کتنے اس حالت میں کہ ذرا کہیں سے کوئی تحریک ہو۔ کوئی دعوت آئے۔ تو وہ تمہاری بے مکنزی، بد نظمی، اور جماعتی انتشار کا شکار ہو گئے۔ گمراہ ذرہ جات کے محض نظام اور انتظام کا شکار ہو رہے ہیں۔ ورنہ کسی صحیح عقیدت والے کو بجا کے خود ایک صحیح عقیدت والے انسان کے لئے بھی ان قدیم و جدید مذاہب میں کیا کشش ہو سکتی ہے۔

مثلاً شاید فرقہ کا پروگرام دیکھتے۔ ساری عمر خلافت اور باطنی فدا کے جھگڑے کی بنا پر حضرات خلفائے راشدین کے حق میں بدگوئی کرنا۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو شکست کا ناکہ دے کر معرکہ کربلا سے پامردی اور استقامت کا سبق لینے، اور ان کو بدعینہ ایک پیش کر کے بجا کے ساری عمر رونا و صومنا ان کا مشغلہ ہے۔

غور کیجئے! جس خلافت کے متعلق ٹھیک موقع و محل پر حضرت علیؑ جلیلا بڑی

اور بہادر اور نقول شلیعہ و عویہ از خلافت خود تو خاموش اور روادار رہے۔ لیکن
تیرہ سو سال گزر جانے کے بعد ایسے اشخاص جو عام طور پر ظہارت عامہ سے بھی
عاری ہوں۔ بڑی جسارت کے ساتھ خلافت کا جھگڑا چکالے میں مصروف نظر
آتے ہیں۔ ان سے کوئی نہیں پوچھتا۔ کہ تیرہ صدیوں کے بعد تم نے یہ کیا مذاق
بنارکھا ہے۔ اور اب تم چاہتے کیا ہو۔ اگر یہ کوئی جھگڑا تھا۔ تو اس کے پھانے
کا وقت وہی تھا۔ کہ خود جناب حضرت علیؑ تلوار اٹھا کر بطور دعویٰ رکھڑے ہو
جاتے۔ ان کے سامنے ان کی موجودگی میں ایک کے بعد دوسری، دوسری کے
بعد تیسری پے درپے بین خلفتوں قائم ہوتی رہیں۔ مگر وہ خاموش رہے۔ ان
کو کیوں اتنا ہزدل بناتے ہو۔ کہ وہ اتنے عرصہ میں اپنا دعویٰ لے کر کھڑے نہ ہو
سکے۔ اور اگر انہوں نے اس وقت اختلاف و مخالفت مناسب نہ سمجھی۔ تو تیرہ سو
سال کے بعد تم نے یہ کیا بے وقت کا شور مچا رکھا ہے۔ بقول آپ کے انہوں نے
علین وقت اور تحیک موقع پر توفیق اختیار فرمایا۔ لیکن ان کے عمل کے خلاف ہی
وقت تم کو توفیق چھوڑنے کا کون سا حسن موقعہ لاحق لگا گیا ہے۔ جب کہ نہ خلافت
ہے نہ خلیفہ۔

صلح کے لئے اور بالآخر نفع و نفع کرنے کی خاطر اگر ہم آپ کی حمایت کرنا
چاہیں۔ تو اب کون سی خلافت خالی ہے۔ اور آپ کس صاحب کو مسند خلافت
پر بٹھانا چاہتے ہیں؟ یا صرف بدگوئی کے لئے یہ شغل ہی آپ کو مرغوب ہے؟
درحقیقت حضرت علیؑ حضرات خلفاء کی خلافت کے روادار تھے۔ اور یہ ...
خلافتیں ان کو منظور تھیں۔ ورنہ توفیق اگر اتنا محبوب عمل تھا۔ تو حضرت امیر معاویہؓ
کے وقت کیوں اختیار نہ کیا گیا۔ اور ان کے خلاف کیوں کھلم کھلا لڑائی منظور

کر لی گئی۔

ابیر معاویہ کے حق میں بھی خدا معلوم ہم لوگوں کے کیا کیا خیالات ہوتے۔
 لیکن خود حضرت امام حسین نے ان کی بیعت کر کے معاملے کی اہمیت بالکل مٹا دی
 اب آپ امام حسین کو کیا کہیں گے۔ شاید آپ ان پر بھی تفتیہ کا الزام دیں۔ لیکن
 امام حسین نے اپنی عقیدتی جمعیت کے باوجود تفتیہ کی آباہی سنت کیوں چھوڑ دی
 حالانکہ وقت کی نزاکت اور مصلحت کے لحاظ سے ان کو تفتیہ کی سخت ضرورت تھی۔
 باغ فدک کو جناب علیؑ نے اپنے درخلافیت میں بھی واپس نہ فرمایا۔ گویا
 خلفائے ثلاثہ کی طرح بقول آپ کے وہ بھی اس جرم کے ترکیب ہی بنے۔
 دیکھئے! اور غور کیجئے! جناب علیؑ اور حضرت امام حسینؑ و حسینؑ نے خود اپنے
 عمل سے شیعہ لوگوں کے ایک ایک عنوان کو کس خوبی اور کس صفائی سے توڑ
 دیا ہے۔ رہی حضرت امام حسینؑ کی شہادت۔ اللہ تعالیٰ ان کو مبارک کرے
 انہوں نے تفتیہ کو منافقت سمجھا۔ حق پر اڑے اور مردانہ دار اڑے۔ "شہادت"
 اسلام میں ایک بلند ترین مقام ہے۔ اس واقعہ کو بھی اپنا اصلی درجہ ملنا چاہیے
 نہ کہ اپنی شہس کی خاطر ان کو ذلیل، عاجز اور در ماندہ دکھا کر ان کی شکست،
 اور عاجزی کا مظاہرہ ضروری سمجھا جائے۔ اور ایک ہی بات کو بار بار دہرا کر
 مذہب کو محض رونے دھونے تک محدود کر دیا جائے۔ کسی نے سچ کہا ہے: "کہ
 یہ مذہب صرف ماضی کو رونے والا مذہب ہے۔ اس کا کوئی مستقبل نہیں۔"
 اسلام اپنی اشاعت اور اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے کرائے کا طالب ہے۔ مگر
 اس مذہب کے پیروں کو حضرات خلفائے نظام کے حق میں بدگوریا کرنے
 اور امام حسینؑ کو عاجز اور بے بس جان کر ان کے حق میں رونے دھونے سے

فرصت نہیں۔ سالوں پہ سالوں، اور صدیوں پہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ لیکن ان کی
 مصروفیت رونے سے آگے نہیں بڑھتی۔ اور نہ آئندہ بڑھے گی۔ حضرات اہل
 بیت کی بستی زیادہ تو رہن و ذلت بیان کی جائے آئی زیادہ ان کی مجلس گرم اور
 بارونق ہوتی ہے۔ ڈاکر وہی کامیاب رہتا ہے۔ جو خاندان نبوی کو زیادہ دلیل
 زیادہ بے بس اور زیادہ عاجز بیان کرے۔ الغرض اہل تمام گورکھ دہندے
 میں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کوئی کام ہو۔ تو شرکت کی جائے۔ کوئی تجویز
 ہو تو حمایت کی جائے۔ اس فرقہ میں ہے کیا؟ صرف داعی گریہ داعی بد کوئی۔
 کیا یہ مشاغل مذہب کھلانے کے لائق ہیں؟ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ! یہ
 دستنامہ کہ دلائل ہے طاعت باسند

مذہب معلوم والی مذہب معلوم
مرزا سمیت مختصراً اور محض مختصراً مرزا سمیت کو نیچے۔ اس میں سب سے بڑا لڑکھا
 دعویٰ یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب (خدا نخواستہ) ہی تھے۔ اور ان کی سب سے لڑکھی
 تعلیم یہ ہے کہ ہما و ملسوخ ہے۔ ورنہ باقی عقائد اور مسائل اسلام کے متعلق اس
 جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ان مسائل اور عقائد کی سابقہ اختلافی صورتوں میں سے
 کسی ایک کو قبول کر لیتی ہے۔

اپنے ممتاز مسلک کا تبلیغ جہاد کی تاویل میں تو حالات حاضرہ سے مجبور ہو کر ان
 کے پیروں نے ابھی سے شروع کر دی ہیں۔ البتہ ایک بڑی خدمت یہ بیان
 کی جاتی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی خبر دے کر انہوں نے الوہیت
 مسیح کی جڑ کاٹ دی ہے۔ حالانکہ اس قسم کی خبریں ۱۲۰۰ سال سے قرآن کریم
 نے مکمل طور پر کاٹ کر رکھ دی ہیں۔ حیات و ممات کے مسئلہ کو خواہ مخواہ الوہیت

کی جڑ نر دسے دیا گیا ۔۔۔ اپنی نبوت کا راستہ صاف کرنے کے لئے توبہ شک کا
 یہ ایک بہت ہی عمدہ اور مفید عنوان ہے۔ لیکن فی الحقیقت الہییت کی جڑ کاٹنی
 کھنی تو عیسیٰ علیہ السلام کا باب ثابت کرنے کے لئے چند الہامات حاصل کر لئے
 جاتے۔ پھر اوقافہ ہی آگے تھا۔ "نہ رہے بانس نہ کچے بانس مرق"۔ الہییت کا تختہ لٹا تو
 پیدا ہی اسی تقیید سے ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باب کوئی انسان
 نہ تھا۔ اسی وجہ سے حضرت نبی کریم علیہ السلام کے حمل میں عیسیٰ نبی لوگ خدا تعالیٰ
 "جنم اور اور نعوذ باللہ لطفہ وغیرہ کی مراد اور تہ نہ لیتے ہیں۔ اور اسی لئے تو حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا حقیقی بیٹا لقبین کرتے ہیں۔ اور پھر اسی حقیقی بیٹے کی
 قربانی سے "کفارہ" کی اہمیت بڑھائی جاتی ہے۔ تین میں ایک اور ایسا ہیں
 تین کا ناقابل فہم اور مضحکہ خیز فلسفہ محض اسی تقیید کی پیداوار ہے۔ حیرت ہے
 اتنی موٹی جڑ تک تو مرزا صاحب کی نگاہ نہ پہنچی۔ اور وہ صرف اپنا پاؤں ٹکائے
 کے لئے ہیانت و ممانت جیسے خیر اہم عنوان سے بہل گئے۔ اپنی ساری عمر اور
 اپنی نبوت کا سارا اور اسی مسئلہ پر صرف کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نبوت ہو گئے
 ہیں۔ اور میں غلطی امروز کی تشہیر تھی اور غیر تشہیر یعنی، مستقل اور غیر مستقل وغیرہ
 وغیرہ نظریہ کا بھی ہول۔ ان دعاوی کا متعلقہ لٹریچر بہت وسیع ہے۔ اس میں
 نبوت کی تائید و تردید کا بہت بڑا رسالہ اور میگزین جمع ہے۔ غلطی اور تشہیر دعاوی
 کا جو لہا پہلو سے لو۔ اس میں اس کی حمایت و تردید دونوں موجود ہیں۔ دونوں
 مرزا کی پارٹیوں کے مباحثے مرزا صاحب کے گول مول الہامات اور اقوال پر دلالت
 کرتے ہیں۔

بہر حال ہیانت و ممانت عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا صاحب سے سرسید جیسے اولین

دسابقین کی کاسہ لیبی ضروری سمجھی اس کے ساتھ دعویٰ نبوت بھی جڑویا۔ لیکن ولادت
 مسیح کا معاملہ مرزا صاحب کے زیر غور آ ہی نہ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ اتنے شور
 و غوغا کے باوجود اپنے تجویز کردہ جدید رنگ میں اور پوری معیار پر مسیح کی
 الوہیت شکنی کا کام سرانجام نہ دے سکے۔ اس لحاظ سے تو لاہور کی جماعت کے
 امیر زیادہ دانشمند اور زیادہ ہوشیار نکلیے۔ "پدرنتواند پر تمام کند" جوں
 توں کر کے اسرائیلیات وغیرہ سے عیسیٰ علیہ السلام کا باپ یوسف بخار ڈھونڈ ہی
 نکالا۔ اسے کہتے ہیں الوہیت کی بڑ کاٹنا۔ گو اس طرح سے قرآن شریف کا
 صریح انکار ہوتا ہے۔ لیکن الوہیت مسیح کی بڑ ضرور کٹ جاتی ہے مگر ان
 کی اس ساری عرق ریزی کو صرف تحقیق کا درجہ دیا جاسکتا ہے جسے ایک دوسرے
 محقق فوراً تسلیم کر سکتا ہے۔

دراصل یہ ولادت مسیح کا مسئلہ مرزا صاحب کی وحی اور چند ایک الہامات
 کا بہت محتاج اور پیاسا تھا۔ مگر وہ اپنی نبوت کی جدوجہد میں اتنے مصروف
 ہوئے کہ مقصد نبوت پر چندال توجہ نہ دے سکے۔ اور یہ نہ سوچا کہ کس عنوان
 پر وحی والہام "انروائے" کی سب سے مقدم اور سب سے زیادہ ضرورت ہے
 یہی وجہ ہے کہ یہ مسئلہ الہامی اداد سے قطعاً محروم رہا۔ اور اگر مرزا صاحب کے
 تجویز کردہ رنگ کی الوہیت شکنی فی زمانہ ضروری ہے تو ایک صاحب الہام کی ضرورت
 بدستور باقی ہے (سو وہ بھی اب پوری ہوگی) حقیقت یہ ہے کہ الوہیت شکنی تو
 صحیح ہو۔ لیکن امت محمدیہ کی وحدت شکنی ضرور ہوئی۔ مرزا صاحب کے دعویٰ
 نبوت سے مخالفین کی وہ دیرینہ آرزویں اور مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ جو ان کی
 مسلسل اور متواتر متحدہ کوششوں سے پوری نہ ہو سکی تھیں۔ جس پر عظیم ماحول

ملک اور جس علاقہ کے مسلمانوں سے مخالفین کو واسطہ پڑا وہ ایک خدا اور ایک نبی اور ایک قرآن پر متحد پائے گئے۔ اسی وحدت نے مخالفین کو بہت ہی پریشان کر رکھا تھا۔ اب مرزا جی کے دعاوی، ان کے وحی اور انہماکات و غیر مہمات کو قرآن کے برابر کا درجہ حاصل ہے۔ اور مرزا نے حسب اپنے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ اجرائے نبوت کا پچھانک کھول کر ملک ملک اور موضع موضع کے لئے نبوت کا امکان پیدا کر دیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ خود کوئی فائدہ نہ اٹھائے۔ اس طرح انہوں نے بخیال خود اسام کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔

”تغویر تو اسے چرخ گردوں تھرا“

آریہ سماج۔ اسی طرح آریہ سماج کو دیکھو! بیشک اس نے تو بہت بھی ٹوڑے کر ڈروں و پوتاؤں اور بتوں سے چھپا چھپڑا سب سے بڑی بڑی منتر لیں بھی لے لیں مگر بالآخر درج و بارہ کو خدا تعالیٰ کا نام عمادِ عمیر مخلوق مان کر اڑا بیٹھی۔ ہمارا خیال ہے۔ کہ جماعت اس مقام پر پہنچنے کے واسطے کٹھمری ہے۔ اور دم لے رہی ہے۔ یہ کھمراٹھے کی۔ یا کوئی اور سوامی ایک اور پلا دے کر اسے اس سلاخی حدود میں پہنچا دینگا۔ اور یہ امر محال نہیں۔ دیکھئے اس سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں کسی کے دماغ میں یہ بات کب آسکتی تھی۔ کہ ایک تہا ایسا آئے والا ہے۔ جب کہ ایک ایک آریہ نوجوان بسرا جلاس کھام کھلا محمود غزنوی کے فرائض سر انجام دینے لگا جائے گا۔

نور سوامی دیانند نوری انویاب و خیال میں بھی نہ آیا ہوگا۔ کہ ان کی وفات کے فوراً بعد بیوہ عورتوں کے باقاعدہ نکاح ہونے لگے جائیں گے۔ اور دھڑلے سے ان کی ساداویاں شروع ہو جائیں گی۔ عورتوں کو دراشت لے گی اور پلان لیا

پس ہونگے۔

درحقیقت انسانیت نے فطرتی مذہب کو تلاش کرنا ہے۔ اور آریہ سماج کے لئے تو پیننرل بہت کھنڈی رہ گئی ہے۔

آج ہماری بات محمود غزنوی کے عمل کی طرح شاید اچھی نہ لگے۔ لیکن سوامی دیانند کی مانند ان کا کوئی اپنا ریفارم ضرور ضرور مزید ریسری کر لگایا۔ پھر بھی بات یہ ہے کہ اندر اندر تو عہد کے واسطے کون بے تاب نہیں۔ صرف حالات اور حدود نے پھنسا رکھا ہے۔ لیکن ظلم یہ ہے کہ یہ جماعت ابھی سے موحد کہلانا چاہتی ہے۔

روح و مادہ کو خدا تعالیٰ کا ہم عمر و ہم عصر اور غیر مخلوق مان کر بھی اپنے آپ کو موحد اور اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک کہنے کی دعوت دے اور شتم بالائے سنتم یہ کہ یہ جماعت اس بات پر بھی مصر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کا تخیل اور تصور اسلام کے تخیل سے بڑھ گیا اور بالاتر ہے۔ حالانکہ ایسے مشترکانہ عقائد رکھتے ہوئے تو حید باہمی تعالیٰ کا دعوت دے مونا درحقیقت عقیدہ توحید کا منہ چرانا ہے۔

بت کریں آرزو سدا ہی کی شان تیری کب سربانی کی

عیسا عیسیٰ۔ پھر عیسا ہیوں کو دیکھو۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کو صاحب عیال و اطغان خیال کرتے ہیں۔ اور پھر بھی جانتے ہیں کہ موحد کہلا سکتے ہیں۔

یہ ہے ہمارے نواحی مذہب کی کیفیت و کائنات باہمی ہمہ یہ نرفے اپنے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے صرف کرتے ہیں۔ عیسا ہیوں کے سکول اسپتالیں اور دفاتر نے ایسے مشنریوں سے بھرے پڑے ہیں جنہوں نے ان میں اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں۔ بلا انکیا مذہب و ملت درلہن کا پشاپ و پاخانہ تک اپنے ہاتھوں پر رکھ کر اور اپنی انتہائی خدمات پیش کر کے یہ لوگ

میں خدا مندانے کے آرزو مند ہیں ۔
 مسلمان کس طرح گمراہ ہوتا ہے ۔ ادارہ اور غیر منظم مسلمان اپنے مرتبہ
 اور اپنے مقام سے ناواقف مسلمان جب ان گرامنگر لظاہر منظم جماعتوں کے
 ذوق و شوق ، پیوستہ چرچے ، پراسگندہ سے ، ترقی نہیں ، فیصلہ و انتظام
 نڈوسرمانے و کھیتا ہے ۔ تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں ۔ جب شیعہ کہ
 زار زار روتا دیکھتا ہے ، آریہ مرزائی کی طراری پزنگاہ کرتا ہے ۔ عیسائی مشنریوں
 کی مخلصانہ خدمات سے اس کا واسطہ پڑتا ہے ۔ اور ادھر ادھر سے جماعتی ایجنسی
 بے مرکزی ، ادارگی ، جمود و بے حسی ، رسم و رسوم اور قبر پرستی کے مشعلے دیکھتا
 ہے ۔ تو یہ خالی الذہن بندہ خدا نکورہ جماعتوں کے حق میں تحسین و آفرین اور
 واہ واہ پکارنے لگتا جاتا ہے ۔ اس وقت اس کے منہ پر یہ مندرجہ عداوت آتا ہے
 بس ایک ہی بلوٹے ہیں یہ بن گیا سوڑا
 دو اس امر سے ناواقف اور بخیر ہوتا ہے ۔ کہ میں خود کیا ہوں ۔ اور کس منقلب ہوتے
 کا مالک ہوں ۔

۶۔ دعوایِ شکر

(از: مہتمم مرکز)

یہ مضمون مستقل ڈیکٹ کی سورت میں شائع ہو چکا ہے۔ (موتلف)

میں بلاناہیوں ان کو مگر اے جذبہ دل!
ان بن جانے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

نصبِ اعین۔ مقصد ہماری مساعی کی بنیاد، ہماری جدوجہد کی روح، ہمارے اعمال و اشغال کی جان ہے۔ ہر صاحبِ عقل و خرد اور ہر مومند انسان کی ہر حرکت کسی مقصد کے لئے ہوتی ہے۔ دانشور کا ہر ایک کام ایک نئی نکتہ پر اور عقل مند کا ہر ایک کام کسی منزل کے لئے اٹھتا ہے۔ ایک ذی شعور آدمی اگر تعاون کرتا ہے۔ تو عزائم و مقاصد سے ہم آہنگ ہو کر۔ اور عدم تعاون کی راہ چلتا ہے تو غرض و ناسنت سے اختلاف رکھ کر جنگ و طرانی کرتا ہے۔ تو کسی مطلب کے لئے اور صلح و یغائی کرتا ہے۔ تو کسی مقصد کے پیش نظر بہر حال "مقصد" ہمارے افعال و اطوار ہماری سعی و کوشش کے وسیع دائرے کا مرکز ہے۔ اور ہماری تمام تر عملی قوتیں باجمیع سرگرمیاں اس مرکز کے گرد چکر کاٹی رہتی ہیں۔

آج ہم ایسے میدان میں ہواں قدم قدم پر مشکلات اور سبب آزا کیفیتیں ہیں۔ جہاں زندہ ذرہ ذہن جان، اور قطرہ قطرہ سم قاتل ہے۔ ہاں اور میدان جہاں دن بھر انہول کی سرور کی بادِ سموم چلتی ہے۔ جہاں ہر شب غیروں کے

قر و عناب کی بجلی گرتی ہے۔۔۔۔۔ قدم رکھتے ہیں۔ آخر ہمارے سامنے کوئی مقصد ہے۔ ہمارا نصب العین ہے۔ ہم اپنے نصب العین کو چھپا چھپا کر رکھنا اور اپنے آپ کو مشکوک و مشتبہ بنانا نہیں چاہتے۔ ہم ضرورت فتنوں کو مرتے ہیں۔ کہ اول قدم پر اپنے مقصد و مدعا کو کھول کر بیان کر دیں۔

مذہب۔ آخرت اور آخرت کے ساتھ دنیا کی فوز و فلاح کے لئے آسمانی آئین و قوانین اور ربانی قواعد و ضوابط کا نام مذہب ہے۔ مذہب دونوں جہان کی کامیابی و کامرانی کا ضامن، دین کی نجات و فائز المرامی کا ذمہ دار ہے۔

آج ماوراء پرست مغرب عموماً مذہب سے بغاوتنا پدیر ہے۔ مشرق میں بھی مغرب زدہ طبقہ مذہب کو راہ ترقی میں مانع، اور شاہراہ ترقی کا سب سے گراں سنگا راہ سمجھتا ہے۔ یہ مذہب کا دعویٰ کرنے والوں کی بد اخلاقی و بد انسانی، مذہب سمجھنے اور سمجھانے والوں کی کج فہمی و کوتاہ نظری کا خطرناک نتیجہ اور مہلک ثمرہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب تو زندگی کے حقیقی محرک و ارتقار کی تمام منازل کا سنگ بنیاد ہے۔

اسلام۔ خدا کی وسیع سر زمین پر کئی مذاہب موجود ہیں، مگر جو دین عند اللہ مقبول و منظور ہے۔ صرف اسلام ہے۔ اسلام دین نطرت ہے خدا کا اور دین و

آخرین مذہب ہے۔ عالمگیر سلسلہ ہے۔ منمنرا من اللہ شریعت ہے۔ ہمارا یقین ہے۔ اسلام کا دامن سچائیوں اور حقیقتوں کا گہوارہ ہے۔ دنیا کی سر بلندی و اہمیت اور عاقبت کی نجات و عاقبت دامن اسلام ہی سے وابستہ ہے۔

اشاعت اسلام۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اسلام ہماری کسی کئی امداد و توجیہ کا مستحق ہے؟ ہمارے گردن پر اسلام کا بھی کوئی حق ہے؟ ہمارے اوقات و سوال میں اسلام کا بھی کوئی حصہ ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر ہمیں دنیا کی عزت و عظمت

اور آخرت کی سرخروئی و سر فرازی مطلوب ہے۔ تو ہمیں جان و مال سے اسلام کی ہر ممکن خدمت کرنی چاہئے۔ اس کی حفاظت، اس کی تبلیغ و امتاعت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرنا چاہئے۔ بس یہ ہے اپنا مقصد! ہم

خدمت اسلام کا پاکیزہ مقصد کے کرائے ہیں۔ ہم امتاعت اسلام کا جذبہ کے کرائے ہیں۔ اعلیٰ کے کلمۃ الحق اور تبلیغ دین ہمارا کعبہ مقصود ہے۔

و طرفہ حملہ۔ آج اسلام جن مشکلات و مصائب سے دوچار ہے۔ اس کی تفصیل اس وقت مد نظر نہیں۔ مختصراً عرض ہے۔ کہ آج اسلام دوہری مشکلات اور دو گونہ مصائب میں مبتلا ہے۔ ضرب سے الحاد کا ایک طوفان اٹھا ہے۔ دہشت کی ایک آنہی چلی ہے۔ جس نے پیٹاروٹی اور دولت و حکومت کے نام سے اسلام پر غیہ مہرئی، غیر محسوس، مگر زبردست اور خطرناک حملہ کیا ہے۔ تعلیمی نوجوان غیر شعور کی طور پر اس سیلاب کی رو میں خس و خاشاک کی طرح بہا جا رہا ہے۔ وہ جو لڑا جوں کارل مارکس اور لینن کے اقتصاد ہی نظریات کے قریب تر ہوتا ہے۔ قدرتاً اسلامی نظریہ سے بعید تر ہوتا جاتا ہے۔ ہمارا روشن خیال طبقہ کمپیوٹرز، سوشلزم وغیرہ سیاسی اور اقتصاد ہی نقطہ نظر کی طرف جس قدر جھکتا ہے۔ لازمی طور پر ایسی قدر قدر آتی نظام حیات سے گڈا اور دولت دنیا کی ہوس میں دولت ایمان سے ہاتھ دھوئے جاتا ہے۔

آپ کہیں گے۔ کہ اس جہام میں تو سب ننگے ہیں۔ اس سیلاب میں صرف مسلمان تو نہیں رہتا۔ اس حملہ کا شکار تو سب قوم و مذہب کا نوجوان ہو رہا ہے۔ ہر دل اس سے گھٹا ہے اور سرد ناخ اس سے متاثر ہے۔ یہ سچ ہے۔ مگر یہ بھی تو غلط نہیں ہے۔ کہ اسلام کے سوا کوئی مذہب اپنا مستقل دستور حیات، پورا آئین زندگی، اور جس

کنٹر رائل نہیں رکھتا۔ اسلام کے سوا کسی مذہب میں موجودہ عمرانی مسائل و اقتصاد کی مشکلات کا حل اور عصری تحریکات کا نغمہ البدل نہیں ہے۔

اسلام ہی ایک ایسا دین فطرت ہے جس کا مستقل اقتصاد کی نظام ہے۔
 سبے بدل سیاسی نظریہ ہے۔ سبے نظیر اخلاقی تہذیب اور بے عدل برادرانہ مساوات ہے۔ سرمایہ دار کی بلوکیت، اور اقتدار ہندو پست کے ملعون بت کو اسلام کا اپنی گزرتی بری طرح پاش پاش کرتا ہے۔ سوشلزم کو اس کی ہوائی نہیں لگی تقسیم دولت کے جو اصول قرآن نے وضع کئے ہیں۔ سخت نکرہ پر حلوہ فرما سرور کائنات عیہ السلام نے اپنے جگرہ میں کھجور کا پورا یا چھچھا کر اور مسجور نبوی میں نماز مؤثر سے پہلے پہلے سونے چاندی کے ذخیرہ دار کو پوری شان استغناء کے ساتھ اپنی ہمتا ہمتا میں لٹا کر جو اسوہ حسنہ پیش فرمایا ہے۔ لیکن اور اسٹالین اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور خلفائے راشدین نے اپنی پیچیدہ پر لوجیا ہٹا کر قوم کے بھجور کے کپوں کی شکم پری کر کے جو عمدہ نمونہ ہمارے سامنے رکھا ہے کیا روس اور جرمنی کے ائمہ ضلالت اس کا تصور بھی کر سکتے ہیں؟
 غیر مسلم لو جو ان اگر شرمی انکار و اسوار کو قبول کرتا ہے۔ تو وہ محدود ہے وہ تخی دستا و تخی واسن ہے۔ ان کا اپنا گتہ اس سرمایہ سے خالی ہے اس کی تہذیب ان نصاب میں اس کا ساتھ نہیں دیتی۔ اکیلا چھپر ڈرتی ہے۔ ان کی سوسائٹی کے پاس موجود مشکلات کا کوئی حل نہیں ہے۔ ایکسا ناوار اور قلاتاں محدود گداگر کسی کے آگے دست سوال دراز کرتا ہے۔ تو کیا بڑا کیا ہے؟ لیکن اگر مسلمان اپنے کمال دین کو چھوڑ کر شخصیت کے اسوہ حسنہ کو پس پشت ... تو ان کو یہ تہذیبیں گتوں گتیاں ہے۔ لیکن داغ بیل کا حلقہ بگوش ہوتا ہے۔ تو کیوں! سرف

ہیں لئے۔ کہ اسلامی تہذیب اور قرآنی تعلیم سے یہ طبقہ بے خبر ہے۔ مثلاً اور سو یعنی
 لیکن مسائل کی تصنیفات کے مطالعہ سے اسے کبھی فرصت نہیں ملی۔ کہ قرآن
 حکیم اور سیرت نبی کریم پر ایک نظر تحقیق ڈالے۔ اور علماء کرام کی طرف سے اس
 طبقہ کو ان مشکلات سے نجات دلانے۔ اور اسلام کے نظری نقطہ نظر کو پیش کرنے
 کی عمومی کوشش نہیں کی گئی۔ کالج کے چکر میں پلنے والے اور صاحب کے دفتر
 میں مرنے والے روشن خیال "نوجوان" پر اس قدر افسوس نہیں۔ جس قدر ان
 جیروں اور پیر علماء حق پر ہے۔ ایک اندھا اگر کٹوٹیا میں گر جائے۔ تو قابلِ علامت
 نہیں۔ کیونکہ آخر اندھا ہے۔ لیکن وہ آنکھوں والا ضرور ماخوذ مسئلہ ہے۔ جس
 نے اس اندھے کو کوئیں کی طرف جاتے دیکھا۔ مگر نہ روکا۔ گرتے دیکھا، مگر نہ سنبھالا
 دوسرا طوفان۔ دوسرا طوفان جو صرف اسلامی دنیا میں آیا ہے۔ اس نے روح
 مذہب اور نجاتِ آخرت کے عنوان پر اسلام پر حملہ کیا ہے۔ یہ مصیبت پہلی مصیبت
 سے بالیقین زیادہ ہے۔ اگر اس نے قلبِ دماغ کو متاثر و ماؤف کیا ہے۔ تو اس
 نے رگ جان کاٹ کر رکھ دی ہے۔ وجود ہی ختم کر دیا ہے۔ اور اس اعتبار
 سے بھی ملت اسلامیہ کے لئے زیادہ ضرر رساں اور نقصان دہ ہے۔ کہ اس
 حملہ کا شکار صرف مسلمان ہی ہوئے ہیں۔ اور اس فتنہ کے سدباب کی کبھی کوئی
 مستقل اور منظم جدوجہد نہیں کی گئی۔ منظم جدوجہد اور مسلسل سعی و کوشش تو
 پہلے حملہ کی روک تھام کے لئے بھی نہیں کی گئی۔ تاہم علامہ اقبال مرحوم علامہ
 سید سلیمان بروہی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی
 اور چند عظیم رجسٹرڈ جیلر ہستیوں نے اس سیلاب کے آگے بند باندھنے۔ اور نوجوانوں
 کے کاروانِ حیات کا رخ بدلنے کی کامیاب کوشش کی۔ جن کے بارِ احسان

سے ملت اسلامیہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ مگر حسرت و اندوسوں اور سرتشا و حجب کا مقام ہے۔ کہ دوسرے طوفان کے بند و بست کے لئے اس قدر افرادی کوششیں بھی بروئے کار نہ آسکیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ناقابل وید اور ناقفہ بہ صورتاً حالات پیش نظر ہے۔

صورتِ حالات۔ ہم دیکھتے ہیں کہ صحیح اور صحیح مسلمان جسے اصطلاح پیرسنی کہا جاتا ہے۔ آریہ عیسائی، مسیحیہ، سرائی سے پلیٹ فارم ہو یا پیرسینا ہر جگہ مار کھار رہے۔ ان غارت گران ایمان کے بالمقابل فرزند ان نو حید کی امت خیر آدرحالیہ سنت کی جماعت حق آج ایک ذخیرہ کی حیثیت میں رہ گئی ہے۔ اس ذخیرہ سے کچھ مرزا بنی اور شیخہ کے جاتے ہیں، تو کچھ آریوں اور عیسائیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ کچھ مشرق کی پھینٹ پڑتے ہیں، تو کچھ مغرب کی نذر ہوتے ہیں۔ اگر سہی نس و ہمارے ہے تو رہا کم بہن (مسلمانوں کے وجود سے دنیا جلد تر خالی لگتا رہا چاہتی ہے۔ آپ اپنے قلب کی گہرائیوں میں اس جواب دہ حقیقت کو مبدار پائیں گے۔ کہ روئے زمین پر یا کم از کم ہندوستان کے طول عرض میں صرف اہل سنت ہیں۔ جو صرف اپنی جہاننی تنظیم سے مستغنی مسلکی ربط و منبسط سے بے پرواہ اور مذہبی الجھن آرائی سے بے نیاز ہیں۔ بلکہ انہیں اپنی جان عزیز کے افتاد حیات ملی کے تحفظ، اور تبار ایمان کی حفاظت کا احساس بھی نہیں اس جوڑ و بے حسھی اور انتشار دے لٹی کا لازمی نتیجہ ہے۔ کہ یہی ایک طبقہ جو جو اپنی ذاتی خوبیوں کی بنا پر تمام فرقہ کو اپنے اندر جذب کر لینے کی قدری صلاحیت رکھتا تھا۔ آج اپنا وجود قائم اور تڑپا رکھنے کی اہلیت سے بھی پاکر محروم نظر آتا ہے۔

آج ملت اسلامیہ منتشر افراد کی ایک بھٹی کی حیثیت میں مخالفین کے رحم و کرم پر چھوڑ دی گئی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمان بے پار و مددگار مرکزیت سے آشنا، انفرادیت میں مبتلا، ہر نئے فتنہ کو قبول کرنے کے لئے خالی الذہن ستار اور تیار ملتے ہیں۔ آپ اس حقیقت سے یقیناً غافل نہ ہونگے۔ کہ اگر ہمارا جدید تنظیم یافتہ طبقہ نظم و مرکز کا طلبگار طبقہ مزارائیت کے دائم تر و پروہ و تبلیغ میں پھنس رہا ہے۔ تو جہاں دبے نچر نوجوان شیعیت کی آوارگی کا شکار ہو رہا ہے۔ اور فخر و فائقہ میں مبتلا افراد عیسائیت اور آریہ سماج کے دامن میں پناہ

کے رہے ہیں۔
ملخ حقیقت۔ آپ حقیقت کو اپنے سامنے جلوہ گر یا کر یقیناً حیران و پریشان ہونگے۔ کہ جہاں مزارائیت (قادیاپی، لاپورسی) شیعیت کے منظم تبلیغی ادارے ملت اسلام پر پھول مار رہے ہیں۔ جہاں عیسائی مشن اور آریہ سماج سماج ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ جہاں تھرڈ ہانڈ ملیں لاکھ مسلمانوں کو مرتد کرتا ہے (انگلش مین ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء) جہاں مہا سبھا صرف ہنگامہ میں پچاس ہزار مسلمانوں کو مرتد کرتی ہے۔ (۲۸ مئی ۱۹۲۶ء) جہاں صرف ویانڈر سالویشن ہوشیاری کی کوشش سے ماہ مئی میں ۶۰۲ غیر متدو دل کی شادی کی جاتی ہے۔ (پیغام صلح ۱۱ جولائی ۱۹۲۳ء) اور دسمبر میں ۲۲۸ غیر متدو دل شادی کیے جاتے ہیں۔ (پرتاپ ۱۲ جنوری ۱۹۲۳ء) جہاں حیدر آباد میں جو ایک مسلم ریاست ہے۔ ایک سال میں ۴۰ ہزار آدمی عیسائی ہوتے ہیں (قاسم العلوم سوال ۵۵) جہاں ہر ماہ ساٹھ ہزار انسان عیسائی ہوتے ہیں۔ جہاں عیسائی مشنری دسمبر ۱۹۲۲ء میں ۶ ہزار افراد کو عیسائی بنایا کرتے ہیں (پرتاپ ۱۵ دسمبر ۱۹۲۳ء) جہاں انڈیا میں پچاس ہزار مسلمانوں کو

عیسائی بنایا جاتا ہے۔ وہاں ایک جماعت اہل سنت ہے۔ جو نہ صرف کسی کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش نہیں کرتی۔ بلکہ ہزاروں نہیں لاکھوں نوجوانوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں کی ایک بھڑاس کے ہر وقت تیار رکھتی ہے۔ کہ دشمن کے پہلے ہی حملہ میں غیر مشروط طور پر ایمان کے متخیار ڈال دے۔ یہ جماعت ہلسلت ہے۔ جو فرائض دینی اور بلند خوبیوں سے آریہ، مرزائی، شیعہ اور عیسائی وغیرہ ہر ادارہ کو اس کی ضرورت اور اس کی مانگ سے زیادہ، افزودنازہ تیار ہر پہلوئی کرتی رہتی ہے۔ ان حالات میں علامہ شبلی نعمانی کس قدر بجا ثابتے ہیں۔

اب کوئی امر کفر قومی ہے نہ توحید خیال
 نہ کوئی جاوہ مقصد ہے نہ کچھ اور ذرا
 خوف ہے کہ یہ ویرانہ نہ ہو پھر آباد
 ذرے جس طرح سے جو جہنم میں اتر کے فنا
 یونہی ہو جائیگی یہ قہریم بھی خیر آباد

ان کے پروپیگنڈا، ان کے اخبارات اور رسائل کا یہی مشن ہے۔ پریس اور پلیٹ فارم سے اہل سنت کو دعوت پر دعوت اور چیلنج چیلنج دیا جا رہا ہے۔ سربراہان دامن پکڑا جاتا ہے۔ سربراہ ہمارا کیا جاتا ہے۔ گھر گھر پہنچ کر دستک دہی جاتی ہے۔ ہمارا یہ حال ہے۔ کہ سربراہ واروں سے قطعاً لٹریچر یہ تو ہمیشہ لٹریچر دولت میں نمودار سرشار وقت اور وقت کی پکار سے نمائندگی رہتی ہے۔ آپا اور اور وقتوں سے طبقہ کو دیکھئے! ہمیں کے دم سے تکتا بیفتنا کی بہت سی امیدیں رہیں۔ ہمارا سجادہ نشین درویش ہمارا افسانہ نشین ایسا ہے۔ ہمارا سندھیا نشین درویش ہمارا مسند نشین متقی ہمارا قادر کلام واعظ ہمارا اچھا پڑھا ہوا پوئلہ ہے۔ ہمارا علم گوند ہمارا لکھنؤ، ہمارا کی وہی ہمارا ہی بھیت ہمارا ہی حیرت ہمارا کی دیکھو۔

ہمارا پلیٹ فارم ہی نہیں، بلکہ طول و عرض ہند میں ہمارا پرلین نہ صرف اس
لگاتار دعوت اور پیارے چیلنج پر خاموش ہے۔ بلکہ ہماری بدقسمتی کی انتہا یہ ہے
کہ اپنے آپ کو اس کا مخاطب بھی نہیں سمجھتا۔ مخالف ہندو سنگی سے بول رہا ہے
پوری قوت سے لکھ رہا ہے۔ جسے ہمارا وہ طبقہ سننے کی تکلیف ہی گوارا نہیں کرتا
دیکھنے کی فرصت ہی نہیں پاتا۔ جسے سننا اور دیکھنا چاہئے تھا۔ جو جواب دینے
کے لئے منہ میں زبان اور ہاتھ میں قلم رکھتا ہے۔ اور اگر یہ نصیبی سے سنتا ہے۔
تو وہ حلقہ جو صحیح علم اور وسیع نظر نہیں رکھتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ مخالف کی آواز بلا مقابلہ
میدان مار لیتی ہے۔ ہمارا نوجوان طبقہ ہماری بے بسی، بے عملی، بے مرکزی اور
جمود و تعطل کا رونا روئے ہوئے بڑی آسائش سے دوسروں کے عمل و حرکت
اور مرکز تبلیغ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اقبالؒ کیا خوب کہتا ہے
کسے نجر کہ سفینے ڈبو چکی گئے فقیہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی
ہماری گئی تھی۔ اب غور سے سنئے! ہماری تمنا صرف یہ ہے۔ کہ ہم اپنا ایک مرکز قائم
کریں۔ منتشر افراد مرکز سے وابستہ ہو کر متنازع ایمان کی حفاظت کریں۔ مخالفین
کے حلقوں کا ترقیمہ بنے رہنے کی بجائے ان کی آنکھ کا کاٹنا نہیں۔ اپنی حفاظت
اور مدافعت کی قوت بہم پہنچائیں۔ اپنے عقائد حقہ سے غیر مسلم دنیا کو مستفیض
کریں۔ اختیار کو اسلام کے فرائض دامن میں لائیں۔ ہمارے مقصد کی یہی ابتدا
ہے۔ اور یہی انتہا۔ ہم اپنے حشیرا مکانات اپنی حقیر سعی و کوشش سے صرف
میں لگا دینے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہو۔

۱۔ ہندوستان کے طول و عرض میں

شکر کا استقبال
 (انہما مہتمم مرکز)

نہیں ہے نا، امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
 ڈراٹم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے سستی!
 مرکز کی پہلی آواز و دعوت تنظیم پر ملک کے گوشہ گوشہ سے پر جوش جواب ٹلا ہے۔
 کلکتہ، کراچی، پشاور اور بمبئی ہر چار طرف سے جو مخلصانہ صدائے بیدار بیدار ہے
 کان میں آئی ہے۔ اس سے اڑھی طور پر یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سخت جان ملت
 اسلامیہ کے جسدِ منجمل میں ابھی زقی حیات باقی ہے۔ اس نے ارسالہ خاکستریاں ابھی
 چنگاریاں باقی ہیں۔ یہ درحقیقت والتقدم نورہ اور نظیرہ علی الدین کا یہ کن زندہ ...
 صدائتوں کا اظہار اور سچے وعدوں کا ایفا ہے۔ ورنہ دنیا کے ہمارا ... نام و نشان
 مٹانے میں کون سی کسرا کڑا رکھی؟ شیطان نے کون سی تدبیر ہے جو عباءہ الرحمن
 کو مزید کرنے میں نہیں کی۔ کفر نے کون سا ستم ہے جو اسلام پر نہیں توڑا؟ اور
 باطل نے کون سا حربہ ہے جو حق کے خلاف استعمال نہیں کیا؟

ہوا دشمن، انصاف دشمن، نکل و خار چین دشمن
 سٹیٹس اور سٹیٹس اور دشمن، دشمن دشمن

کفر کی نلت واحدہ نے گری سازش پوری خاموشی درازداری اور بیکری و
 ہم سنگی کے ساتھ کبھی تو جمہوری حکومت اور مساویانہ تقسیم دولت کے نظریاتی
 پردے اور اخلاق و تمدن، "تہذیب و انسانیت" "تعلیم حدید" اور روشن خیالی کے
 جہاب حسن مآب میں خون آشام و خون آلود منہ چھپا کر لیا اور کبھی اپنے ملعون و مشوم
 اور مکروہ و مردود چہرہ پر اصلاح و تجدید، "تبلیغ و ہدایت" "مسیحیت و نبوت" اور
 اجتہاد و امامت کا دل فریب و حسن آفرین غانہ مل کر مشرق و غرب اور اندر و باہر
 سے نلت ابراہیم پر جو ہر زمانہ اور سفاکانہ خون مارے ہیں۔ ان کے بعد بے ایم و بے مرکز
 بے اصول و بے مقصد، منتشر و منفرد، نحیف و نیم جاں اور مفلوج و معطل اندر امامت
 کا کسی حد تک بچ جانا اگر کوشش قدرت اور اعجاز مصطفائی نہیں تو اور کیا ہے ؟
 الحمد للہ کہ تبلیغی اغراض کے لئے مسلمانوں کو جو دعوت "منظیم" دی گئی۔ ابھی
 وہ دعوت "ہمارے لب پر تھی۔ کہ صدائے لبیک لبیک" ہمارے کان میں گونج
 اٹھی۔ گو اس لبیک لبیک ہماری منککات راہ کے حل کی کوئی صورت جلوہ گر نہیں
 ہوئی۔ اس صبر آزما سفر، اس طویل مسافت میں ابھی ایک بھی ہمارا ساتھ نہیں ہوا۔
 ابھی کسی نے ہماری درفاقت کی نظر سے رنجت سفر نہیں باندھا۔ کھٹن منازل
 اور جہاں سل مراحل کو طے کرنے کے لئے ابھی ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا۔ تاہم یہ
 ثابت ہوا جاتا ہے۔ کہ مسلمان ابھی زندہ ہے۔ اور دنیا کو اسلام کی طرف بلانے
 کا عزم رکھتا ہے۔ فرزند توحید کی روح ابھی پیدا ہے اور خواہیدہ روحوں بجانے
 کا ارادہ و حوصلہ رکھتی ہے۔ خدا توفیق عمل عطا فرمائے۔ آمین۔

مرکز نظم اہلسنت کی

علاقہ اور منشاخ ملت سے

درومند اپیل

خط ناک صورت حالات
(از مہتمم مرکز)

بھری رات کا اٹنے و لو!

کیا کر دے گا، اگر سحر نہ ہوئی

تخلیفی مرکز کا فقدان۔ ہندوستان کیا، دنیا بھر میں مرکز تبلیغ کا فقدان اذیتنا افسوسناک اور بچہ ہے۔ چیرتنا افر اور عورتا نگین ہے۔ ملت اسلامیہ کے لئے ایک حادثہ عظیم اور سانحہ جلیل ہے۔ مگر میں عرض کرونگا اب تک خیر تھی۔ اب اس سے زیادہ خطرناک بلکہ مہلکا سمالات درپیش ہیں۔ اب ہماری پوزیشن نازک ہو چکی ہے۔ اب تک ہم مذوق ضمہ درتھے۔ مگر پہلے دوسرے درجہ میں — قابل علاج — اب تیسرے درجہ — لا علاج مرحلہ — کے کنارے کھڑے ہیں۔ اس مہلک مقام پر ہمارا ہی ذرہ بھر غفلت اور نیند ہمیں ہمیشہ کی تباہی سلا سکتی ہے۔

اب تک تو یہی رونا تھا، کہ ہمارا تبلیغی نظام نہیں ہے۔ مرکز تنظیم کا فقدان ہے یعنی ایک چیز موجود نہیں تھی۔ مگر اس کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ عمل مفقود تھا۔ مگر زبان چل رہی تھی۔ متاع کارواں لٹ چکا تھا۔ مگر احساسِ نسیاں موجود تھا۔ مگر اب حال یہ ہے۔ کہ اول تو خود ہمارے اندر روز بروز یہ احساس تنظیم ٹٹا جاتا ہے۔ اور جاہل تبلیغ و بنا چلا جا رہا ہے۔ دوسرے اگر کوئی سعید الفطرت بھول کر یہ صدمہ بلند کرتا ہے۔ تو اس کی زبان پکڑ لی جاتی ہے۔ اپنے پرے سب ملامت کرتے ہیں جب آج یہ حالت ہے۔ تو کل — مرکز کا قیام تو بجائے خود — یہ کلمہ خیر منہ سے نکالنے کی جرأت کسے ہو سکتی ہے سے

جو رونا یہی ہے، تو کھوپڑیوں کی آنکھیں

مجھے اب تو آنکھوں کا رونا پڑا ہے

دو طرفہ حملہ۔ صرف دشمن کا گلہ نہیں، اختیار کی شکایت نہیں۔ دوست دشمن سب مل کر گولہ باری کر رہے ہیں۔ دو طرفہ حملہ ہے۔ بعض دوست اس قسم کی سرگرمیوں کو ذرہ بندی و تنگ نظری، تفرقہ اندازی، وافتراق انگیزی سے تعبیر کر کے اپنے استہزاء و تمسخر کا نشانہ بناتے ہیں۔ منھکے اڑتے ہیں۔ محول کرتے ہیں اور بعض سیاست میں گہری دلچسپی لینے والے — احباب کے نازک و مانع پر سیاسی بیداری اور آزادی و حریت کے اس زمانہ میں — اس دور ترقی میں — اس نوعیت کی تحریکوں کا تصور بھی بارگاہ سے ہے۔ یہ اصحاب سیاسی تنظیم اور پولیٹیکل اداروں کے علاوہ کسی مذہبی مرکز اور دینی تنظیم کے وجود کے روادار نہیں۔

آپ ان اپنوں کی منطق دیکھیں گے تو برسی حسین مگر جس قدر حسین

اسی قدر بے بنیاد!

اس وقت ہم اپنے ان کرم فرماؤں سے صرف اشارہ کر کے رخصت ہوتے ہیں۔ وہ دیکھو! انارکلی ہیں آریہ سماج مندر اور برکیش اینڈ فارن سوسائٹی کی شاندار بلڈنگ۔ یہ دیکھو برائڈر محقر و ڈپر احمدیہ بلڈنگس۔ وہ دیکھو! سناتن دھرم برتی ندی سمجھا کا دفتر! ہاں! ہاں! وہ دیکھو! قاریان کا قصر خلافت اور لکھنؤ کا مدرسہ الوداع عظیم! جب ہمارے سوا مراکھ فرقہ پولیٹیکل پروگرام کے ساتھ ساتھ اپنی اپنی فرقہ دارانہ تعمیر و ترقی میں حیرت انگیز ذوق و شوق کا مالک ہے تو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ مسلمان صرف سیاسی تنظیم تک کیوں محدود رہیں۔ اور ان میں ندی جہاد و جہاد کی تنظیم اور خصوصی تنظیم کا جذبہ قلمی مفقود و ناپید کیوں ہو۔؟ جہاں ملکی مفاد، ذمیوی تحفظات اور انگریزی کی سیاسی قوت سے استخلاص وطن کے لئے پولیٹیکل جہاد ضروری متصور ہے۔ وہاں ملی اعزاز اور جہاد کی نجات کے لئے آریہ شیعہ مہزائی، اور اسی انگریز کے ندی حملوں کی مدافعت ان کی دستبرد سے اپنی حفاظت اور ان کی ترقی کا اہتمام، ضروری ہے!

نصرت اور غیر ضروری سمجھا جائے۔

اب اٹھیا اور نظر کرو! کسی بندہ خدا سے جو نہی منہ سے تنظیم تبلیغ کا لفظ نکالا۔ انہوں نے زبان پکڑ لی۔ گردن دوڑی، ہمارا ملی وجود، ہمارا تنظیمی مرکز ہمارا تبلیغی نظام تو جیسے ان کی آنکھ کا گنداسو۔ اس وقت تو اس کا تصور اور تذکرہ بھی ناقابل برداشت ہے۔ اپنی انفرادیت اور ذاتی انتشار کا یہ عالم ہے۔ کہ پیرس یا پیرس فارم سے جو بھی اس نوعیت کی آواز بلند ہوتی ہے۔ وہ دنیا میں دائیں بائیں لگے لگے ایک آواز کو بھی اپنا اور جہاد نہیں پاتی۔ مگر مخالفین کو دیکھو!

جو بھی ایسی آواز بلند کرتا ہے پنجہ جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

سہم اس اجمال کے لئے چند مثالیں منظر عام پر لائے دیتے ہیں۔
لغضل فی لن ترائیاں معزز معاصران نے علمائے اسلام سے دو مندرجہ
دینو است کی۔ کہ انہیں اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے میدان میں آنا چاہئے
اس سلسلے میں اشاعتوں میں سرورق پر جو کچھ لکھا گیا۔ اس کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

”علماء اپنے اختلافات بھول جائیں۔ کہیں ممکن ہے۔ علماء موجود و صورت
میں تبلیغ کریا بھی چاہیں۔ تو نہیں کر سکتے۔ اور اگر کچھ کریں بھی۔ تو اس کا کوئی
فائدہ اور نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ ان کے اعتقاد و استقامت قدر منصفانہ خیر معقولیت
سے اس قدر بچیدار و عقلی و فہم سے اس قدر دور ہیں کہ وہ انہیں دوسروں کے
سامنے پیش کر کے ان کو اسلام سے بدظن اور دور تو ضرور کر سکتے ہیں۔
لیکن قریب ہرگز نہیں لا سکتے“ (۲ شعبان ۱۳۲۵ھ)

”علماء کے اپنے اعتقاد و استقامت منصفانہ خیر میں۔ دوسرے مذاہب و اولوں
کے لئے ان میں کوئی جذبہ اور کشش نہیں۔ وہ غیروں کے لئے تو کیا
اپنے نوجوانوں کے لئے بھی موجب اطمینان نہیں ہو سکتے۔ عرض علماء
ان عقائد کی موجودگی میں غیر مذاہب کے لوگوں پر اسلام کی برتری اور
تفصیلت ثابت کری نہیں سکتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ تبلیغ کے میدان
میں نکلنے کا حوصلہ نہیں رکھتے“ (۲ شعبان)

”علمائے اسلام کی تبلیغ کے میدان میں نا اہلیت..... کا اظہار ہو
چکا ہے..... ایسے متضاد عقائد اور وسیع اختلافات رکھنے والوں سے
کیسے توقع کی جاتی ہے۔ کہ وہ کسی متفقہ پروگرام کے ماتحت اسلام کی خدمت

کر سکتے ہیں۔ علمائے کرام تو خود سب سے زیادہ بیمار ہیں وہ دوسروں
 کا علاج دیکھ کر کہیں گے۔۔۔۔۔ مختصر یہ کہ یہ ایک ایسا مرض مسلمانوں
 میں پیدا ہو چکا ہے۔ جس کا علاج زمینی تدابیر سے ممکن نہیں۔ اس کا علاج
 صرف آسمان سے ہی نازل ہو سکتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے
 سے کوئی مامور و مرسل ہی مبعوث ہو کر اس مصیبت سے قوم کو نجات
 دے سکتا ہے۔ پناہ بخیر اللہ تعالیٰ نے خود آسمان سے اس کا علاج
 ہمیں فرما دیا ہے۔ جو لوگ حقیقی جوش تبلیغ دل میں رکھتے ہیں۔ ان
 کے لئے صحیح راہ عمل ہی ہے۔ کہ وہ جماعت احمدیہ میں شریک ہو جائیں
 (۵ شعبان)

پھر ۳۰ محرم ۱۳۷۳ھ کی اشاعت میں ہے :-
 "احسان کچھ عرصے سے تبلیغی ادارہ کی تحریک کر رہا ہے۔ ہمارے
 نزدیک یہ شخص خیالی بات کہتی ہے۔ اس وجہ سے ہم نے اپنا ارہی میں کہہ دیا
 تھا۔ کہ معاصر احسان" کو اپنے اس مشن میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔
 مسلمان ایک دفعہ پھر کوشش اور سعی کر کے دیکھ لیں۔ کہ علماء ان کی التجاؤں
 اور گزارشوں کو کس حد تک شرف قبولیت بخشتے ہیں۔ علماء کے متعلق
 آج تک کا تجربہ اور مشاہدہ ہمارے نزدیک کافی ہونا چاہئے۔ لیکن
 اگر اس میں کچھ کسر رہ گئی ہے۔ تو وہ اب نکال لی جا سکے۔ ہم معاصر
 "احسان" کو قابل تعریف سمجھتے ہیں۔ لیکن اس وقت وہ بہت زیادہ
 تعریف کے قابل اور خدا تعالیٰ سے اجر ماننے کے مستحق ہونگے۔ جب
 خدا تعالیٰ کے قاکم کردہ اس لہام میں شامل ہو جائیں گے۔ جس کے

سوانہ کوئی نظام اور نہ آئندہ علما و با مسلم لیگ وغیرہ کے ذریعہ قائم کیا جاسکتا ہے۔"

احسان کے بعد معاصر شہباز کی ایک تحریروں کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے۔
 "مسلمان غفلت و کوتاہی ترک کر سکتے ہیں۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ جن لوگوں کو وہ اپنا رہنما سمجھتے ہیں۔ وہ ان کی صحیح رہنمائی نہیں کر سکتے ہیں وہ لوگ معمولی معمولی اغراض و مقاصد کو مسلمانوں کے اہم سے اہم توہی دہی مقاصد پر ترجیح دیتے ہیں۔ انہیں اس بات کا ذرہ بھڑکھڑ نہیں۔ کہ مسلمانوں کی تنزل و ادوار کے گڑھے سے نکلنے کی جدوجہد کرنی چاہیے۔ بلکہ ان کی ساری توجہ کا مرکز ان کی اپنی ذات ہے۔
 ... جو علما خود غرضی اور بیدردی میں اس قدر ڈبھو چکے ہیں۔ کس طرح امید کی جاتی ہے۔ کہ ان کے دل میں مسلمانوں کی ہمدردی کا جذبہ باقی ہے۔ یا وہ اس قابل ہیں کہ مسلمانوں کی صحیح طور پر رہنمائی کر سکیں دراصل یہ کام وہی ہستی کر سکتی ہے۔ جسے خدا تعالیٰ مسلمانوں کی اصلاح و ترقی کے لئے مبعوث فرمائے۔ موجودہ زمانہ میں یہ فرض جماعت احمدیہ ادا کر رہی ہے۔ کاش کہ مسلمان اپنے علماء کی حالت دیکھ کر جماعت احمدیہ کے متعلق غور کریں۔" (۲۹ / محرم ۱۳۶۲ھ)

"الحدیث" امر سر کی اسی قسم کی ایک تحریک کے سلسلہ میں لکھا ہے۔
 ذقہ اہل حدیث کون سا ہو خدا فرماتا ہے۔ حضرت علیؑ علیہ السلام کو خصال طہور اور محی اموات ماننے والے کس منہ سے موعود ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اہل حدیث یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ حضرت

عیسیٰ علیہ السلام) کچھ کھانے پینے کے بغیر دو ہزار سال سے خدا تعالیٰ کے پاس بیٹھے ہیں۔ ہم معاصر موصوف سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ..... ان مسلمانوں کی اصلاح کی کون سی صورت ہو سکتی ہے یہ تو سب "نقذہ رانقذہ کے کندیدار" کے مصداق ہیں۔ کیا تاحال کسی مصلح ربانی اور محدود و نیردانی کی ضرورت نہیں ہے..... جس کی غلامی کا جو اُپنی گردن میں ڈالنے والے تمام اندرونی کثافتوں اور آفتوں سے پاک صاف ہو جائیں۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو مبعوث فرمایا (۱۰ محرم ۱۲۶۲ھ)

معاصر "باریہ" میں ایک درو مندرانہ صدقے تنظیم کے جواب میں لکھا ہے:-
 مسلمانوں کو اتنا سوچ لینا چاہئے کہ جو تنظیم وہ آج ڈھونڈ رہے ہیں..... وہ اس صورت میں قائم ہو سکتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے جو انتظام کیا گیا ہے۔ اسے مسلمان قبول کریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آ کر مسلمانوں کی کامیابی کا راستہ کھول دیا ہے۔ جس پر عمل کر رہے مندرل معذور پتہ پہنچ سکتے ہیں (۱۴ سوال) معاصر "مسلمان" (موجودہ کوثر) نے لکھا ہے:-

ہم اپنی انفرادیت کو ختم کر کے اجتماعیت اختیار کریں۔ یعنی اسلامی نظام جماعت کو قائم کریں۔
 اس پر لکھا ہے:-

جسے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے اپنے خاص بندہ بنا کر مبعوث کیا۔ مسلمان اس کی طرف رخ نہیں کرنا چاہتے۔ اس لئے

حیران و پریشان ہو کر رہ جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو حقیقت
 یعنی عطا کرے۔ تاکہ وہ حضرت مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہو سکیں
 کیونکہ ایک اہم الاطاعت امام و امیر کی بعثت اس زمانہ میں اسی جماعت
 کو خدا نے عطا کر رکھی ہے۔ (۲۷ جنوری ۱۹۸۷ء)

پھر ۱۱ فروری ۱۹۸۷ء کی اشاعت میں ہے :-
 تنظیم کی کوئی تحریک کامیاب کیوں نہیں ہوتی۔ نہ اس کی قائم کردہ
 جماعت سے الگ ہو کر مسلمانوں نے جو تحریک بھی اپنی تنظیم کے
 لئے کی۔ وہ بربادی کا موجب بنتی کسی تحریک کو بھی کامیابی نصیب
 نہ ہوتی یہ ایک سوال ہے جو ہر اس عقلمند کو غور و فکر کی دعوت
 دیتا ہے۔ جو اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مسلمانوں کی تنظیم کا
 حقیقی خواہشمند ہے۔

”زفر ۱۵“ میں فریضہ تبلیغ کی اہمیت بیان کر کے ”مرکز تنظیم اہلسنت
 کا تعارف“ کیا گیا۔ اس پر لکھا گیا :-

اسلام کی بے کسی اور مسلمانوں کی اہم حالت پیش کر کے جب اس
 طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ موجودہ زمانہ کسی مامور اور مرسل کی بعثت
 کا محتاج ہے۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ علماء امت جو موجود ہیں۔ اور انہوں
 نے اپنی غلوں میں قرآن کریم دبا رکھا ہے۔ لیکن اس کا عملی طور پر کوئی
 نتیجہ نہیں نکل رہا۔ بلکہ علماء کو ہلانے والے عام مسلمانوں کی گمراہی اور
 زلت و اوبار میں اضافہ کر رہے ہیں حقیقی اور خدا تعالیٰ کے سچے
 خدمت گزار اور دنیا میں روحانیت از جس روحانیت کی کرشمہ کاریوں اور

کناروں تک نہیں لے جائیں گے۔ تو بیخدا اور اس کے رسول سے انحراف ہے۔“

پھر ۱۷ مئی ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں ہے :-

”روزنامہ ”احسان“ سے ایک سوال - جن اصولوں پر معاشرہ

موصوف ایک متحدہ تبلیغی نظام قائم کرنا چاہتا ہے - ان سے زیادہ

بلند اصولوں پر جماعت احمدیہ لاہور کا تبلیغی نظام قائم ہے - جس

کی بنیاد امام عصر حاضر نے رکھی - یہ تبلیغی نظام کامیاب ہے - اور اس کے

مقابلے میں مسلمانوں کی تمام تبلیغی تحریکات ناکام ہو چکی ہیں - ان

تلخ تجربات کے سوتے سوتے ایک نیا تجربہ کرنا عقلمندی نہیں بلکہ

مذکورہ کیوں اس تبلیغی نظام کی طرف توجہ نہیں کرتا - ؟ (اسی صفحہ پر ہے) -

کوئی وجہ نہیں - کہ مسلمان حضرت امام عصر کو قبول نہ کریں - اسی ضمن

میں مسلمانوں کی جہدہ تبلیغی تحریکات کی ناکامی اور جماعت احمدیہ لاہور کے

کاروائے نمایاں کو بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔“

معرض ”معاشرہ ایمان“ نے یہی دیکھ کر اپنی پیش کیا کہ ہندوستان میں علیسا بیوں اور

تادیانیوں وغیرہ کے تبلیغی مرکز ہیں - مگر اہل سنت کا کوئی تبلیغی نظام نہیں - آپ نے

مرکز تبلیغ کے لئے پر زور اپیل کی - اس پر کھٹکا گیا :-

جب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی صورت میں ایک زبردست تبلیغی

ادارہ ملک میں موجود ہے - تو پھر یہ ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجداں کیا

فائدہ ! اس سے بجائے امت میں وحدت عمل کے انتشار پیدا ہو گا -

(سچ ہے اٹا چور کو تو ال کو ڈانٹے) بجائے اس کے قرشی صاحب کو چاہئے

کہ مسلمانوں کو یہ تحریک کریں - کہ وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں

شمال ہوں۔ (۲۷ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

تبلیغی یونیورسٹی کے قیام کی تجویز پیش کی تو لکھا :-

تبلیغی یونیورسٹیوں سے تو میں زندہ نہیں ہوتیں اجیار اور تجدید
 دین کے لئے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ میں مجددین کا سلسلہ قائم کیا۔ اس
 زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان مجدد مبعوث فرمایا
 اسے خاص طور پر وحی و الہام سے مخصوص کیا اس مجدد نے ایک
 تبلیغی نظام قائم کیا اس کے مقابلہ میں گذشتہ پچاس سال
 میں جتنی تبلیغی تحریکات پیدا ہوئیں۔ وہ سب ناکام ہوئیں۔ صرف اس
 مجدد کا نظام کامیاب ہے۔ (۲۴ مئی)

آپ نے دیکھ لیا! حب اور جہاں صدائے تنظیم و تبلیغ بلند ہوئی۔ وہاں اسے
 دبا دیا گیا۔ وہ کون سا اجیار ہے؟ جس نے اس سلسلہ میں کچھ لکھا ہو۔ اور اس کے
 خلاف کچھ لکھا ہو۔ احسان، شہباز، زینرم، کوثر، مدینہ، ایمان، بلخیت ہیں
 نے بھی اپنے فرائض ملی کا احساس کرتے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لئے ایک
 سطر لکھی۔ اس کی تردیدیں کئی کئی صفحات کا منہ کالا کیا گیا ہے

ناوکا تیرے صیدینہ چھوڑا ریلے میں تڑپے سے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

۱۹۳۳ء اسلام تیرا غریبی و بیگنی اور آہ اسے امت محمدیہ تیرا منظر لوسی
 دجھوری۔ ا کہ تیرے خلاف جس کے منہ میں آتا ہے۔ بک دیتا ہے۔ کوئی نہیں جو
 اس سے پوچھے۔ کہ تیرے منہ میں کسے و انت ہیں؟

اس ناوک بیدار کے ہر نشانہ کو غور سے دوبارہ دیکھئے ملت ابراہیم کے قلب
 و جگر کہ کس بے دردی سے چھلنی کیا گیا ہے۔ نوا کی شان اجس جماعت کے

منتہی کا کوئی قول اور کوئی دعویٰ ایسا نہیں جس کا خود آپ کے دوسرے قول اور
 دعویٰ سے تضاد و خلاف نہ ہو۔ جس کے لٹریچر کی ہر سطر دوسری سطر کی ضد ہے
 کوئی کتاب اٹھا کر دیکھو! آگ کا کچھ ہے تو پچھلا کچھ۔ کسی بھی دعویٰ کو لے لو۔ دعویٰ
 بھی موجود ہے اور انکار بھی۔ تاہم دعویٰ میں دلیل کا طواریا ہے۔ تو یہ دیکھو مخالفت
 میں براہین کا انبار۔ المختصر! جن پارٹیوں کے وجود کی بنیاد پر قصر خلافت و امارت
 کی اساس اپنے لیڈر کے اقوال و الہامات کے تضاد و تباہی کی مضبوط چٹان
 پر قائم ہے۔ اور جن جماعتوں کا بنیاد ہی اپنے رہنما کے دعویٰ کا اختلاف
 ہے۔ وہ علماء اسلام کو باہمی اختلاف کی پابندش میں گردان کر دینی کشتی اور جہتی
 قرار دیتی ہیں۔ اور جس جماعت کا بنیاد ہی لٹریچر میں آیت منی بمنزلہ ولدی -
 (اے مرزا) تو بمنزلہ میر سے بیٹے کے ہے۔ و حقیقۃ الوحی ص ۷۸ مصنفہ مرزا
 غلام احمد) با بواہی کتب چاہتا ہے کہ تیرا جین دیکھے۔ کسی پلیدی اور ناپالی
 پر اطلاع پائے۔ مگر خدا تعالیٰ سمجھے اپنے انعامات دکھلائے گا۔ جو متواتر ہو گئے۔ نتیجہ
 میں جین نہیں بلکہ وہ (حیض) سچ ہو گیا۔ جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے۔ (تمہ حقیقۃ
 الوحی ص ۷۸) انا بشرک لعل منظر الحقی و الخلیل کان المدثر من السماء و یشک
 ہم سچے خود بخبر کی دیتے ہیں۔ ایک لڑکے کی جو حق اور عملاً کا فلاسفر ہے والا ہو گا۔ گویا
 اللہ تعالیٰ خود آسمان سے اتر آئے گا۔ دنوں خدا آسمان سے اتر کر تیرا بیٹا بن
 جائے گا۔ عیاذ باللہ اور حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے ایک اور قول
 پر اپنی یہ حالت ظاہر فرمائی۔ کہ کشتی کی ہوا لے آ رہا ہے آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا
 آپ عورت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے رجولیت کا اظہار فرمایا۔ (اعیاد باللہ) (اسلامی
 قربانی مصنفہ یار محمد قادیانی) - - - - - مشرک کا نہ اور غیر مشرک کا نہ اقوال و

الہامات موجود ہوں۔ وہ اسلام کے فطری عقائد اور معقولات اعتقادات کو مفحکہ نہیں
 اور بعید عن المعقولیت قرار دے کر ناقابل تبلیغ ٹھہرا رہی ہے۔ اللہ اللہ! حیات مسیح
 تو اپنے نوجوان غیر مصلح ہوں، مگر مسیح کے پیٹ میں استقرار حمل سے مسرور مصلحین
 اور معجزات مسیح پیش کرنے سے تو دوسرے مذاہب والے اسلام سے بدظن اور
 دیر ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قوت رجولیت کے اظہار وغیرہ جیسے ننگ انسانیت
 عقائد و اقوال۔۔۔ جن کو نقل کرتے ہوئے ایک شریف انسان کا قلم رک رک
 جاتا ہے، یہ اسلام کی برتری و فضیلت ثابت کر کے انہیں اسلام کے قریب لانے
 کا موجب ہوں گے۔

جنوں کا نام ضرور کھینچا خرد کا جنوں جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرنے
 بات سے بات نکلتی جا رہی ہے۔ برسوں تک ذکرہ بہت کچھ کہہ گئے۔ ورنہ
 ہمارا مقصود قارئین کرام کو یہ دکھلانا تھا کہ۔۔۔

اتان کہاں جا کر لوٹتی ہے۔ فروعی و فقہی اختلاف کے کندھے پر
 بند و رقی رکھ کر علمائے اسلام پر طعن و تشنیع، تندی و توہین اور تکفیر کی جو گولیاں
 برسائی گئیں۔ اس کا حاصل؟ یہی نا کہ ملت اسلام، علماء اسلام کے خون سے
 ہاتھ رنگ کر، آنحضرت، فخر رسالت، خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
 غلامی سے آزاد اور مرتد ہو کر مرزا جی کی غلامی کا جوا اپنے گلے میں ڈال لے۔
 اس آسمانی نظام کے بغیر دنیا میں کوئی اور نظام سے نئے آئندہ علماء کے ذریعے
 قائم کیا جاسکتا ہے۔ تبلیغ اسلام کا حقیقی جوش اور ورور کھینے والے بہر حال اس
 جماعت احمدیہ میں شریک ہو جائیں گے۔

بتائیں آرزو خدائی کی شان ہے تیری کبریائی کی

اب فرمائیے ایک سعید الفطرت، صالح، نیک دل، اور خالی الذہن انسان
 جب تقاضائے فطرت سے مجبور ہو کر جمود و انتشار سے اکتا، اور ^{تعطل و لامرکزیت}
 سے گھبرا کر مرکز تنظیم اور نظام تبلیغ کی تلاش میں نکلتا ہے۔ ادھر نظر کرتا ہے تو
 میدان خالی پاتا ہے۔ اپنے پاس کچھ بھی نہیں، اور نہ مستقبل میں ہونے کے
 کچھ آثار ہیں۔ اُدھر جاتا ہے۔ تو نہ صرف مضبوط مرکز اور مستقل ادارے دیکھتا ہے
 بلکہ یہ سنتا ہے۔ کہ تبلیغ کے واحد اسمانی تشکیل دہیم ہیں۔ تنظیم ہمارے سوا کہیں
 نہیں، "تجدی اور یقین سے کہا جا رہا ہے"۔ علماء یہ کام نہیں کر سکتے، اگر مل کر بھی
 کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ پھر وہ ان دعاوی کی تصدیق میں دیکھتا ہے۔ کہ
 ملت اسلامیہ کے حضور میں بے بے مخلصانہ درخواستوں اور درودنارہ عرضدا
 کے جواب میں صدائے برنجاست، "فضل" اور پیغام صلح کے ان رعوت آمیز
 اور فرعونی بیانات کے جواب میں علماء اور مشائخ مساجد اور خاندانوں سے باہر
 نہ آئیں۔ تو خدا را الصاف سے کہئے ان حالات و حقائق کو سامنے رکھ کر،
 جذبات و عقائد سے خالی ہو کر جواب دیجئے، کہ وہ لو جو ان کس طرف رخ کرے گا؟
 اسے اپنے جذبات صادقہ کی تسکین، خیالات صالحہ کی تسکین، اور عزائم و تصورات
 عالیہ کی تکمیل و تشکیل کا سامان کہاں ملے گا؟

احساس ذمہ داری۔ اگر آپ کا منہ نہ نہ فیصلہ یہی ہے۔ اور درخواست
 اس کی تائید کرتے ہیں۔ کہ عمل و حرکت اور تنظیم حرکت کی پیاسی روحیں۔
 اپنا کنواں بناتی اور اپنا چشمہ خشک پا کر "ادھر" کا رخ
 کریں گی۔ پانی کا جو ذخیرہ بھی نظر آئے، گا۔ اس پر گریں گی۔ گو وہ ذخیرہ
 اول تو سراب اور نہ گندہ، بنجاست آہیزا انہی سے اور نہ انہی سے آفرین ہو گا۔

اگر تپاں دندازہ اور شہرہ و مشاہدہ ہی ہے۔ کہ سلیم الطبع، سادہ لوح انسان اپنے جامد ماحول سے باغی ہو جو ان "تضرخلانت" و "امارت" کی دلپیر پیرہن مجدہ ہو جائے گا۔ اپنے دل و باغ، ایمان و اعتقاد اور اعمال و حرکات کی ساری دولتیں امیر و خلیفہ کے قدموں میں ڈھیر کر دے گا۔ اگر آپ یہ سب کچھ تسلیم کرتے ہیں۔ تو اتنا عرض کرنے کی اجازت دیجئے۔ کہ کیا ان حالات میں آپ کی کوئی ذمہ داری ہے؟ کیا ان بچہ مگر صالح عنصر، اس سعید طہرت مگر لاعلم طبقہ کو کفر و ضلالت کی راہ سے ہٹا کر صراطِ مستقیم پر لگانے کی کوئی ذمہ داری خدا اور رسول کی طرف سے آپ پر عائد ہوتی ہے؟ انہم و گمراہ نہ سہی! اپنی اولاد، اپنی آنے والی نسلوں کا فکر کیجئے! جب ان کے سامنے یہ حالات آئیں گے۔ تو وہ کبیر کا رخ کریں گے، کیا آپ کو اپنے لختِ مائے جلالت کے آگ میں پڑنے اور ابد الابد تک جلنے کی کوئی فکر نہیں؟ ملتِ اسلامیہ کراہ کراہ کر رہی ہے سے

اسد سے نزع میں حل ہو جائے خدا۔ مقامِ ترکِ حجاب و واریع تمکین ہے
آپ کے ال و عیال، آپ کے گوشت پوست کے شکرے، آپ کے خون کے قطرے
ان حسرت بھرے الفاظ میں آپ کو ہلا رہے ہیں سے

بلیم بسید جی، تو بیا کہ زندہ مانم پس ازل کہ من نہ مانم بچہ کار جو ای آید
اگر آپ کے اندر روح موجود ہے، بیدار روح، تو اس تصور سے آپ
کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ اگر آپ کے سینہ میں دل کی جگہ دل موجود ہے
پتھر کا ٹکڑا نہیں۔ تو اس دردناک نظارے سے آپ غصا اٹھیں گے۔ سیماب دار مضطر
ہو جائیں گے۔ اور اسی مضطربانہ کیفیت میں مسجد، مدرسہ اور خاتواہ کی مقدس فضا سے
تشریح پڑھیں کہ باہر نکل پڑیں۔ اگر یہ کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں

این ہم غنیمت است۔ ابھی سنبھلنے کا وقت ہے۔ ابھی اٹھنے کا موقع ہے۔ اور
 اگر اس کم انگیز صورت حالات کے متاثرہ سے آپ کے کان پر جوں ٹھی نہیں
 رہتی۔ اگر آپ مدرسہ و خانقاہ کی چار دیواری میں مریدوں اور شاگردوں کے
 حلی حضور کی بچھ میں خوش ہیں اور سندر ارشاد و انوارِ دہم کے حملوں سے بیخبر
 حالات کی رفتار اور وقت کی بیکار سے غافل اور ملت کی کراہت سے لاعلم
 بیٹھے ہیں۔ تو آپ کو بالوراثت اہلبیت اور ہدایت و ارشاد کا تاج سر سے اتار
 کر رہنمائی و اہمیت کا تخت دوسروں کے لئے خالی کر دینا ہوگا۔ یا اپنے ہاتھ
 سے اپنے اختوی قتل پر محمود و محمد علی سے پہلے دستخط دینے پڑیں گے!
 ان حالات میں جب کہ باطل حق کے جمود و خمود اور مادیت و تعطل کو ہی
 اپنی برتری و فضیلت، صحت و صداقت اور سچائی و حقانیت کا معیار قرار دے کر منظر
 عام میں حق کو چیلنج کرے۔ جب کفر و ضلالت اپنے بارہا و با بصورت منہ اپنے کرہ
 المنظر، کائے کلوٹے چہرہ پر اسلام و ہدایت کی غفلت و بے حسی کا غارہ مل کر رہنمائی
 نمائشی حسن کے جلووں میں دنیا کے سامنے آئے۔ جب ہمارا حریف اور قریب ہمارا
 انتشار و لامرکزیت کا سہارا لے کر منظم ہو۔ ہمارے لیے رطبی و اختلافات باہمی
 کے جہاں میں تنظیم کا وانہ پھینکا کر ہمارے مرکز و جماعت کی تڑپ رکھنے والے طائران
 دل کو پھندے۔ جب ہمارا مخالف ہمارے طویل خاموشی اور گراں خواہی پیش کر کے
 ہمارے زندہ دل اور سیدار منظر اور جہاں کو ہم سے چھین لے۔ جب و بنا ڈنگے کی
 پھینکا کہ دے۔ کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتی کا دودھ خشک ہو گیا۔ اب تشنہ کا مان صدا
 ادبا و لوٹنہاں روحانیت کی پیاس تم خانہ نامور و مرسل اور امام عصرہ حضرت سے
 بجھ سکتی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں ان حالات میں اہل حق کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں

مركز تنظيم اہل سنت . محض اسی ذمہ داری کا احساس ہے . جس نے ہمیں بحر موج میں ڈال دیا ہے . ہم نے منو کلا علی اللہ لنگر اٹھا دیا ہے . ہم کشتی کی شکستگی ، باد مخالف کے طوفان اور لہروں کے تسلسل کو جیتی جاگتی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں . ہمیں مشکلات راہ کا علم و احساس ہے . ہم اپنوں کی عظمت و مذہبوشی اور غیروں کی بیداری و مشیاری سے بے خبر نہیں . ہم فریب نفس میں مبتلا نہیں . ہم اپنی بے سرو سامانی و بے لیا عتی کو خوب جانتے ہیں . ہم سے زیادہ ہمارے بازوؤں کی کمزوری و ناتوانی سے کون آگاہ ہے ؟ ہم سے زیادہ مخالفین کی قوت اور ٹھوس طاقت کا اندازہ کون کر سکتا ہے ؟ اس تمام علم و تجربہ کے باوجود ، جو ہم نے مثبت تاریک میں گرواب بلا اور ہم موج سے بخوف و بے پرواہ ہو کر ساحل عافیت چھوڑ دیا ہے . تو محض ادا کے فرض کے جذبہ سے سرشار ہو کر !

بجانب تعالیٰ ایک جماعت نواب زادہ محمود خاں صاحب خلف الرشید آنر بیل نواب سر محمد جمال خاں صاحب لغاری کی صدارت ، سردار احمد خاں صاحب پتانی کی نظامت اور مفتی اعظم حضرت علامہ محمد کفایت اللہ صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کی سرپرستی و سیادت میں منظم ہو کر میدان میں آگئی ہے .

لوحہ اللہ سرگرم عمل ہو چکی ہے . اب اگر آپ حضرات کی سرز مہری ، تغافل و بے پرواہی عدم شرکت و بے توجہی ، کنارہ کشی و بے عملی اور عافیت کوشی سے یہ مشن کامیاب نہیں ہوتا . یہ بڑا ڈوب جاتا ہے . تو کبھی ہم کامیاب ہیں . عند اللہ سرخورد ہیں .

ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا . البتہ ڈوبتے وقت ہمارا آخری سوال آپ سے یہ ہوگا کہ تم نے اپنا فرض کیوں نہ پہچانا ؟

سو داندیش تھی نہیں تیرا کون سا کون سا
 کس منہ سے اپنے آپ کو کتنا غور غشت باز
 باز اگر چہ پاس کا مسر تو کھو سکا
 مولانا صاحب! آپ یہ بھی نہ ہو سکا
 بگوش بگوش میں لہا لہا کر تیری غزلت نشانی اور گوشہ گزینی سے میدان
 کا زرارہ میں تھی رہا مثل کی اس جنگ دیکھا میں ہماری شکست ہوئی ہے۔ اگرچہ
 یہ آخری جدوجہد پر مبنی کوشش بھی شاید مقصود اور عروس کا میا جی سے ہم کنار
 نہیں ہوتی۔ اگرچہ کوشش بدین اقبالؒ اس آخر باز کی آخری آواز کا بھی وہی اثر
 پہنچا ہے۔ تو اب تک اور اوروں کا ہر چکا ہے۔ تو بھوکہ کن سے جسے آل
 میدان میں آنے کی اہمیت ہو۔ اس صورت میں آپ اپنی انوشیرواں پر غور کریں۔
 ہجر کی ات کاٹنے والے! کیا کر دے اگر سحر نہ ہوئی؟
 اگر ہندوستان کے ایک فی صدی علماء بھی ہماری اس نواسے تلخ سے بیدار
 ہو کر سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔ تو میں سمجھوں گا۔ کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوں

۱۔ تحریک تنظیم السنّت

جماعتی زندگی جماعتی فنڈ

از محترم سرور اراحمہ خاں صاحب تہانی بانی تحریک
مرکز تنظیم السنّت کا مقصد عظیم اور نصب العین یہ ہے۔
کہ صحیح معنی میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت، فرق باطل کی ترویج و اصلاحت، ہمیں اپنی سزا کی نگرانی
و حفاظت۔

ب۔ اہل سنّت و الجماعت میں جماعتی زندگی کی سلاحتیت و مناسبت پیدا کرنا
تاکہ ان میں شعور زندگی اور عام بیداری پیدا ہو۔

اسی مرکز تنظیم السنّت کی طرف سے بجا طور پر بار بار تقاضا کیا جا رہا ہے۔ اور
کہا جا رہا ہے کہ اگر صاحب اس پروگرام کو مفید سمجھیں۔ ان کے لئے ضروری ہے
کہ وہ سب اپنے اپنے مقام پر جماعتیں قائم کریں۔ پھر ان ہی جماعتوں کے ذریعے
سفاکی اور مرکز کی آمد ہو۔

ایک شخص اور ایک سستی خواہ وہ کتنی ہی ممد و معاون کیوں نہ ہو۔ کسی تحریک کو اس قدر
استقلال و انتظام نہیں دے سکتی۔ جس قدر کہ ایک منظم جماعت اسے تقویت پہنچا سکتی

ہے۔ انفرادی امداد کی صورت میں جب نرد کو کوئی حادثہ پیش آجائے، جو اس دارِ
 فانی میں ایک عام معمول ہے۔ تو اس کے ساتھ تھر کیس یا پھر بھی قضا آجاتی ہے۔ برخلاف
 اس کے جماعت کے کسی نرد کو کوئی حادثہ پیش آئے تو باقی ارکان اور ان کے ساتھی ارکان
 کی شمولیت سے جماعت علیٰ حالہ قائم رہتی ہے۔ اور کام بہتر طور پر جاری رہتا ہے
 اور یہ زمانہ تو خاص طور پر جماعتوں کا زمانہ ہے۔ ایک معمولی دوکان کھولی جائے تو اس
 کو کبھی "ایئر کو" کی صورت میں پڑتی ہے۔

یہ میں خوب معلوم ہے کہ مسلمانانِ جماعتی، اجتماعی زندگی کی روح اور اس کی
 صلاحیت و مناسبت کچھ بڑھتی ہے اور ان کے دماغ میں انفرادیت کی ہوا اتنی بھری
 مقدار میں بھرتی ہے۔ کہ اکیلے اور جدا جدا رہنے میں ان کی سبب اور فائدہ نسبتاً کم رہتی
 ہے۔ لیکن جو نئی کمی، نیشن کی بابت کسی قدر دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ تو عرض مشترک کا
 احساس مفقود ہونے کی وجہ سے ان کی نفسانیت و امانیت اس قدر بڑھ جاتی ہے۔

کہ گویا اجلاس ہی ان کی لافس و کزاف کے لیے بلایا گیا تھا۔
 جس حضرت کو پہلے ذکا و فساد کرنے کا اور لی موعنہ ملتا تھا۔ آج کل کا یہ اجلاس ایسا
 گوند لڑائی جھگڑے کا ذریعہ ہے اور ایک عمدہ و نیکل میا کر دیتا ہے۔ چنبرائیں کے
 اغراض و مقاصد جن کی سربراہی کے لئے جمع ہوا مفقود تھا۔ اپنے اپنے مقام پر بڑے
 سڑتے رہیں۔ لیکن ہمارے بھائی مسلمان برادری کے تنازعات لین دین کے
 جھگڑے۔ خاندانی عداوتوں کے انتقام، اور اپنی اپنی بڑائی، نیشن پروری اور ذرا بڑائی
 کے لئے ایسے مواقع کو عنایت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ نیشن بیکل اپنی کامیابی کے لئے پاک
 جذبات۔ بے نفسی، لاپیت اتحاد عمل اور لہو پسینہ ایک کرنے کی متقاضی ہیں۔ مگر
 ہم اپنے عجب طبع کی وجہ سے اپنی تھر بکوں کو اپنے ذاتی وقار۔ ذاتی فتح و شکست کا

اکھاڑہ بنا دیتے ہیں۔ اور عام طور پر ہمارے تھریکوں کا خاتمہ بائسڈ ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف دوسری جماعتوں کا نظریہ عمل ہمارے سامنے سے مندرجہ...
 عجمان آریہ میں یاسناتی انہوں نے اپنے لئے مشترک و جماعتی طاقتی مفاد کے حصول میں اپنے اندر اس فلسفہ وحدت اور اشتیاق و مہارت پیدا کر لی ہے۔ کہ شہر شہر بستی بستی اور گاؤں گاؤں میں ان کے سینکڑوں ہزاروں اور لاکھوں روپے کی مالیت کے جماعتی اور خدائی فائدہ سب چاہ اور خاموشی کے ساتھ جمع ہو رہے ہیں۔ پھر ان کو کفایت شمار کی اور خوش اسلوبی کے ساتھ مناسبت بر عمل اور با موافق خرچ کیا جاتا ہے۔

ان کے باہمی بھگڑوں کی اتنی بھاری نہ تھی۔ لیکن آخر کچھ نہ کچھ ضرور ہوتے ہیں باوجود اس کے ان لوگوں میں جماعتی مفاد کا جذبہ سب اور سو کر ایسے اعلیٰ مرتبے پر پہنچ چکا ہے۔ کہ کیا مجال کہ ان کے ذاتی تنازعات کسی رنگ میں ان کی جماعت یا جماعتی مفاد کو کوئی تھیں لگائیں۔ یا ان کی وجہ سے جماعتی فائدہ پر کچھ آنے۔ گو ہم اپنے افراد اہل سنت کی نامواری میں سے خوب واقف ہیں... ہیں معلوم ہے۔ کہ جب ان کو کسی ایک مقام پر جمع کیا جائے تو اس طرح پتھاق... کی رگڑ سے جنگاریاں اٹھتی ہیں اسی طرح ہم مسلمانوں کے میل ملاپ سے کسی خیر و برکت کی بجائے باہمی عناد کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے۔ اور کسی قسم کی مسرت و اطمینان حاصل ہونے کی جگہ اغراض و مقاصد و انا میں کی طرح جگ سے اڑ جاتے ہیں۔ مگر بالواس نہ ہونا چاہئے انشاء اللہ لغز میرفتہ رفتہ ہم میں ضرور صلاحت پیدا

تشکیل جماعت اور قیام بیت المال :- در حقیقت اور جماعت اہل سنت کی

عام سیدار کی اور ان کی رفعتنا وترقی کے لئے اس کے سوسے کو فی چارہ کا نہیں
 کہ جائیجا جماعتیں قائم ہوں۔ اور انفرادی جماعت نہ صرف اپنی جماعت پر استوار اور نڈیریا
 اور عقیبات کو انفرادی اورٹ سے بچائیں۔ بلکہ اپنی طرح اپنا ترقیاتی کام
 کے کر ٹی کی بڑی قوم اور آئینوں کے جسے اپنی اپنی انجمن کے خواہے اور نڈیریا
 داخل کریں۔ پھر مقامی انجمن کے فنڈ کے ایک حصے سے مرکز کی ادارہ کو متاثر
 ایک مہمتا اور معیار کی مبلغین کی ضروریات کا کفیل ہو کر شاعت اور ذمہ اور
 مقامی جماعتوں کی حفاظت و حمایت کے لئے ان کی خدمات کی جائے۔

ب۔ عربی اور انگریزی کے فارغ التحصیل اسعیانہ فطرت اور قابل لوہوں
 کو تبلیغی تعلیم و تربیت دلائے۔

مقامی جماعتیں اپنے خزانے کی باقی رقم اپنے اصلاحی و تعمیراتی پروگرام

پر صرف کریں۔

مقامی تعمیراتی پروگرام:-

۱۔ مقامی جماعت کے افراد میں باطل فرقوں کے بالمقابل دفاعی اور تبلیغی
 سپرٹ پیدا کی جائے۔

۲۔ مقامی جماعتوں میں ایسے سیریاں قائم کی جائیں۔ جن میں ترقیاتی اور تعمیراتی
 لٹرچر حتیٰ الامکان اعلیٰ پیمانے پر مہیا کیا جائے۔

۳۔ مقامی لوگوں میں دینی و دنیاوی تعلیم کی ترویج کی جائے اور مسلمانوں کو
 صنعت و تجارت کا شوق دیا جائے۔ تاکہ کوئی فرد جہاں اور بے کار نہ
 ہو۔ غیر مستطیع ہلندہ کی طلبہ کے لئے کتابیں اور سامان تعلیم مفت مہیا کیا
 جائے اور اعلیٰ دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے ذہین اور عربی طلبہ کو وظائف

دئے جائیں۔

۵۔ وقتاً فوقتاً..... تبلیغی جلسے منعقد کر کے مسائل دینی کی تعلیم و تقسیم کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں شیعہ زندگی کا عام شعور اور عام برداری پیدا کر کے ان کو صاحب غم نہ بنایا جائے۔ اپنی جماعتی حفاظت کے واسطے اس قسم کے پروگرام کو تمام اعیانہ مثلاً آریہ سناٹن دھرم سبھا، ہشتیہ، مرانی، سکھ اور سب سے پرہیز کر لیا جانی ضروری ہے۔

افرنش، کما عتی بیت المال یا جماعتی خزانہ ایک چشمہ فیض اور بے رحمت ہے۔ جس سے ہر غیر فرقہ بہرہ مند ہے۔ اور اگر کوئی اس کے برکات سے محروم ہے۔ تو وہ فقط جماعت مقابل سنت سے ہے۔

بیت المال کی اہمیت :- حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جس پہلی ذیلی ڈیوانی کے لئے میدان میں آنا پڑا۔ اس کا مقصد براہ راست تقویت بیت المال ہی تھا۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ اسلامی بیت المال خراج اور محاصل سے معمور ہو سکے مگر انیسویں صدی سے کہ ہم مسلمانوں نے نہ صرف اپنی مالی املا اور عطیات سے اسلامی خزانے کو محروم کر دیا۔ بلکہ سرے سے اسلامی خزانے کی بنیاد ہی اڑا دی۔ اور بیت المال یا اپنی تہی نڈ کے تصور سے ہی نا آشنا ہو گئے۔ اب مرکز تنظیم کے پیش نظر حیاں اشاعت اسلام اور حفاظت و پاسداری ال سنت کا کارِ عظیم ہے۔ وہاں افراد اہلسنت کی افراویت کو اور گران میں جماعتی وابستگی زندگی کی صلاحیت پیدا کرنا وہ اپنا فرض سمجھتا ہے۔ کیونکہ جماعتی زندگی کی بے حسی اور بے شعوری اور جماعتی نڈ کے فقدان ہی سے امت مرحومہ میں یہ مافساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

آپ دیکھ لیں گے۔ کہ جماعتوں میں جوں جوں فنڈ ترقی کرے گا۔ اراکین انجمن میں بھی مقبولیت پیدا ہوتی جائے گی۔ اور طبیعتیں بھی سلجھتی چلی جائیں گی۔ اگر آپ یہ نظر عمیق رکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ غیروں سے جو بھی اپنے اپنے جماعتی فنڈز بنائے۔ تو اس سے نہ صرف ان کی تمام قومی و مذہبی ضرورتیں پوری ہوں گی۔ بلکہ اسی فنڈ سے ان کے اندر کئی طرح کی مزید صلاحیتیں اور ذمہ داریاں بھی پیدا کر دیں۔ ہماری قسمت تائب ہی سے بھرنی ہے جب سے ہمارا رویہ بدلے۔ غیر امتدادی اور عملیات کسی مرکزی بیت المال یا جماعتی فنڈ میں جمع ہونے کی بجائے نا اہل افراد کے ناقصوں میں پڑ کر برباد ہونے شروع ہوئے۔

دیکھو اگر ہم اب بھی جماعتی فنڈ قائم کر کے اسے بخیر و خوبی چلانے اور ہماری رکھنے کی قابلیت پیدا کر لیں تو ہمارے اندر کئی ماضی اور آئندہ سب صلاحیتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ جن کے ذریعے سے ہم اپنی جماعتی زندگی کے تمام شعبے سنبھال سکیں۔

اس وقت تو ہم سراسر تنہا اور خالی خولی آرزوؤں میں لپتے ہیں۔ اسباب ذرائع کو حوصلہ بندی کے ساتھ ہاتھ میں لینے کا ہمیں سہیقہ نہیں لینا کر کے کا جو کام ہے۔ یا تو سرے سے اسے کرنا ہی نہیں چاہتے۔ اور اگر کبھی اس کی طرف مائل بھی ہوتے ہیں، تو ہمارے یہ خواہشیں رہتی ہے۔ کہ مدارسی کے عام کی طرح پروہا کھتے ہی سب کچھ تیار ہے۔

کیا آپ دنیا اور اس کی ترقیوں کو نہیں دیکھتے؟ کیا وہ ذرائع اور وسائل آپ کی نظر سے بدستور اوجھل رہیں گے؟ جن پر عمل پیرا ہو کر وہ سب ہو گے۔

منظم اور مضبوط ہو رہے ہیں۔

الفرقن آپس واقعات اور مشاہدات کی دنیا میں تشریف لائیں۔ تو آپ کے سامنے اور بالکل آپ کی ہمسایگی میں یہ کام بڑی خوبی خوش اسلوبی اور انتہائی بے تکلفی کے ساتھ سرانجام ہوتا نظر آئے گا۔

ہم ہیں اور دوسروں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ انہوں نے تمام قربانیاں، غیباریں، جملہ وان بن خاص و عام افراد کو دے ڈالنے کی بجائے سچے سچے لوگوں اور تمہارے عقلمندوں میں منتقل کر دیا ہے۔ اس کے برخلاف ہمارے مسلمانوں کی تمام داؤد و شمشیر جملہ پیشکش، انفرادی مخالف اور آوارہ تقسیم میں ضائع ہو رہی ہے اور تمہاری معاد جوں کا توں تشہیر و تکمیل پڑا ہے۔

پس چاہئے کہ جس قدر جلد ہو سکے۔ مذکورہ فرق نکال دیں۔ اس کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ قومیں زندگی کی دو طبعیں اختیار ہم سے بدلتے نہ جائیں۔ آخر ان کے کوئی سرخاب کے پرتو لگے ہوئے نہیں ہیں۔ بس یہی ایک راز ہے۔ اور یہی ایک بے حد ہے۔ کہ دوسرے فرقوں کے افراد صرف یہ کہ مسلمانوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر نہ آئیں گے اور عظیمیہ دیتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے اپنی تمام فیاضیوں، سخاوتوں اور جملہ قربانیوں کو منظم اور منضبط کر لیا ہے۔ اور اب ان کی ترقی کی حالت آپ کے سامنے ہے۔

ہم اگر خدائی احکام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسوہ عمل کو پس پشت ڈال چکے ہیں تو ہمہ مایوں کے طریق عمل کو دیکھ کر ہی کچھ عبرت حاصل کریں۔ کیونکہ اس وقت ہمارے مسالفا

دعا لکھنے کے طریق پر زیادہ توجہ دی لوگ کار بند ہیں۔ اور اگر ہم ایسا کریں تو پھر نہ صرف
وہجا سابقہ غریب جو افسوس کھاتے ہیں۔ بلکہ ان حق ہونے کی وجہ سے تمام ہمسایہ اور
ہم عصر قوموں سے بڑھ سکتے ہیں۔

علیسا بیوں کے متعلق تو شاید آپ یہ کہیں کہ وہ حکمران قوم سے تعلق رکھتے ہیں
لیکن لاہوری اور قادریا میزرائیوں کے فنڈ دیکھو، سکھوں، آریہ سماج، ہستنا ندرم
سبھاؤرا کے اپنے، اور مشترک چچائی خزانے اور سرسے شہر شہر اور گاؤں
گاؤں میں معلوم کرو۔ اور اس کے بعد ان سنت کے سرسے اور بیت انہماں کی حالت
بھی بتلاؤ تو شرم کے مارے گردن جھک جائے گی۔ یہ نہیں کہ ہماری جماعت
ان سنت کا فنڈ کھنڈا ہے۔ بلکہ قابل شرم بات یہ ہے کہ سرسے سے فنڈ کا کوئی
نام نشان ہی نہیں۔ پھر شکایت یہ ہے۔ کہ صاحب و مال میزرائیوں نے
پورسشس کروا کر اس جگہ آریوں نے فنڈ اڑاوا اٹھایا ہوا ہے۔ اور فلاں مقام
پر علیسا بیوں نے آفت برپا کر رکھی ہے۔ مگر کبھی آپ نے ان کے ذرا لے اور
وسائل پر بھی غور فرمایا ہے؟

آپ دیکھو فرقوں کا سا عروج اور ترقی چاہتے ہیں۔ تو آپ کو لازماً ان ہی کی
سی قربانیاں اور ان ہی کا سا نظم بھی اختیار کرنا ہوگا۔ ان کے طریق کار کو خاطر
نہ لکرا ان کی قربانیوں کو نظر انداز کر کے ان کی کامیابیوں پر حسرت اور شکستہ
کرنا سرسراواہی، بیچودگی اور خام خیالی ہے۔ اپنی بلطسی اور بے ترقی سے سبباً
معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا ہم اتنے محسوس اور تحصیل دار ہونے ہیں۔ کہ مذہبی اشاعت
اور جماعتی دفاع کے لئے خیر خیرات بچھ دیتے ہی نہیں، یا کھیلوں طرح اپنی خیرات
اور عطیوں کو بے محل اور بے ٹھکانہ قرار دے کر دیتے ہیں۔ کہ یہاں تک محسوس

جماعتی تعمیر اور دفاع کا سوال ہے ہم ان حیرتوں کی کوئی نشان دہی نہیں کر سکتے
 اول تو میں بلاپ اور جماعتیں ہی ملینس۔ جہاں کوئی جماعت ہو بھی وہاں
 قدر اور بیعتا الماں نہیں۔ صرف وقتی اور ہنگامی پروگرام پر اس کی بسا دقتات
 ہے۔ اور جہاں کوئی بیعتا الماں کی صورت پیدا نہیں ہے۔ تو وہ شخص ضعیف رہتا
 تحقیقاً اندر کے نام ہے۔ جو ہمسایہ قوم کے قتل کے مقابلہ میں کچھ بھی نسبت نہیں
 ہمارے ساتھ صاحب ضرورت اصحاب ہیں سے جو حضرات کسی قدر سخاوت اور
 مروت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ وہ جماعتی تعمیر، جماعتی نظم و تنظیم اور جماعتی حفاظت و
 ممانعت سے سراپا نائل اور بے خبر ہیں۔ اور جو باقی ہیں وہ مطلقاً نادمہ واقع
 ہوئے ہیں۔ گویا انہیں اس دنیا کو چھوڑنا ہی نہیں۔ اور نہ مستحفظ مذہب کے متعلق
 ان پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

انگریز ہمارے ہاں "مہربانی ہم غلط" اور "ماہر مانی ہم غلط" والا معاملہ
 ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سنت جلیسی پرست جماعت ہر جگہ عاجز و در ماند
 اور لاچار ہو رہی ہے۔

اب تبلیغ ہو تو کیسے؟ جماعتی حفاظت و ممانعت ہو تو کس طرح؟ اور جماعت
 میں عام بیداری اور شعور زندگی پیدا کیا جائے تو کیونکر؟ نتیجہ یہ ہے کہ افراد
 جماعت اہل سنت ملی، مذہبی اور جماعتی شعور سے خالی الذہن پھرتے ہیں۔ اور
 ہر وقت، اور ہر جگہ آئے گئے کی دستبرد کا شکار ہیں۔

خدا را اب بھی سنبھل جائیے اور کام کی الف۔ اب بیت الماں کے قیام
 سے شروع کیجئے، ہمارا فرض ہے۔ کہ تہادسی غمی اور ایصال تو اب کی تمام چھوٹی بڑی
 حیرتوں سے لے کر بڑے بڑے عطیات اور وصیتوں تک سب کی سب اپنے

اسلاف کی طرح نہ سہی اپنے ہمسا یہ فرقوں کی طرح ہی اپنی اپنی مقامی انجمن کے خزانے میں داخل کریں۔

ایسا اس قدر ذلت و خواری کہے بعد بھی ہم اپنی خیر و خیرات اپنے جماعتی خزانہ میں منتقل نہیں کر سکتے اور ہمارے سے جمل و خیر و کئی کئی حد نہ رہی۔ آپ حضرات جس قدر چاہیں اس میں ہاتھ پیر غور کریں۔ آج نہ سہی کل مسیحی لیکن بالآخر جماعتی اٹھنا اور جماعتی انفاق کے لئے یہی تدارک اور ہی چارہ کار لازمی طور پر اختیار کرنا ہوگا لیکن اس میں شیخ کہہ رہے ہیں کہ پہلے ہی ہم سے بہت غفلت اور کوتاہی ضرور ہو چکی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس پروگرام پر عمل کرنے کے لئے ہم اس وقت کم بستہ ہوں۔ جب تک فی مانات کا موقع ہی نہ رہے اس وقت کا منتظر رہنا اور جماعت اور سب سے سزا ہوگا۔

اسے زبردستی بے ضرور سر جوہر باشی زور و باش یاد رکھو اور خوب یاد رکھو اسباب چھوٹی بڑی خیراتیں اور عطیے منظم ہونگے تو جماعت بھی منظم ہوگی یہ ہمارے خیال اور ناممکن ہے۔ کہ آپ کی داد و بخشش اور آپ کی خیرات منظم ہو اور جماعت منظم ہو جائے۔ جماعت کے بیت المال اور جماعت کے فنڈ کا وجود نہ ہو۔ اور بی بیع و اشتاعت اسلام اور حفاظت ملت کا کام شروع ہو جائے اور خود بخود جاری رہے۔

اس خیال است و محال است و جنوں کے پس خیال رہے۔ کہ اگر دین کی کچھ خدمت اور عاقبت کی کچھ بھلائی منظور و مطلوب ہے۔ تو ضروری ہے کہ آپ مقامی جماعتیں بنا کر ان کے بیت المال مضبوط کریں ان میں جیسا کہ عرض کیا گیا بڑی بڑی قربانیاں پیش کریں۔ ان

کو ذاتی مناقشوں اور مزاحوں سے بچائیں۔ اور پوری حفاظت کے ساتھ کھان
 کو ان بات میں صرف کریں جن کا تفصیلی ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ تب ان شاء اللہ
 ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہونگے۔ مقامی جماعتیں اکٹھیں گی۔ مرکز
 مضبوط ہوگا۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ کیا سے کیا ہونے لگتا ہے۔

اور اگر آپ ان حالات میں بھی اپنے اندر جماعتی زندگی کی صلاحیت پیدا
 نہیں کر سکتے۔ اپنا داد و بخش اپنی خیرالوں، اپنی قربانیوں کو اپنی نگراںی میں
 رکھ کر ان کا صحیح اور بہتر استعمال کرنے سے قاصر ہیں۔ اور ان کو بھی رواجی
 اور دستور کی لوٹ سے بچانے کی اہلیت اور جرأت نہیں رکھتے۔ تو آپ
 اس وقت کا انتظار کیجئے جب کہ خدا نخواستہ منظم فرمے اور جماعتیں
 بلہ بول کر آپ کو ہر طرف سے گھیر لیں۔ اور گونا گوں گرامیوں کے جراثیم
 جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ نہ صرف آپ کے گرد و نواح میں بلکہ خدا نخواستہ
 خود آپ کے خاندان میں داخل ہوتے نظر آئیں۔ آپ کے خویش و اقربا
 آپ کے عزیز و جوان شیعہ اور مزارعوں کے بچہ خواہیں گرفتار ہوں۔ اور
 آپ کی یہ جائداد جس میں سے آپ اس بر وقت کے دفاع اور انسداد کے
 لئے کچھ دینا گوارا نہیں فرماتے۔ اس کو وہ گمراہ ہونے والے عزیز اپنے
 ساتھ لیتے جائیں۔ اور یہی جائداد لوگوں کو اسلام سے متناہی کرنے
 کی کوششوں میں صرف کریں۔ اس وقت یہ سب کچھ آپ دیکھیں اور کچھ نہ کر
 سکیں۔ علاوہ ازیں بارگاہ امروہی میں بھی آپ جواب دہ ٹھہریں۔
 پس اس وقت سے ڈریں۔ اور اس بر وقت کے دفاعی اور
 انسدادی پروگرام میں بلا تامل شامل ہو جائیں۔

اس وقت ہر قسم کی فیاضی اور خیر صیرات کو دفاع اور ارتفاع اہل سنت
کی ضروریات پر خرچ کرنا اتفاق فی سبیل اللہ کا بہترین مصرف ہے۔ آپ
باد کریں۔ کہ جماعت اہل سنت کے خلاف ہر جگہ نہایت خطرناک تیاریاں
ہونے لگی ہیں۔

اللَّهُمَّ اهْضِمْنَا الْقِرَاطَ الْمُسْتَقِيمَةَ

جن حضرات سے فی الحال مقامی جماعت مرتب نہ ہو سکے وہ اپنی امداد
براہ راست مرکز تنظیم اہل سنت میں بھیج کر یو ایب ادارین حاصل کریں۔
کیونکہ جب تک اطراف و اکناف ملک میں مرکز کی کثیر التعداد شاخیں
تاکم ہو کر اس کے اخراجات کی پوری پوری کفیل نہیں ہو جائیں۔ اس وقت
تک مرکز کے تمام مصارف مسلمانوں کی عام امدادوں ہی سے پورے ہو گئے
چنانچہ موجودہ وقت میں بھی قوم کے مخیر حضرات کا دست اعانت ہی مرکز
کے اخراجات کا قفیل اور ذمہ دار ہے۔

تزوید مرزا اہیت میں قابل مطالعہ لکچر پریچر

پھر عمومی خواندگوشی ان کتابوں کو پڑھ کر پڑے سے پڑے مرزائی

کانا طبع پیدا کر سکتا ہے۔

قیصلہ مقدمہ بہاولپور۔ جس میں اسلامی ریاست کے فاضل حج محترم محمد اکبر
خاں صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی نے مرزائی کو مزید قرار دیا ہے کہ مسلمانوں کا
نکاح نسخ فرمایا۔ ۱۵۲ صفحے۔ ٹائٹل رنگین اور دیدہ زیب قیمت ۸۰/-
بیانات علمائے دینی۔ حجۃ الاسلام علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری
دخیرہ اکبر علمائے اہل سنت کے بیانات اور مجتہد ائمہ نکات بدلائل قاطعہ جن کی بنا

پر مذکورہ بالا قیصلہ ہوا۔ ٹائٹل رنگین۔ ۱۸۴ صفحے قیمت ۸۰/-
تحقیق لٹائی۔ مرزا صاحب کی آسمانی پیشگوئی متعلقہ نکاح محمدی بیگم کی
بیٹھتی ہے۔ ۲۰۰ صفحات۔ قیمت ۲۰/- (ایک روپیہ بارہ آنے)
حقیقت مرزا اہیت کے گھر کے بھیدی مہا اہل صاحب کی قابل مطالعہ

تالیف ۱۵۲ صفحے قیمت صرف ایک روپیہ۔
ترک مرزا اہیت۔ از فاضل قادیان مولانا لال حسین صاحب اختر۔ اپنی اس
تالیف میں مولانا نے بتایا ہے کہ انہوں نے مرزا اہیت کیوں ترک کی۔ قادیانی
ذہب کی فضیلت اور کبریٰ اس کتاب کے مطالعہ سے پوری طرح کھل جاتی
ہے۔ قابل دید چیرا۔ ٹائٹل لونیس ۱۲۰ صفحات۔ قیمت ۸۰/-
مدنی کتب خانہ۔ پتھر کتب خانہ سنت شاہ منزل۔ نو محلہ۔ لاہور۔

ایسٹنٹ کی اجازت

بمقام ایڈیٹر لٹریچر

میری تخلیق کا انتخاب

انجمن مسلمین کی دعوت

۱۔ فضول اور بیہودا اختلافات

دیوبند کی پوری مجلس

اور

سوال - محترم محمد اسحاق صاحب انصاری کلاکتہ مرچنٹ بنگھس ضلع بستی

(دیوبند) تحریر فرماتے ہیں :-
 "ہمارے قصبہ میں آج کل علماء دیوبند کو بہت سے لوگ
 کافر بنا رہے ہیں۔ علماء دیوبند آ کر لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ
 تم ان لوگوں سے قطع تعلق کر لو۔ ورنہ دائرہ اسلام سے خارج
 ہو جاؤ گے۔ اس سے ہمارے مال بہت زوروں کا فساد
 برپا ہے۔ آپ زمرم میں کچھ تحریر فرمائیں۔ اور یہ بتلائیں
 کہ کون جتنی راستے پر گامزن ہے؟"

✽

✽

✽

جواب سے حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
 کیا عجب بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
 آپ نے ایک ایسا سوال پیش کیا ہے۔ جس پر قلم اٹھانے ہوئے، اچھے
 دل کے زخم مرے ہوئے ہیں۔ آپ مرکز تنظیم کے نقطہ نظر سے بخوبی
 واقف ہوں گے۔ مرکز صوفی، دہلی کی نوعیت کے اختلافات سے بلند اور
 مفصل، غیر مفصل اور دلہندی، بریلوی امتیازات سے بالاتر ہے۔
 اور حقیقت یہ سب لوگ "ال سنت" ہیں۔ سب اسلام کے سرسبز اور
 بار آور درخت کے ہرے بھرے برگ و بار ہیں۔ اور وین کے گل صد برگ
 کی نرم و نازک پتیاں! اہلسنت کے یہ سب مسالک زندگی کی مختلف چھوٹی
 چھوٹی راہیں ہیں۔ جو شاہراہ نبوت پر آکر مل جاتی ہیں۔ یہ مختلف مذاہب
 گویا صاف و شفاف اور پاکیزہ اور مظہر پانی کے ندی تارے ہیں، جن کا
 نشاء و مصدر اور مخرج و منبع آنحضرتؐ نداءِ نبوی کی ذات مقدسہ و مظہر
 کا دریائے رحمت اور حشر شہدہ خیر و برکت ہے۔ یہ سب خدا کو واحد اور
 رسول کریمؐ کو خدا کا آخری اور افضل ترین نبی مانتے ہیں۔ کتاب اللہ، سنت
 رسول اللہ، اور سیرت صحابہ کی روشنی میں اپنی شاہراہ عمل متعین کرتے ہیں۔ سب
 کے ایمان و یقین کا مرکز حضورؐ اور پورے ذات اقدس اور قرآن کریم ہے۔
 سب اسی محور کے گرد گھوم رہے ہیں۔ سب اسی لفظ پر مل جاتے ہیں۔ سب
 اسی محبوب خدا کے دیوانے اور سب اسی شہیح رسالت کے پروانے ہیں۔
 ہم ہوئے، تم ہوئے کہ تم ہوئے
 ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

”سنّت“ کے ان جمع طبقات کے درمیان بنیادی مسائل میں اتحاد و اتفاق اور یک رنگی و ہم آہنگی ہے۔ اصول و کلیات میں سبب متفق و متفق اور ہم خیالی و ہم نوا ہیں۔ صرف فروع و جزئیات میں برائے نام..... اختلاف رائے ہے۔ جسے فی زمانہ نظریات و تفاسیر اور عقائد و فساد کے درجہ تک پہنچا دینا کم سمجھی اور کوتاہ نظری کا کرشمہ، نازک صورت اور فعالیت سے بے خبری و لاعلمی کا نتیجہ، شرہ اور غبار کے لگاتار معاندانہ اقدامات اور ارتداد کے مسلسل و متواتر واقعات سے مجرمانہ انماض و تعاضل کا اہم ناک مظاہرہ

اور خطرناک نتیجہ ہے۔
 حقیقت حال اور فشرقی کی خیال - آپ شاید اس حقیقت سے غافل نہ ہوں گے کہ جس طرح غیر ملکی استثمار نے اپنے مفاد و مقاصد کے لئے اقتدار کی برقراری دیا پیدار کیا اور اپنی حکومت کے لئے ہندوستان کی سیاسی دنیا میں ہندو مسلم سوال پیدا کر کے ایک اور دوسرے کا بدخواہ و بداندیش بنا دیا۔ اسی طرح اسلام اور دنیا میں مسیحی، واپنی، دیوبندی، اہل بلوچی وغیرہ نے جو عیسیت کے اختلافات کی آگ بھڑکا کر اپنا لڑ سیدھا کیا۔ اگر آپ حضرت مولانا محمد میاں صاحب کی شہرہ آفاق تالیف ”علمائے ہند کا سنیانہ راجحی“ کے وہ صفحات ملاحظہ فرمائیں گے جن میں مجاہد اہل سیدھا گلبرگی اور شہید اعظم شاہ محمد اسماعیل رحمہما اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ تو آپ یہ معلوم کر کے حیران رہ جائیں گے۔ کہ ”وہابی“ اور لڑا لڑا کی بھادریٹ۔ انگریزوں کے چالاک و مشیاریہ عیار کی دیکھاری اور لڑا لڑا کی سیاست سے پیرزور ہونے اور لڑا لڑا کی صورت میں سب سے خبر اور

جاہل مسلمان کے منہ میں ڈال دیا ہے۔ جسے اندھا مسلمان آج تک منہ میں دبانے اور برابر پھانے چلا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ جب ہمارے مہربانوں کی دور بین اور کنتہ رس عقابانی نگاہ نے بالاکوٹ کے لالہ زارہ میں اپنے مستقبل کے لئے مستقل خطرہ محسوس کیا۔ تو انہوں نے انقلابی تحریک کو کچل دینے اور شہیدی روح کو فنا کر دینے کا تیر ہدف، موثر و مجرب اور آزمودہ نسخہ "اتفاق و تشفاق" جو نیر کیا۔ اس نسخہ کا جزوِ اعظم تھا شاہ اسماعیل شہیدی کی "وہابیت اور تکفیر" حسرت اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ غلامی کا ہمارا اور جمالت میں بدوش مسلمان یہ زیر کاپیالہ "اب حیات" سمجھ کر غٹ غٹ بی گیا۔ اور برابر پے چلا جا رہا ہے۔ ناوان سمجھتا ہے۔ کہ اس مجاہد اعظم کی تکفیر سے اپنا ایمان محفوظ کر رہا ہے۔ حالانکہ اپنے ایمان کی جڑوں پر تیر و تند کلہاڑا رکھ رہا ہے۔

اللہ! اللہ! ہندوستان کیا دنیائے اسلام میں خلافت راشدہ کے بعد جس مرد خدا نے آئین خدا کے اجراء، کتاب اللہ کے نفاذ، اور حکومت الہیہ کے قیام کے لئے جان کی بازی ہار دی، گھر بار، عز و اقتدار جاہ و جلال، مال و منال، اہل و عیال اور ملک و وطن کی ہر گونہ قربانی کے بعد اپنی جان پر کھیل کر مسلمانوں کو "ان احکمہ الا للہ" کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ اور ہزار سو ہزار سال کے بعد حکومت الہیہ کے صحیح تصور سے دنیا کو آشنا کیا۔ جس نے شریعت مقدسہ کی روح کے اجیاز اور مفسر قرآن کی تعلیم و تقہیم پر اپنی جان شیریں بچھاور کر دی۔ اور اپنے خون کا ایک ایک

قطرہ بہاویا۔ آج کلمہ گو مسلمان اسے کافر کہتا ہے۔ اور اسی میں اپنے...
ایمان کی غیر منانا ہے۔ خدا کی شان ہندوستان کی ساری تاریخ میں
اسلام کے صحیح نظام کے قیام کے لئے جس مرد مجاہد نے سب سے
پہلی اور شاید سب سے آخری عملی جدوجہد اور مسلح تگ و دو کی۔ آج
اسلامی دنیا سے کافر قرار دیتے ہیں اپنے عاقبت پسند ایمان اور کفر کے
سایہ میں پھلے پھولے اسلام کی بقاء و سلامتی سمجھتی ہے۔ یہ ہے فریب کاری
میں یورپ کا کمال! پروپاگنڈا کے فن میں اہل مغرب کی استادی! اور
یہ ہے حکمراں کی ساحری و کوشمہ کاری! اسے

نواب سے بیدار ہوتا ہے کوئی محکوم اگر

بھروسہ دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری!

ولویندی کفر کا اصل نشتار۔ آپ کا یہ تحریر فرمانا کہ "ہمارے
تصیب میں علمائے ولویند کو بہت سے لوگ کافر بنا رہے ہیں" صحیح بھی ہے
اور غلط بھی! صحیح اس لئے کہ امر واقع ہے۔ اور غلط اس لئے کہ علمائے
ولویند اس کفر کی گولہ باری میں مقصود بالذات نہیں، غرض اسی اور مقصد
صحیح صرف اس شہیدانی سبیل اللہ کی ذات اقدس پر جس کے نزار مقدس پر
اللہ کی نزار نزار بلکہ بے شمار رحمتیں نازل ہو رہی ہیں، کفر کی گولہ باری کرنا ہے
باقی حضرت گنگوہی یا مولانا کھٹالوی وغیرہ رحمہم اللہ، سوال پر اگر کفر کی آتشیں
گولیاں برسائی جا رہی ہیں۔ تو محض اس لئے۔ کہ انہوں نے اس آتشباری
میں ظالم تملہ آوردوں کا ساتھ کیوں نہیں دیا۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح
جوہنی کے ڈکٹیٹر نے بے گناہ ماروے، ڈنمارک، بلجیم اور ہالینڈ

کی متاع آزادی پر صرف اس لئے کشتیوں مارا۔ کہ شاید یہ لوگ انگریزوں کے
مقابلہ میں اس کی امداد و اعانت نہ کریں۔ دلوپنڈ صرف اسی جرم کا مرتکب اور
صرف اسی قصور کا قصور وار ہے۔ اگر دلوپنڈی حضرات، حضرت شہید کی
تکفیر میں ان لوگوں کا ساتھ دیتے۔ تو آج دلوپنڈی اور بریلوی سوال ہی
موجود نہ ہوتا۔

یقین مانئے اور خوب یاد رکھئے کہ کم از کم دلوپنڈی اور بریلوی
سوال فی الاصل کوئی اختلافی سوال نہیں۔ اس نزاع کی بنیاد فرعی اختلافات
پر رکھی نہیں۔ محض شخصیتوں پر ہے۔ آج اگر دلوپنڈ کے ہتھم اور مددگارین
حضرت شہید کی طرف سے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ اور دامن شہید سے
وابستہ دو تین اکابر دلوپنڈی تکفیر کا فتویٰ شائع ہو جائے۔ تو آج ہی
دلوپنڈی بریلوی سوال مٹ جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ گانا اور کھانا،
قیام مولود اور علم غیب وغیرہ بیسیوں مسائل میں معرکہ الازار اختلاف
موجود ہے۔ ہے اور ضرور ہے یا مگر بے بنیاد اور پادر ہوا! اس
کی بنیاد و اساس دراصل وہی ہے جو ہم اوپر عرض کر کے ہیں۔ وجہ نزاع
اور باعث فساد وہی چیز ہے۔ باقی یہ تمام خرافات اسی نزاع و اختلاف
کی بقا کے جیلے بہانے اور اسے پورا دینے اور بڑھانے کے ذرائع و وسائل ہیں
یہ ساری مورچہ بندیوں، گولہ اندازی اور بمباری کے لئے مضبوط و مستحکم ٹھکانے
بنائے گئے ہیں۔ اور بس! بہر حال اصل وہی ہے۔ آج آپ حضرت
شہید کی تکفیر میں ان کشتیوں شہید کا ساتھ دیتے۔ آج سارے اختلافات

مٹ جاتے ہیں۔ صوفی، وہابی سوال اٹھ جاتا ہے۔ آج دیوبندی، اہل پیغمبری
 گلے مل جاتے ہیں۔

انہماک تماشیح - یہ دروناک افسانہ ہے۔ یہ اندوہناک قصہ ہے۔ اور
 انہماک داستان! آپ کو فکر و امن گیر ہے۔ کہ "چند علمائے دیوبند کی
 ایک کنفرس ہو رہی ہے" مگر ہمارے نزدیک یہ کوئی فکر اور فیسوں کی بات نہیں
 کسی کے کافر کہنے سے کوئی مسلم اور مومن کافر نہیں ہو جاتا۔ اس سے تو
 اللہ عند اللہ اس کے بلا رج و مراتب بڑھتے ہیں۔ اس مرد مسلمان پر
 اللہ تعالیٰ کی خاص انجائز رحمت ہے۔ کہ اگر وہ دنیا سے منتقل ہو کر
 عالم بزرخ میں خوب عمل و عبادت سے معذور و مجبور ہے۔ تو اللہ تعالیٰ
 دوسرے لوگوں کے اس قسم کے اعمالِ شنیعہ اور حرکاتِ زہیہ سے اس
 کی خیرات و حسنات میں اضافہ کر رہا ہے۔ پھر اس میں فکر اور غم کی کیا بات
 ہے! ہاں فکر و حیرت، غم و اہم اور حسرت و افسوس کی بات ہے تو یہ
 کہ وہ مرد مجاہد جس اہم ترین نصیبِ اعلیٰ، جس بلند ترین مقصد کو سامنے
 رکھ کر جان پر کھیل گیا۔ وہ پورا ہونا تو بجائے خود اپنا نگاہ کی نگاہ
 سے بھی اور کھیل ہو گیا۔ اس مردِ جلیل نے جو حیاتِ آفریں سنبھالی وہ اپنے
 لئے عمل کی طرح تڑپا تڑپا کر جان دے دی۔ مسلمانوں نے وہ سنبھالی یاد
 نہ کیا۔ قابلِ شکر اور اائق مدار می نے ناظرین کی آنکھوں پر مٹی باندھ
 دی اور تماشیا کا رخ بدل دیا۔ مقصود و منظور سب تو یہ کھانا کہہ کر اڑاؤں
 منتظر کے بعد ہندوستان کا ہر فرد توجید سر تکف ہو کر کفر کے خلاف اعلان
 جنگ کر دیا۔ اور اسلامی نظام کے قیام و استحکام کے لئے اگر ضرورت پڑی

پیش آتی۔ تو اپنے خون کا قطرہ قطرہ بہا دیتا۔ مگر ہوا کیا؟ کچھ نہ پوچھو! مسلمانوں نے اس استادِ کامل، اس محسنِ اعظم اس مجددِ وقت پر وہ ظلم کیا جس سے بڑا ظلم ہو نہیں سکتا۔ اس کے مشن کو لے کر آگے بڑھنے کی بجائے اس کے کانٹے کی تحقیر اور نودائیس عظیم الشان شخصیت کی تکفیر کی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نظامِ اسلامی کی تعمیر کے لئے جو حضورِ اہمیتِ موادِ مسالہ، جو بچا کھچا اینٹ گارٹ اتفاقِ بین المسلمین — باقی تھا۔ وہ بھی باقی نہ رہا۔ اب محکوم و ذلیل، بسوا اور پشیمان مسلمان، باہم دست و گریباں ہے۔ شیطانِ باری جیت کر نساہان و فرحاں ہے۔ کفر، اسلام پر نہیں رہا ہے۔ اور اسے منسنے اور خوش ہونے کا حق ہے کاش! اب بھی ہمارے علماء کی آنکھوں سے پٹی اتر جاتی۔ اور وہ دیکھتے۔ کہ ان کے اس فضول اختلاف سے شیطان نے کتنا بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔ پھر صرف سیاسی فائدہ نہیں! اندسی رنگ میں بھی بلبش بہا! انتفاع کیا ہے۔ بریلوی علماء کو معلوم ہو جانا چاہئے۔ کہ وہ دیوبندی بھائیوں کی تردید و تکفیر کے محبوب منتقلے میں مصروف و منہمک رہے۔ ادھر فرقِ باطلہ نے موقع کو غنیمت جان کر چار طرف سے ہلہ بول دیا۔ کفر و ارتداد نے اہل اسلام کو باہم دست و گریبان دیکھ کر ہاتھ پاؤں مارنے اور داؤں چلانے شروع کر دیئے۔ اہل حق کو گتھم گتھا پا کر باطل نے پیٹھ میں چھرا گھونپا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شر و ہانڈ نے بیس لاکھ مسلمانوں کو مرتد کر ڈالا۔ (انگلش مین ۱۲/۲۵)

مہا سبھانے صرف صوبہ بنگال میں سچاس ہزار مسلمان مرتد کر دیئے

(مہدم ۱۶/۲۸) الجزائر کے پچاس ہزار مسلمان عیسائی بنائے گئے۔
مزا محمود نے اہل عرب کو مزید کرنے اور کعبۃ اللہ کی حفاظت و نگرانی کے

خواب دیکھنے شروع کر دیے۔ (دا نفضل)
کیا اب بھی مسلمانوں کی آنکھیں نہ کھلیں گی! اور وہ محسوس نہ کریں گے
کہ ان کی باہمی فضول کشمکش سے اہل باطل کو ٹرہنے اور پھینے چھوٹنے کا کتنا
اچھا موقع مل گیا۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا۔ کہ اہل سنت فروری اختلاف
کو بالائے طاقت رکھ کر باہم شکر ہو جائیں۔ اور شانہ بستانہ ہو کر
کفر و ارتداد کے حملوں کی مدافعت کریں؟

ہرگز نہ! ہرگز نہیں! اسی مقصد کے لیے کہ میدان میں نکلا ہے۔ اس کی کوشش
ہے۔ کہ اہل سنت کو باہم گلے ملا کر نہیں کفر کے مقابلہ میں بنیان مہم
بنا دیا جائے۔ ہمارا کام بھائی کو بھائی سے لڑانا، اور اختلاف کی آگ کو
ہوا دینا اور کھڑکانا نہیں۔ بلکہ ہمارا فرض بھائی سے بھائی کو ملانا اور اختلاف
کی آگ کو دبانا۔ بلکہ اس پر محبت و مروت، اتحاد و اتفاق اور وسیع نظر سی
ذراخ ولی کا پانی بہانا ہے۔ ان کی جو قابل قدر قوتیں غلط مصرف پر
ایک دوسرے کی تہدید و تکفیر میں خرچ ہو رہی ہیں۔ اور جو گولہ بارود
ایک دوسرے پر آتش باری پر صرف آ رہا ہے۔ اس کا رخ مخالفین کی
طرف پھیر دینا ہے۔ ہمارا ایمان و یقین ہے۔ کہ جس دن اہل سنت
کے تمام طبقات آپس میں متحد ہو گئے۔ مقلد، غیر مقلد، صوفی، واپائی
وغیرہ نوعدیت کے امتیازات اٹھ گئے۔ اسی دن شیطان دم دبا کر
بھاگ جائے گا۔ اور سعادت اور اول کی پہلی پہلی حتم ہو جائے گی۔

خدا یا! ہمیں وہ مبارک دن دیکھنا نصیب فرما :
 ان اختلافات کے خاتمہ کی صرف ایک صورت ہے۔ کہ ان
 اختلافات کو ختم کر دیا جائے۔ آپ اپنے ہاں مرکز تنظیم کی مقامی شاخ
 تنظیمیں اہل سنت کا قیام عمل میں لائیں۔ اور اس میں شمولیت و شرکت
 کی دعوت بریلوئی حضرات کو دیں اور بصیہم قلب دیں۔ ہر ممکن کوشش
 کریں۔ کہ وہ اور آپ اس مشترک پلیٹ فارم پر مل جائیں۔ جس دن
 آپ ایک پلیٹ فارم پر مل گئے۔ اسی دن یہ اختلافات و نشقانات صحبت
 و یگانگت سے بدل جائے گا۔

جب آنکھیں چار ہوتی ہیں صحبت آہی جاتی ہے

یہ عناد و خلاف اور فتنہ و فساد تب تک ہے جب تک آپ ایک
 دوسرے سے دور ہیں۔ جب ایک دوسرے کی بغل میں بیٹھیں گے
 قدرتی طور پر ایک دوسرے سے پیار کریں گے۔ اور اگر آپ کی سعی و
 کوشش کے باوجود وہ حضرات آپ کی طرف التفات نہیں فرماتے۔
 اور آپ کی افتخار و استعدا کو برابر ٹھکرانے جاتے ہیں۔ تو آپ کے
 لئے صرف ایک صورت ہے۔ کہ آپ انہیں کا عدم سمجھ کر اپنا کام
 شروع کر دیں۔ مسلمانوں کی عام اصلاح و ترقی، اٹھان و اٹھار اور
 مخالفین اسلام علیہما فی، آریہ، مزرانی، شیعہ کے حملوں کی مدافعت
 میں سرگرم عمل ہو جائیں۔ یہ نہ ہو کہ

چھتر خوباں سے چلی جائے اسد
 گر نہیں وصل تو حسرت ہی رہی

اس صورت میں آپ اپنی مساعی کو منتشر اور بے بسی کی طرح اپنی سرگرمیوں کو مختلف محاذوں پر بانٹ کر کمزور پڑ جائیں گے۔ اور بالآخر منہ کی کھا لیں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ آپ اپنی طاقت و قدرت، اپنے امکانات اور اپنی صلاحیت و قابلیت کو ٹھیک نشانہ پر خرچ کریں۔ یہ سب صرف نہ کریں۔ اپنے بھائی کے مقابلہ میں اپنے وسائل و ذرائع کو بروئے کار لانا، جہاں اپنے بھائی کا گلا کاٹنا ہے، وہاں کمزور پڑ کر دشمن سے اپنا گلا کھولنے کی تمہید باندھنا ہے۔ یاور کھو، اور خوب یاد رکھو، اگر ہم نے دیوبند کی بریلوی اختلافات کی جنگ جاری رکھی۔ تو آخر کار ہمیں شیعیت مرادیت، آریہ سماج اور علیسا ہمیشہ کے زبردست دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالتے بنے گی۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ ان جانی دشمنوں کو شکست فاش دیں۔ تو آپس کے اختلافات کو بھول جانا پڑے گا۔

برسبیل نمنزل ہم بان لیتے ہیں۔ کہ دیوبند کی اور بریلوی میں بنیادی اختلافات ہیں۔ لیکن کیا یہ اختلافات روس اور انگلستان اور روس اور امریکہ کے اختلافات سے بھی زیادہ اہم ہیں؟ کچھ منظر حدیثیہ جہاں بریلوی و قاور اور مشر کہ دشمن سے کامیاب جنگ آزادی کے لئے انگریزوں انگلستان اور امریکہ آپس کے اختلافات کو بھراؤ قیالوں میں ڈبو سکتے ہیں۔ تو کیا ہم ہمارے طاقتور اور زور آور، منظم اور سارے جہاز سے مسلح دشمنوں کے خلاف نتیجہ خیز لڑائی لڑنے کے لئے آپس کے اختلافات کو بھراؤ نہیں کر سکتے؟

ہمارے لئے ہیں ان اختلافات و ذرائع کو مٹانے کی واحد صورت

باہمی رواداری و فرخ جوصلگی، اخلاص و محبت کے ساتھ "انجمن تنظیم
اہل سنت" کی تشکیل و تقویم کے اعدائے اسلام کے مقابلہ میں مل کر نکلنا
اور شانہ بٹانہ ہو کر لڑنا ہے اور بس! (زمزم ستمبر ۱۹۴۲ء)

اہل سنت و جماعت کے بنیاد و خلاف و نزاع

بین المسلمین حرب عقائد

اور

ہمارا جماعتی مسلک

سوال ہے۔ کیا ہے۔ کہ تحریک تنظیم صوفی و ہادی نوعیت کے خلاف
وزاع اور باہمی آویزش میں پورا پورا حصہ لے گی۔ کیا صحیح ہے؟

جواب ہے۔ ہر دین دام بر مرغ و گرنہ
کہ عقائد بلند است آشیانہ

آریہ عیسائی، شیعہ اور مرزائی سے ہمارا اصولی اور بنیادی اختلاف

ہے۔ لہذا۔۔۔۔۔ اپنی تعمیر کے ساتھ ساتھ۔۔۔۔۔ ہماری

مساعی ————— بذریعہ تقریر و تحریر ————— ان ذریعہ باطلہ کی تردید
 تک محدود رہیں گی۔ اور وہ تھی مہذبانہ، مشفقانہ اور خیر خواہانہ انداز
 سے۔ نہ کہ معاندانہ اور غیر شریفانہ طور پر۔ —————
 بانی تحریک محترم سردار احمد خاں صاحب پٹانی نے ۱۲ دسمبر
 کے اجلاس میں ————— جس میں اس تحریک کا سنگ بنیاد
 رکھا گیا ————— بے غل و غش، صاف، واضح اور کھلے الفاظ
 میں فرمایا تھا کہ :-

اہل سنت کی حدود و شیعہ کی سرگرمیاں، بدگوئی صحابہ تک محدود
 ہیں۔ شیعہ زندگی کا پرگرام، تاہم و سینہ کوئی اور سبب و شتم پر مشتمل
 ہے۔ مزارعیوں نے اس فی سعادت کے بلند ترین و سب سے زیادہ مقام "نبوت"
 کو باریکچہ طفلان بنا کر وحدت امت کا شیرازہ تار تار کر دیا ہے۔ ان ...
 ذریعہ باطلہ سے ملت حقہ کا اتحاد و اتفاق ناممکن ہے۔ باقی تمام مسلمان
 اہل سنت و الجماعت کے دائرہ میں آ سکتے ہیں۔ اور ہمارا حلقہ عمل
 یہی دائرہ ہو گا۔ (جہد للبقا و صحت)

باقی رہے ولوسندی، بریلوی، صوفی، وہابی، مقلد، غیر مقلد، حنفی
 مانکی، حنبلی، شافعی، حنبلی، سمرودی، نقادری، نقشبندی، ...
 سب جماعت اہل سنت کے افراد ہیں۔ ان کے درمیان —————
 گو فردی اختلافات کی وسیع نچلیج حاصل ہے۔ لیکن بنیادی ...
 اختلاف کوئی نہیں۔ اس لئے یہ سب لوگ تحریک تنظیم میں شریک
 ہو سکتے ہیں۔ ہمارے دعوت جس طرح ایک بریلوی کو ہے۔ اسی

طرح ایک دیوبندی کو۔ اور جس طرح صوفی کو ہے۔ اسی طرح وہابی کو! جس طرح ایک تقلید حنفی ہمارے تحریک میں آسکتا ہے۔ اسی طرح ایک غیر تقلید اہل حدیث ہمارے تنظیم میں سما سکتا ہے۔ ہم جہاں حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب سے مشورہ... دیتے ہیں۔ وہاں حضرت مولانا شہداء اللہ صاحب سے شرف ملاقات حاصل کر کے استفادہ کرتے ہیں ہم نے اپنا پستلک کسی سے محبوب دستور اور نہ مان و نہ مان نہیں رکھا۔ مرکز کی یہ روشیں پہلے دن سے واضح اور کھلی ہوئی ہیں اور مشہور ہے ہم نے ہر جگہ تقریر و ملاقات میں اپنی پالیسی یہی پیش کی ہے۔ "زمزم" میں روز اول سے ہی لکھا جا رہا ہے۔ اور اکتوبر کی اشاعت میں تو اس عنوان پر ایک بسیط نجات کی گئی ہے۔

یاد رکھئے اور خوب یاد رکھئے! مرکز تنظیم ازیں گو نہ عقائد کی موثر گائیوں کا ادارہ نہیں۔ اس کے سامنے مسلمانوں میں صحیح روح حیات پیدا کرنے کا عظیم و جلیل مقصد ہے۔ یہ سچیں ہمارے نقطہ نظر و توجہ ہمارے معیار سے بہت لپٹ اور ہمارے نصب العین سے بہت افضل ہیں۔ بلکہ ہمارے نشاء و مقصد تحقیق کے منافی ہیں۔ اس قسم کی فضول بحثوں میں بڑبڑانا، اور دوران کار کشمکش میں الجھنا اپنی منزل مقصود کے خلاف جاتا ہے۔ اگر خانہ جنگی اور باہمی کشمکش اور ریسہ کشی مقصود و مطلوب ہے۔ تو اس کے لئے تنظیم کی کیا ضرورت! یہ گھر کی لڑائی اور دستاویز گریبانہ کی تو تحریک کے بغیر بھی عام ہے مولوی، مولوی سے لڑتا ہے۔ مسجد مسجد سے بھڑکتی ہے۔ خطبہ، خطبہ سے لگتا ہے۔ آمین یا بھرمیہ

ہاتھ پائی ہو رہی ہے۔ رفیع بدین پرائیگری می "عالم التوا" میں مقدمات
 لڑنے جا رہے ہیں۔ کیا اس آویزش کو کسی مزید تائید و حمایت ما اور اس
 پھولتی پھلتی کھیتی کو کسی مزید بیماری کی ضرورت ہے؟

تنظیم اہل سنت کے پیش نظر جو مقاصد عالیہ ہیں۔ ان کے بالمقابل ایسے
 مسائل شعل نے کاری کا درجہ رکھتے ہیں۔
 مرکز تنظیم کی نظر ما شاہ الحدیث وسیع اور اس کا جو صلہ بابت ہے۔ یہ اس قسم
 کی کشتیوں میں کس طرح اتر سکتا ہے؟ ہم تو ان مباحث کو حصول مقاصد

میں فراہم سمجھتے ہیں۔ مختلف مقسایین۔ عام طور پر ان فضول
 سلف منصفین کے مختلف مقسایین۔ عام طور پر ان فضول
 اختلافات کو وہی لوگ ہوا دیتے ہیں۔ جن کی اقامت عالم کے عروج و انہال اور
 اہل اسلام کے زوال و انحطاط پر کوئی نگاہ نہیں۔ اور جن کی سرگرمی اور
 دلچسپی کوئی نہیں کے پیڈک کی طرح محض اندھے عقیدت مندوں اور جمالیوں
 حاشیہ نشینوں کے تنگ حلقہ تک محدود رہتی ہے۔ اور جن کی نظر
 اپنے مفاد و مصالح پر مرکوز ہے۔

غضب ہے یہ سرشت الہیہ تو وہیں خدا تری قوم کو کجا ہے
 بگاڑ کر بنا دو مسلمانوں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں
 شاہدت اسلام سے نجات ہو کر کھڑے سے
 "کھیر کی مشائخ سے ہی فرشتہ نہ سنے گی
 یہ نشان ہے کھیر کے مقدس علماء کی

نشہ میں ہیں دولت کے ترسے حال سے غافل
یہ بات نہ لائی ہے ترسے ہی امراء کی
عالم ہوں جس میں ڈھب کے اور اس رنگ کے امراء
لے کون خیر مسلم سے برگ و لوہا کی؟

سلاطین و امراء اور باب حکومت اور اصحاب اقتدار پر اصلاح امت
کی سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مگر وہ عموماً نشہ دولت
میں بدست و ہرشارہ ہلشہ خدمت دین سے غافل و بربکار رہتے
ہیں۔ ہاں علمائے شریعت اور پیران طریقت نے امت کی تعمیر و ترقی اور
دین کی تبلیغ و اشاعت میں کافی حصہ لیا ہے۔ اولیاء عظام نے مجاہدے
کئے۔ ریاضتیں کیں۔ جو کی سولہوی روئی کھا کر کفر و کفر میں دین اسلام
پھیلایا۔ نور ایمان چمکایا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حاجی ہود چشتی
شیخ علی وغیرہ قدس اللہ سرہم العزیز اور ان کے خلفاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے
ذریعے کروڑوں آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ کتاب "دعوت اسلام"
میں فقط حضرت خواجہ حبیب پوری قدس اللہ سرہ العزیز کے ذریعے سے
۹۰ لاکھ مسلمان ہوئے اور ان کی تعداد ذکر کی گئی ہے۔ (قاسم العلوم ص ۱۳۵)

ان لوگوں نے چین و آرام چھوڑا عیش و راحت سے منہ موڑا۔
مگر دین کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔ مگر آج بھی لوگ
ملت اسلامیہ کی تخریب و ہنر لگے ذمہ دار ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

گمراہ کن مولوی سے

خواجہ شمس خراب امت کہ ارباب صلاح
در عمارت گری گنبد دستار خود اند

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ مسلمان کے زوال و انحطاط میں سبب مرشد کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ کہ خود ہیں اور...
نفس پرست مرشد نے مسلمانوں کو تحریکات میں گمراہ کیا اور جنہم ادبار میں
جھونکنے میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ لیکن درحقیقت اس سے زیادہ حصہ...
گمراہ کن "مولوی" سے لیا ہے۔ شریعت نے مشائخ عظام کی نسبت
علماء کرام کو صلاح امت اور تعمیرت کا جس قدر زیادہ فہمہ وار کھیرا ہے
اسی قدر ان لوگوں نے فساد و تخریب میں زیادہ حصہ لیا ہے۔ پیر نور محمد
دینار ایک کوٹھری کے ایک کونے میں سجاوہ نشین ہے۔ اس کے وائم نزدیک
میں وہی کھیتتا ہے۔ جو اپنے پاؤں چل کر اس کے پاس جاتا ہے۔ مگر مولوی
خود چل کر سبک جلسوں میں دعوائے و حجاب و تفسیر کرتا ہے۔ اس لئے اس کی
تخریب کا دائرہ وسیع، اس کی تفصیل کا حلقہ عریض، اور اس کے نکتہ و نساو کا
سلسلہ زیادہ طویل ہے۔ یہ ایک ایک جلسہ میں ہزاروں بے شمار سادہ لوح
بنہ گان خدا کو گمراہ کرتا ہے۔ اس بنا پر گمراہ مولوی زیادہ خطرناک ہے۔
ہمارے قوم کا ہمارا ڈاکٹر۔ ہماری بدقسمتی اور بدبختی کہ مولوی خود حالات
سے جاں آ رہا زمانہ سے ہے۔ پیر اور ضروریات امت سے فائل ہے۔
مقتضیات وقت سے نا آشنا ہے۔ یہ حکیم امت ہے۔ یہ یحییٰ قلب ہے۔
اس کی تشخیص مرض و تدبیر علاج۔ ایسا اصول و سبب کو نظر انداز کرتا اور شروع

نتیجہ پر نظر رکھنا ہے۔

مریض کا دل مسہوم ہے۔ جگر معطل ہے۔ وجود میں خون صالح کا وجود نہیں۔ مادہ فاسد کا زور ہے۔ اس کے نتیجہ کے طور پر بدن پر پھوڑے ...

پھنسیاں موجود ہیں۔ دست و پا متعفن ہیں۔
 ”ہمارا ڈاکٹر کہتا ہے۔ بائیں ہاتھ کی پھنگی کے سرے پر جو پھوٹی سی پھنسی ہے۔ پہلے اس کا آپریشن کروں گا۔ یہ درست ہوگی تو بہتر دورہ اسے کاٹ کر مہنگ دل گا۔ پھر دوسری انگلیوں کی خبر لوں گا۔ پھر ہاتھ پر ہاتھ صاف کروں گا۔ علیٰ ہذا قیاس اگر درست نہ ہو، تو دایاں بازو بھی کاٹ دوں گا پھر بائیں ٹانگ پر عمل جراحی کروں گا۔ بعدہ دائیں ٹانگ کاٹوں گا۔ غور فرمائیے! کتنا سیانا ڈاکٹر اور کتنا دانا حکم ہے!

اس عقلمند کو کوئی سمجھائے۔ کہ اس شیخ پر اولین ضرورت اصلاح قلب اور تقویت جگر کی ہے۔ نہ کہ دست و پا کے قطع دیر کی! دل کو ٹھیک کر دو، جگر کو درست بناؤ۔ خون صالح پیدا ہوگا۔ تو ہاتھ پاؤں خود بخود صحیح و سالم ہو جائیں اور اگر قلب و جگر کی تصحیح و درستی سے اعراض و اعراض کیا۔ اور ان اعضاء پر غیبیہ پر جو عملے ہو رہے ہیں ان کی ملاحضت نہ کی اور ہاتھ پاؤں کاٹتے چلے گئے تو ... غوارضات کا انتشار و مصدر بدستور باقی رہے گا۔ اور آپ کو ایک دن ملت اسلامیہ کے مفقود و معطل جسد بے جان کو سپرد خاک اور حوالہ قبر کرنا پڑے گا۔

(”زہم“ ۱۱)

۱۲۔ سُنی و ہابی سوال کا دل

جو چھرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

سوال۔ سنا جاتا ہے کہ وہابی کافر میں تعجب ہے کہ آپ کافروں کو مسلمانوں کی تنظیم میں شامل کر رہے ہیں۔ کیوں؟
جواب سے یا لہذا یہ التجا ہے کرم تو اگر کرے
دوبات لے لے ہاں یہ جو دل میں اتر کرے!

عام طور پر غیر مقلدین کو وہابی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ صوفیوں کے سرور
دریغیورا خواجہ حسن نظامی و طوسی اپنے ایک مضمون "فرقہ اہل حدیث" کی
سطراول میں لکھتے ہیں۔

اہل حدیث جن کو وہابی کہا جاتا ہے۔ بہت محدود خیال اور
تنگ نظر ہیں۔ اس فرقے کو غیر مقلد کہتے ہیں۔ (انجیل شلیبہ ایچ ۱۱۱)
خواجہ صاحب کی اس تصریح کے بعد اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ اہل حدیث
کے حق میں اکابر اولیاء اللہ کا ارشاد کیا ہے۔ کیا یہ لوگ داعی کافر ہیں یا خود
اہل سنت والجماعت کے اجزار و اراکین؟ ————— چاپٹرانزٹیاہت پہلو لپور

کے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے قلم سے رقم فرماتے ہیں

بنا کہ مخلوق ہفتادو سے فرقہ اند حکم حدیث تہ اہل ناراند گہ فرقہ.....
اہل سنت والجماعت۔ فرقہ اہل سنت سے قسم شدہ است کے فقہاء

دوم محدث، سوم اہل تصوف کہ برہمہ نفسیت دارند، کہ از مردود یعنی
نقہ و حدیث شریف آخذاند۔ (نواد فریبہ صفحہ ۲۹)

حضرت خواجہ صاحب الدس اللہ سرہ الغزنی کے اس ارشاد سے جہاں
یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل حدیث، اہل سنت و الجماعت کے فرہمیں۔ وہاں یہ
تقیقت بھی واضح ہو گئی۔ کہ درحقیقت اہل حق صرف دو ہیں۔ ایک اہل نقہ
دوسرے اہل حدیث۔ یہ سے اہل تصوف، اہل نقہ اور اہل حدیث
سے مختلف کوئی تیسری چیز نہیں۔ بلکہ ان مردود کے جامع ہیں۔ نقہ و حدیث
کے امتزاج سے تصوف کا خیمہ اٹھتا ہے۔ اس ارشاد کا لازمی نتیجہ یہ ہوا
کہ جو مدعی تصوف، محدث یا اہل حدیث یا باصطلاح عام ————— وہاں نہیں
وہ اہل تصوف کا فرد اور اہل سنت کا رکن نہیں، بلکہ مردود و اہل نارہتے

ہم الزام ان کو دیتے تھے تصور اپنا نکل آیا
موجودہ تصوف۔ دراصل موجودہ تصوف، تصوف کی مسخ شدہ
صورت ہے۔ اس جاد اور بے روح تصوف کے اجزاء ترکیبی میں یونانی
ادغام و مساویں، ایرانی رسوم و عقائد، ہندوستانی خیالات و روحانیات عجمی
تصورات اور علیانی رہبانیت وغیرہ بہت سے غیر اسلامی تصوف بمقدار کثیر داخل
ہو گئے ہیں۔ ورنہ اسلامی لفظ نظر سے تکمیل شریعت ہی کا دوسرا نام طریقت
ہے۔ یہ بالکل ناممکن ہے۔ کہ ایک صوفی صافی پابند شریعت نہ ہو۔ کتاب اللہ
کی حدود سے باہر اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قید سے آزاد جو
تصوف ہے۔ وہ مردود ہے مقبول نہیں۔

احکام خدا اور ارشادات نبی کی اتباع و اطاعت سے بے نیاز ہو کر جو

شخص و عوی مشیت و ولایت کرتا ہے۔ وہ ولی نہیں ہے۔ شیطان ہے۔
مولانا روم فرماتے ہیں

کارِ نسطاں می کندنا مش ولی
گر ولی این است لغت برو ولی

ایسے مدعیانِ رشد و ہدایت سے وور رہنا ہی سب سے بڑھی سعادت
ہے۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب تحریر فرماتے ہیں :-
"جانزیت بعیت باں کہ قدم او بر جاوہر تھراحت نہا شدہ
خلاف پیہ کسے راہ گزید

کہ ہرگز بہنزلِ سخا ہد رسید (مولانا فرید صاحب)

ایسے "مردین" بے راہ" کے متعلق حضرت مولانا روم ارشاد فرماتے
ہیں

اے بسا ابیس آدمیوں کے ہست

پس ہر دستے نہ باید داد دست

ان..... اولیاء اللہ کی تصریحات سے یہ حقیقت مبرہن ہو جاتی ہے
کہ صوفی، صوفی ہیں بڑا فرق اور تصوف، تصوف میں بہت بڑا اختلاف بلکہ
تفاوت ہے

اک تصوف ہے تیرگی کا مقام
اک تصوف ہے سرب اوہام
اک تصوف ہے ہاوم اسلام
ایک ذکرِ لیلی و ایام
ایک ہے فارقِ حلال و حرام

اک تصوف ہے رشتہ کا گھر
اک تصوف تھا تر ہے بقیں
اک تصوف ہے روحِ دین ہی
ایک رقص و سرود و سرستی
تقدیم مذہب سے ایک بے پروا

ایک عقل و خرد کا نام، تمام
ایک فسق و فجور کا پیغام
ایک بہرہ فرسکار مکر کا نام
ایک سے دین مصطفیٰ بدنام
کہ یہ ہے قول فیصل اسلام
اس تصوف کو دور ہی سے سلام

ایک جہل و جنون و بے عقلی
ایک پاکیزگی دل و جہاں کی
ایک عرفان نفس کی منزل
ایک سے منقحہ شریعت حق
سن رکھیں رہروان راہ سلوک
جو خدایہ کتاب و سنت ہے

شرائع لفظی - ہم یہاں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں - کہ دراصل
اہل فقہ اور اہل حدیث یا مقلد اور غیر مقلد، یا اصطلاح موجود
سنی اور ہانی میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں - صرف لفظی خلاف
اور اصطلاحی نوعیت کا نزاع ہے - اہل حدیث تقلید کو مطلق حرام کہتے ہیں
نہ اہل فقہ مطلقاً جائز -

امام الاحناف استاد العلماء شیخ المشائخ حضرت مولانا رشید احمد صاحب

گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

تقلید کی دو نوع ہیں - ایک یہ کہ مقلد (امام) کے قول پر کوئی
حجت شرعیہ ہرگز نہ ہو - بلکہ مخالف حکم حق تعالیٰ کے ہو - محض ظن
تخمین ہو - اور اس کو قبول کر لیوے - جیسا کہ مشرکین عرب بمقابلہ
قول رسول اپنی آبائی رسوم ضروری جانتے تھے - سو یہ نوع تو شرک
ہے - باتفاق جمیع علمائے امت - (سبیل الرشاد ص ۲۷)

غور فرمائیے! امام المقلدین اس نوع کی تقلید کو شرک فرما رہے ہیں - اب
رکھیے - کہ امام اہل حدیث استاد اولیٰ اساتذہ حضرت سید محمد زبیر حسین صاحب

حدیث دہلوی تقلید کو واجب فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں :-
 لا علمی کے وقت تقلید سو یہ چار قسم ہے۔ قسم اول واجب ہے۔
 اور وہ مطلق تقلید ہے۔ مجتہدین اہل سنت سے کسی مجتہد کی۔ یہ
 تقلید واجب ہے۔ اور صحیح ہے بالفاق امت۔ (معیار الحق ص ۱۸)
 تقلید و عدم تقلید کے متعلق ان دونوں گروں کے مفصل اقوال نقل کر کے
 سردار اہل حدیث حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں :-
 جہاں تک ہم نے غور کیا۔ دونوں حضرات کو متفق پایا۔ اس لئے کہ
 قرآن و حدیث کے موافق کسی عالم یا مجتہد کا قیاس ماننا عین
 قرآن و حدیث کا ماننا ہے۔ اگر وہ قیاس بنیفاضائے بشرین غلط
 ہو۔ تو ان کا وہ قول بمقابلہ آیت یا حدیث چھوڑا جائے گا۔
 (رسالہ حدیث نبوی اور تقلید شخصی)

رئیس الاحناف شیخ الاسلام حضرت علامہ الورتناہ صاحب کشمیری
 کا ارشاد و تقلید، عدم تقلید کی بحث میں قول مفصل کا حکم رکھتا ہے۔ آپ
 تحریر فرماتے ہیں :-

فتہائے بحث شرعیات میں فقط قرآن عزیز اور حدیث شریف ہے۔
 اجماع امت اور قیاس قرآن عزیز اور حدیث ہی کی طرف راہ ہے
 جو کوئی نئے اجتہاد کو پہنچا ہو۔ وہ اپنے اجتہاد پر عمل
 کرے۔ اور جو اس رتبہ کو نہ پہنچا ہو۔ وہ مکلف ہے۔ کہ کسی
 اعلم اور اورع سے فتویٰ لے۔

(رسالہ تقلید شخصی اور سلفی از مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں
 کسی کے لئے جائز نہیں۔ کہ کسی خاص امام کی رائے کو مذہبی شعائر
 دے کر اس کے اتباع کو واجب کہے اور اس کے خلاف جو مستند
 حدیثیں مروی ہیں۔ ان کے اتباع سے روکے۔ بلکہ حق یہ ہے۔
 کہ رسول پاکؐ سے جو کچھ اور جس قدر ثابت ہے۔ اس کی وسعت
 اپنی جگہ قائم رہے گی۔ جو شخص اس وسعت میں تنگی پیدا کرنا چاہتا
 ہے۔ اور دونوں طریقوں (تقلید امام اور اتباع حدیث) میں سے
 ایک ہی (تقلید امام یا اتباع حدیث) کو واجب العمل اور منصوص
 قرار دیتا ہے۔ وہ راہ حق سے بھٹکا ہوا ہے۔ اور سنت پر ظلم
 کرتا ہے۔ لیکن آج پورا عالم اسلامی اس بدیختی اور کمراہی
 کا شکار ہے۔ اتنی بڑی امت کا کوئی شیرازہ ہی نہیں۔ ہر ایک
 تعصب کے نشہ و باطل میں سرگرداں ہے۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ جس
 اختلاف اور کشمکش سے اسلام نے بار بار منع کیا تھا۔ وہی آج
 مسلمانوں کا طغرائے امتیاز بلکہ قومی شعار بن چکا ہے۔ ایسے
 منتشر دین سب کے سب قابل نفوس، گمراہ، ہوا پرست اور ہدایت
 سے بالکل نام آشنا ہیں۔ ان میں اتنی سمجھ بوجھ بھی نہیں ہے۔ کہ
 اتحادی اور ایک مرکز سے وابستگی دین کے اصول میں سے ہے۔
 اور جن چھوٹی چھوٹی اختلافی باتوں پر وہ فرقہ بندیوں اور منگامہ
 آرائیوں کرتے ہیں۔ وہ دین کے خفیف ترین فروع میں سے ہیں۔
 جڑوں کو کاٹ کر تانوں کو پھری رکھنے کی کوشش کرنا دیوانگی

نہیں تو اور کیا ہے؟ (مولانا مودودی کا رسالہ ترجمان القرآن جلد ۱
 عدو ۲ ص ۱۰۳ تا خود از فتاویٰ ابن تیمیہ)

حجۃ الاسلام امام الہند حضرت شہناہ ولی اللہ صاحب محکم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

تخریر فرماتے ہیں :-

اول وصیت اس فقیر کی یہ ہے کہ اختلاف اور عمل کتاب اور سنن
 کے مطابق ہو۔ اور عقیدہ ان میں غور و تدبیر کو تیار ہے۔ اور مسائل فہمی
 میں ایسے علماء محدثین کی پیروی کی جائے۔ جو فقہ اور حدیث دونوں
 کے جامع ہوں۔ اور ہمیشہ مسائل فقہیہ کو کتاب و سنت پر پیش کیا
 جائے۔ جو موافق ہوا سے قبول کرے۔ اور جو خلاف ہوا سے ترک
 کرے۔ اور ایسے لوگوں کی۔ جو ایک امام کی تقلید کو محبت
 سمجھ کر اتباع سنت کو ترک کر دیں۔ بات نہ سننا، اور ان ...
 لوگوں کی طرف قطعاً توجہ نہ کرنا چاہئے۔ اور ان سے دور رہنے
 سے قرب خدا ہے۔ (وصیت نامہ تصنیف لطیف حجۃ اللہ شہناہ ولی اللہ دہلوی)
 ان اکابر اولیاء اللہ و اعظم رجال امت کی تصدیقات کے بعد بیساختہ
 زبان سے نکلتا ہے سے

کتبیں میری اور قیاس کی راہیں جدا جدا

آخر کو دونوں ہم درجہ ہاں پہ جاٹے

جب یہ حقیقت ہے تو پھر سے

اں چہ شور لیتا کہ در دور قہری بنیم

ہمہ آفاق پر از قلنہ و شہری بنیم

یہ بغض و عناد، یہ جہاد، قتال، یہ فتنہ و فساد، یہ ہائی کورٹ اور شاہیہ
پریوی کونسل تک مقدمہ بازی کیوں ہے؟ یہ ایک دوسرے کی تفسیق و تکفیر، تہین
و تذلیل آنکس بنا رہے؟

اس سوال کا جواب ایک ولد و زانیہ، ایک جگر خراش کھانی ایک ہولناک
قصہ اور لڑنے انگیز داستان ہے۔

کبھی فرصت میں سن لینا، عجب ہے داستان میری

اس وقت صرف اس قدر اشارہ کر کے رخصت ہونا ہوں سے

اپنی منتقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا

طائروں پر پھر بے صیاد کے اقبال کا

اگر ہماری یہ فضول خانہ جنگی اور بے بنیاد باہم آدھیری نہ ہوتی۔ تو آج ہم

بد میں ۳۱۳ چوکر غالب آنے والے — کر ڈروں کی تعداد میں ہو کر

دنیا میں ہر جگہ مغلوب و معتبوب، مقہور و مجبور اور مظلوم و محکوم ہوتے؟

زرہ درد جو نظر آتا ہے دشمن اپنا

رہبر قوم ہی و رہبر وہ ہے دشمن اپنا

اپنے ہی ہاتھوں سے اجڑا ہے گلشن اپنا

اب، صیاد کے تفسے میں شہین اپنا

”دُرم“ ۱۹

۱۳۔ پندرہ عمرت آموز تعلق

مصالحین و مبلغین حضرات کو دعوت فکر و نظر

لفظی بحث چھوڑو اور عملی قدم اٹھاؤ !

(۱)

ہوگی زندگی کے حقائق پہ گر نظر

تیرا زجاج ہونہ سکے گا حرفِ سنگ

قدرت نے جنہیں نظر و فکر کی دولت بے بہا اور عقل و بصیرت کی ...

نعمت عظمیٰ عطا فرمائی ہے وہ جانتے ہیں۔ کہ سے

خرد سس اور کس بہا سبب اوج پر ہیں

مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

آج جب کہ مسلمان ہر نقطہ دنیا میں مارا، اور ہر شعبہ حیات میں
پچھاڑا جا رہا ہے۔ کیا اس بات کی ضرورت ہے؟ کہ ہم عقائد کی موثر گائیڈ

اور فروعی بحث و مباحثوں میں الجھ کر رہ جائیں؟ نہیں! ہرگز نہیں! آج

ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ ہم حقائق سے چشم پوشی اور رد گردانی نہ

کریں۔ اور حقیقت تجسس کریں۔ کہ وہ کون سے حقیقی اسباب اور بنیادی مسائل

ہیں۔ جن کے باعث مسلمان اقوام عالم کی روڑ میں پس ماندہ، اور مہیدان

کشاکش میں تسکوت خود - وہی -
 اگر ہم نتفقت ہمدردی اور غمخواری دوسوڑی کے ساتھ بنظر تعمق
 دیکھیں گے - تو ہمیں بھی معلوم ہو گا - کہ جس دامت پر ایک رخم اور قلب ملت میں
 ایک ناسور نہیں - اور خود جہاں بلب جماعت مسلمہ بھی گراہ گراہ کر زبان حال
 کے گی سے میں بدن پر خم ہزار بارہ ہے کون جا کہ جہاں نہیں
 مرے دردوں کو نہ پوچھے کہوں کیا کہا گیا کہاں نہیں
 یہ الم یہ صدمہ رنج و غم اوسے لب پہ آہ و نغاں نہیں
 وہ دہن ہوں جہاں نہیں زبان نہیں زبان ہوں جہاں نہیں

سیاست و حکومت

وہ مسلمان جو خدا کا مطیع اور خدا کے بندوں کا مطاع تھا - جو صرف ایک
 خدا کی غلامی کے لئے پیدا کیا گیا تھا - جس کا نشاء و تخلیق ہی اللہ واحد کی عبادت
 بندگی تھا - آج وہ شرق و غرب میں ہر جگہ بندوں کا بندہ اور غلاموں کا
 غلام ہے - وہ جس کے نزدیک حکومت و حاکمیت کا حق صرف اللہ تعالیٰ
 کے لئے مخصوص تھا - آج کفار و مشرکین کا مطیع و محکوم ہے - عراق آزاد
 ہے نہ ایران - فلسطین نہ شام - اور ہند کے مسلمان تو آزادی کی روح اور
 تصویر ہی سے نا آشنا ہیں -

غلام ہندو بھی ہے اور سکھ بھی - مگر وہ لیلے کے آزادی سے ہمدوش
 و ہکنار ہونے کے لئے بے قرار مضطرب اور پریشان ہے - وہ دیوانہ وار
 آزادی آزادی بکار رہا ہے - شاندار مستقبل کے حسیں تصور میں اپنا حال

قربان کر رہا ہے۔ جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بصد مسرت و طہننا ان قید و بند کے مصائب جھیل رہا ہے۔ مگر مسلمان تو خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ غلامی پر قانع و مطمئن، اور اس ملعون ملوث زندگی پر کلمہ و شاکر ہے۔ اسے حال کی بد حالی کا احساس ہے نہ مستقبل کی خوش حالی کی۔ اسے صرف "پدرم سلطان بود" کا قصہ از بر اور مسلمانوں کے شاندار ماضی کا سبق یاد ہے۔

اقتصادیات

سیاحتی منزل و سبزی کے بعد اقتصادی تسلسل و بد حالی کا یہ عالم ہے۔ کہ گذشتہ چالیس سال کے عرصے میں سندھ سے آسم تک مسلمانوں کی تین چوتھائی جائدادیں ان کے ہاتھ سے نکل گئیں۔ سندھ کے لیے فیصدی مسلمان مقرض ہیں۔ ان کی چالیس فیصدی زمینیں قرض میں جا چکی ہیں چالیس فیصدی رہن ہیں۔ اور صرف پندرہ بیس فیصدی باقی ہیں۔ منظر گڑھ کے اتنی فیصدی مسلمان مقرضیت ہیں تباہ ہو چکے ہیں۔ لہذا نہ اور ہوشیار پور کے زمیندار سرکاری اگمان سے ۲۲ گنا سود سامو کاروں کو ادا کرتے ہیں۔ پنجاب میں ہندوؤں کا انکم ٹیکس مسلمانوں سے ۲۰ گنا زیادہ ہے۔ ہندوؤں کی آمدنی اور جائداد مسلمانوں سے بیس گنا ہے حالانکہ آبادی بہت کم ہے۔ ("ایمان" پٹی ص ۲۳۳ کا اقتصادی نمبر) ایشیا اور افریقہ میں مسلمانوں کی ستر لاکھ مرلے میل اور یورپ کو ملا کر اسکا لاکھ مرلے میل سے زیادہ حکومتوں اور جائداد زمینیں لی گئی۔

(بیان حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی)

آج مسلمان ننگال، تلاش، فقیر اور نادار ہو گیا۔ حالانکہ مال و دولت سے مسلمانوں کے خزانے ہمیشہ معمور رہے۔ حضرت عمرؓ کی دولت کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے الفاروقؓ کا حصہ اول پر فتح الباری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مصر ص ۵۳ سے نقل کیا ہے۔ کہ آپ کے ایک وارث نے اپنے حصہ وراثت کا ایک لاکھ پرہیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی لڑکی کو ایک لاکھ روپیہ کا جہیز دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے چالیس ہزار اشرفی بیک وقت خیرات کر دی۔ بوقت نزع بیچا کس ہزار دینار، ایک ہزار گھوڑے خیرات کئے۔ چار لاکھ درہم کا باغ ازواج مطہرات کے لئے وقف کر دیا۔ ایک سو اسی ہزار کو چار ہزار دینار دیا۔ باقی ہمہ بعد از انتقال سونے کے ٹکڑوں کو کھانڈوں سے کاٹ کر تقسیم کیا گیا۔ تو ہاتھوں میں بچائے پڑ گئے۔

چار ہویاں کھنیں۔ ہر ایک کا حصہ یعنی کل نقد جائداد کا چھٹا ایک لاکھ اشرفی نکلا۔ جائداد غیر منقولہ کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑے اور تیس ہزار بکریاں چھوڑیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ۲)

حضرت زبیرؓ پانچ کروڑ دو لاکھ کے مالک تھے۔ آپ کے انتقال پر صرف آپ کی بیویوں کا حصہ ۴۸ لاکھ روپیہ تھا۔ حضرت طلحہؓ کی روزانہ آمدنی (بخاری) کا اوسط ایک ہزار دینار تھا۔ باوجود فقیرانہ مالی فیاضی کے ۲۰ لاکھ اشرفیاں ۲۲ لاکھ درہم نقد اور تین کروڑ درہم کی جائداد غیر منقولہ اور کثیر مقدار سونا چاندی چھوڑ گئے۔ ایک زمین ۶ لاکھ درہم میں بھیجی اور ساری رقم راتوں رات خیرات کر دی (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۱)

ایک دن ننگین تھے۔ چار لاکھ کی رقم تقسیم کی تو وہ نگو کر مورا۔

(رسالہ دین و دولت صفحہ ۲۰۴)

امیر ٹکیب ارسلان نے اپنے ایک مضمون میں صحابہ کرام کی دولت کا۔
حسب ذیل تخمینہ لگایا ہے۔

حضرت عثمان نے شہادت کے وقت ۱۰ لاکھ دینار ۳ کروڑ درہم
ایک ہزار اونٹ اور دو لاکھ دینار کی قیمت کی زمینیں چھوڑیں حضرت
طلحہ کے نذرانے میں بی بی کی سوکھالیں تھیں جو سونے سے بھری

تھیں۔ (الاصلاح لاہور ۱۳۵۲ء)

مزید تفصیلات کے لئے رسالہ دین و دولت ملاحظہ کیجئے! جس میں
صحابہ کرامؓ، ازواج مطہراتؓ، ائمہ مجتہدینؒ اور صحابیائے کرامؓ وغیرہم کے
ناموں و تخیل پر مفصل بحث موجود ہے۔ "دین و دولت" مرکز تنظیم سے ۱۰
کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔

عام مسلمانوں کی مالی حالت اسی ہندوستان میں بھی بہت شامدار تھی۔

کپتان گلشن لکھتا ہے :-

"عبدالغفور باشندہ سورت کی جاہداد ایسٹ انڈیا کمپنی کے مجبوری سرکاری
سے زیادہ تھی۔ ۱۹۶۱ء میں آپ کے ایک جہاز کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا
اس میں ۹ لاکھ روپے کا مال تھا۔"

وقت ہنگامی کے مشہور واقعہ میں سرولیم منٹر لکھتا ہے :-
۱۹۶۱ء میں ایک مسلمان رئیس نے مرتے وقت ایک بڑی جاہداد
کی۔ اس کے دو متولیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ دوران مقدمہ میں جاہداد

کی آمدنی سے سب سے بڑھے دس لاکھ روپیہ جمع ہو گیا۔ ایک لاکھ بیس
 ہزار کی آمدنی اس کے علاوہ تھی۔ (رسالہ بین و دولت ص ۲۵-۲۶)
 گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمہ اعداد و شمار کے ڈائریکٹر اور مشہور مورخ
 اپنی کتاب "مسلمانان ہندوستان" میں لکھتے ہیں: "۱۸۵۰ء کے شروع میں
 بنگال کے کسی مسلمان کا غریب ہونا ناممکن تھا۔ دولت کے چھٹے مسلم گھرانوں
 کے صندوقوں کو ہمیشہ لبرنری کہتے تھے۔"
 غرضیکہ تاریخ اسلام مسلمانوں کے تمول و تحمیل اور اقتدار و دنیا دہی
 کے حالات و واقعات سے لبرنری ہے۔

آج کروڑوں کا مالک مسلمان کوڑھی کوڑھی کا محتاج ہے۔ اس
 کی جائداد اس کے قبضہ سے نکل گئی۔ اس کا مکان اس کا مکان نہ رہا
 ہندو اور سکھ نے اس کا مکان تک خرید لیا۔ محلہ کا محلہ خرید لیا۔ محلہ کی
 مسجد خرید لی۔ شہرید گنج پر قبضہ کر لیا۔ مسلمان کے پاس گھر نہ رہا۔ بے گھر ہو
 گیا۔ دوکان نہ رہی۔ پورے بازار پر ہندو کا قبضہ ہو گیا۔

اب مسلمان بے گھر، بے در، بے مکان، بے دوکان ہے۔ بات کہنے
 کی نہیں لیکن ہے حقیقت کہ مسلمانوں نے عورتوں تک گرو رکھ دیں۔ عزت
 تک نہ چھی۔ قتلخ ڈیرہ غازی خاں میں بلوچ لڑکیوں کی بیچ و فروخت کے
 نفاذ میں ہر سال لاکھوں روپیے کی ڈگریاں زیر دفعہ ۸ قانون سرحدی عداد
 کی جاتی ہیں۔ اجرائے ڈگری پولیشن دیوانی میں کنواری معصومہ لڑکیوں
 کو قسرتی کہا جاتا ہے۔ مثلاً بھینڈا جہاز و صولی جہازانہ ایک ہزار روپیہ تگیہ...
 گورجانی دیوان کی ایک گسٹے بزنک سفید اور دو کنواری ہمیشہ گان مسوا قہ چلن

وسماتہ جیول کو حکم عدالت ترقی کیا گیا۔ ایک اور مقدمہ نمبر ۱۱۱ متداثرہ
عدالت اسے ڈی۔ ایم میں بدلوان کی ایک گائے، ایک بکری، ایک گدھا
اور ایک کنواری لڑکی ترقی کی گئی۔ اور اس نابالغہ معصومہ کو ۵۰۰
روپیہ میں فروخت کر کے ڈگری دار کی حقاری کی گئی۔

انگریزی ڈگری گنتی اپنے فیصلوں میں بوجی عورتوں کی فروختی کے
احکام لکھتے وقت صاف صاف لکھتا ہے کہ (فروخت) استعمال کرتے
ہیں۔ اور جہاں جہاں لکھتا ہے کہ (فروخت) فیصلہ ہے ۲۲ مقدمہ پانڈی جس
میں ایک بچی، عورت کی فروخت کا حکم دیا گیا۔ درحقیقہ ان سیریز و دیگر خیال
تجارتی اثرات و صنعت و حرفت

قرآن میں مسلمان کے ساتھ لفظ "بیع" نسوبہ دیکھ رہے۔ مسلمان
باع رہا ہے۔ اگر آج جہاں جہاں بیع ہے۔ سید الانبیاء و انحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم آج جہاں جہاں سید الصحابہ و صدیق اکبرؓ تا جہاں سید الصحابہ بیات...
(امام مومنین حضرت خدیجہؓ) تا جہاں سید العالمین (خواجہ حسن بصری)
تا جہاں سید الکلمہ و المجتہدین (حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ) تا جہاں جہاں...
غرض تجارت پر کلینیہ مسلمانوں کا قبضہ رہا ہے۔ اگر آج تجارت
کے میدان سے، منڈی سے، بازار سے مسلمان اس طرح نکال باہر کیا
گیا ہے۔ جس طرح دودھ سے کھی اور آٹے سے بال۔ آج تجارتی
کاروبار انگریز کے بعد ہندو اور سکھ کے ہاتھ میں ہے۔ صنعت و حرفت
پران کا قبضہ ہے۔ آج بازار میں گورکھ سنگھ اور ڈالیا کا طوطی بول
رہا ہے۔ تو کارخانہ میں وال چنڈ، میرا چنڈ اور ڈالیا کا بعد از جنگ کی تجارتی

لے الحمد للہ کہ... یہ چیز سب سے پہلے لکھی گئی ہے۔

تجاویز یا صنعتی سیکمیں اور اقتصادی پروگرام اگر وضع کرتا ہے۔ تو سردار اور
مسٹر برلا، عبدالرحمن اور عبدالغفور کا تو نام ہی نہیں ملتا۔ سائنس کی مردم
شماری کے مطابق پنجاب میں کل ۷۷۶ کارخانے تھے۔ جن میں ۵۵۵ کارخانوں
کے مالک ہندو اور صرف ۹۶ کے مالک مسلمان۔

بنگال میں ۲ ہزار کانوں کے مالکوں میں مسلمانوں کی تعداد صرف ۶ تھی
اور صنعتی کارخانوں کے پینچ ۸۸ فیصد ہی غیر مسلم تھے۔ اور صرف ۲ فیصد ہی
مسلمان۔ ایمان کا اقتصادی نمبر

پنجاب کے شیخ اور کھتری شوبہ سرباہ دار ہوتے ہیں۔ لیکن ۳۴۹
کھتریوں کے بالمقابل صرف ۶۰ شیخ کارخانہ دار ہیں۔

ایمان اقتصادی نمبر
حالانکہ بنگال اور پنجاب وہ صوبے ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے

انبار الخیم لکھنؤ میں ہے :-
کارخانوں پر ہندوؤں اور پارسیوں کا قبضہ ہے۔ مسلمانوں کا
حصہ حسب ذیل ہے :- روٹی کے کارخانوں میں ۳۳ جوت
کے کارخانوں میں ۲۵، کھوپڑے، سرسوں اور لسی کے کارخانوں
میں ۱۶، نمک کے کارخانوں میں ۱۶، چمڑے اور ریڑ و غیرہ
کے کارخانوں میں ۳۳ فیصدی مسلمانوں کا حصہ ہے۔ اور
کوئلہ اور لوہے کی مہینیات میں مسلمانوں کا کچھ بھی حصہ نہیں (انجم)
عمان حکومت اور تمام اقتدار انگریز کے ہاتھ میں ہے۔ تو ذرا
دولت اور وسائل مال پر برادران وطن کا تصرف ہے۔ خزانہ کی

کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں سے
 ملک انگلش کا مال ہندو کا اب خدا ہی ہے بھائی صلہ کا
 مسلمان بیچارہ یا لوہہ کا ضرور ہے۔ یا اس کے واپس ہاتھ میں
 ہل کی دستی اور بائیں میں ہل کی دم ہے۔ کڑا کے کی سرو می اور ٹرا کے
 کی گرمی میں صبح سے شام تک ٹھون پسینہ ایک کر کے جو کچھ کہاتا
 ہے۔ وہ غیر مسلم کارخانہ وار یا دوکان دار کا مال ہے۔ اس کا نہیں
 یہ ہل چلتا ہے۔ زمین بنانا ہے۔ بیج بوتا ہے۔ پانی دیتا ہے حفاظت
 کرتا ہے۔ کاٹتا ہے۔ جمع کر کے خرمن بناتا ہے۔ کئی مراحل سے
 گزیر کر دانہ بھوسہ جدا ہوا کر کے رکھ دیتا ہے۔ سا ہو کار آتا ہے۔ دانہ
 اٹھوا کر گھر لے جاتا ہے۔ اور بھوسہ اس کے لئے چھوڑ جاتا ہے۔ ہاں تب
 سو بھی ادا نہیں ہوتا۔ اصل تو بجائے خود ماند مسلمان روز اول سے
 پھر ہندو کی دوکان پر لے کر چاودہ بچھاتا ہے۔ اور بال بچوں کے لئے
 دانے قرض لیتا ہے۔

یہ دروناک نظارہ ایہ اندر گین تماشہ دیکھ کر اٹھال کا دل تڑپ
 اٹھتا ہے۔ اور زبان بے اختیار پکارا کھتی ہے سے
 جس کیفیت سے دہقان کو بیس نہیں روزی
 اس کیفیت کے ہر خوشہ گندم کو تھلڑو!

یہ سوانشا

مال و دولت میں اس پس ماندگی کے باوجود مسلمان شاری نشی
 کی رسوا نشا پر بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں۔

انجمن "لکھنؤ" کے اجلاس میں "لکھنؤ" کے مسلمانوں کی
 زندگی کے بہت سے مسائل کا جائزہ لکھا ہے :-
 مسلمان عقیدت میں دو کروڑ، ختنہ میں دو کروڑ، شادی
 میں ۴ کروڑ، ریسومہ موت میں ۱ کروڑ، محرم میں دو کروڑ
 ۴ تنہاری میں ۵ کروڑ میران ۲۵ کروڑ روپیہ لانا خرچ

کرتے ہیں۔ (انجمن) کے رکنوں نے اپنی کتاب
 "پنجابی کسان" میں لکھا ہے کہ ضلع ڈیرہ غازی خان کے ایک
 زمیندار نے اپنے لڑکے کے ختنہ پر ۲ ہزار روپیہ صرف کیا۔
 یہ ہے کہ یہ روپیہ عموماً سوویہ لیا جاتا ہے۔ سوویہ تباہ کاریوں اور
 مہاجروں کے مطالبہ پر خرچہ ہوتا ہے۔ لہذا زمینداروں کو
 کوئی ضروری سمجھنا ہوں۔

نومبر ۱۹۳۱ء میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک مسلمان نے ۱۸۸۲ء
 میں ایک سہا ہو کار سے ۵ سو روپیہ قرض لیا۔ یہ رقم جب اڑھائی
 لاکھ بن گئی تو سہا ہو کار نے دعویٰ کر کے ڈگری حاصل کر لی۔
 کنگال کے عثمان فقیر نے مومن الہ ساکن کورٹ سے ۱۵ روپیہ قرض لئے
 ۱۲ سال کے بعد دعویٰ ہوا تو قرض کی مقدار ۲۵ ہزار ۷ سو ۶۸ روپیہ

تک پہنچ چکی تھی۔
 "ایمان اقتصادی نمبر ۲۲"
 "زمیندار" "انجمن" "انصاری" "بڑیہ" "شادی"
 "درا بیان" وغیرہ نے نومبر ۱۹۳۱ء میں ۲۵ روپیہ اصل پر ۲۵۰ روپیہ

سود کی روئداد یوں شائع کی :-
 "موضع کمالی والا ضلع فیروز پور کے ایک شخص مستحق عمر نے ...
 کشور چند مہاجن سے ۱۸۹۶ء میں مبلغ ۲۶ روپے قرض
 لئے۔ اب قرض نواہسنے فیروز پور کی عدالت میں دعویٰ دائر
 کر دیا ہے۔ کہ اسے معاہدہ کی شرائط کے مطابق ۲۰۳۱۲۰
 روپیہ سود دلایا جائے۔"

"ایمان" اور جدید "اور روزنامہ انقلاب" اپنی اشاعت میں
 میں رقم طراز ہے :-
 "ضلع انکس کے ایک مسلمان نے ایک ہندو سماہو کار سے
 ۱۸۸۲ء میں اپنی زمین رہن رکھ کر ۵۰۰ روپیہ قرض لیا۔ یہ
 رقم بڑھتے بڑھتے ۱۹۶۹۰۰ تک پہنچ گئی۔ سماہو کار سے
 دعویٰ کر کے اس رقم کی ڈگری حاصل کر لی۔ جس کے خلاف
 ۳ ج سٹریٹس جے لال اور سٹریٹس سٹیپ کے
 روپیہ اپیل پیش ہوئی۔"

یہاں یہ قرض کر دیا بھی بے جا نہ ہو گا۔ کہ وہ کروڑ پتی بنیا جن
 کے متعلق ضرب المثل مشہور کتنی۔ کہ بنیائی کمانی بنیادی بیابانے کو باجی
 آج سنا وہی بیابان موت، فوت پر لچھے کھچی خرچ نہیں کرتا۔ بیانی
 صاحب "ہیں ہشاد یوں پر صرف ۶۲۵ روپے خرچ آئے۔"

(پرکھات ۲)

نام و بھاری سکھوں کے گرو مہاراج پرتاب سنگھ کے بڑے صاحبزادے

پایا حکیمیت سنگھ جی کی تاریخی شادی پر صرف ۳ روپے خرچ ہوئے۔
 "مشہدہ اکلاں" ضلع جالندھر میں شادی کی ریسوم نہایت دھوم دھماکا
 سے ادا کی گئیں۔ لیکن نہ تو کوئی جہیز وغیرہ دیا گیا۔ نہ برات آئی۔ نہ سونہ کی
 کا کوئی انتظام تھا۔ نہ ہی دلہن کے لئے زیورات تیار کرائے گئے۔ ...
 شادی پر صرف ۳ روپے خرچ ہوئے۔ لوگوں نے اظہارِ توشیحی کے لئے
 پورے پیر بھجیوں کی درشا شروع کر دی۔ جس پر دست گرد مہاراج
 پرتاپ سنگھ جی کا تہرہ غصہ سے لال پیلا ہو گیا۔ اور انہوں نے پھول
 برساتے کی سخت ممانعت کر دی۔ - "ملاپ" (۲۶)۔
 ابھی ابھی ۲۵ اکتوبر کے ویر بھارت میں ایک خبر پڑھی تھی۔ کہ کسی
 ہندو رئیس اعظم کی شادی پر صرف ایک روپیہ صرف آیا۔
 ("مزم" ۱۱ نومبر ۱۹۲۶ء)

اپنی ضرورت کی تمام کتابوں کے لئے

پبلسٹی

مکتبہ اہل سنت لاہور کو یاد رکھیں

۱۳ اپریل ۱۹۷۲ء بروز جمعرات

مصطفیٰ جان و مہینہ میں حضرت کویت و فکر و نظر

لفظی بحث چھوڑو اور عملی قدم اٹھاؤ!

(۲)

علم و حکمت

مس خاتم عقل اور روح انسان علم کی پیش
فلاح دین و دنیا خوب یا شد علم تعبیرش
تعلیم ہی انسان کو معراج کمال تک پہنچانے کا ذریعہ اور اکتساب فضائل
کا ذریعہ ہے۔ قرآن و حدیث سے تعلیم و تعلم کی فضیلت و اہمیت واضح
ہے۔ کسی نے کہا خوب کہا ہے سے

سخا و منصب فرعون و جاہ نمرودش

سخا و علم کہ میراث اہلبیاء علم است

مسلمانوں نے دنیا کو علم کے سرچشمیوں سے روشناس کرایا۔ تاریخ
تقریری میں ہے۔ کہ سلطان محمد تھانی مرحوم کے زمانہ میں صرف وہی ہیں
(احناف کے) ایک ہزار مدرسے تھے۔ بادشاہ قرآن اور ہدایہ کا حافظ
رہا۔ عالمگیر کے دور حکومت کے متعلق کپتان گلشن اپنے سفرنامہ میں

کھٹا ہے :-
 شہر ٹھٹھہ صوبہ سندھ میں ۲۰۰ کا مچ مختلف علوم و فنون کے
 تھے۔ پروفیسر ماکس ٹریمبرگاری کا غذات کی بنا پر لکھتا ہے کہ...
 برطانوی حکومت سے قبل صرف بنگال میں یہ ہزار ہا درس تھے
 (تعلیمی ہندوستان)

خان بہادر نور شنید احمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر برائے پنجاب کے ایک
 مضمون کا ایک اقتباس سر اکتوبر ۱۹۰۵ء کے "مسلم آرٹ لکٹ" لاہور سے
 درج ذیل ہے۔ - مسٹر آرنلڈ جنہوں نے ۱۹۰۵ء میں صوبہ پنجاب کی پہلی
 تعلیمی رپورٹ مرتب کی تھی انہوں نے لکھا تھا کہ یہاں تعلیمی کامیدان...
 مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اسکولوں کے گوشواروں سے مسلمان
 بچوں کی تعداد بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ اگر اس چیز کو اس حالت
 پر چھوڑ دیا گیا۔ تو گورنمنٹ کی تمام طاقت مسلمانوں کے ہاتھ میں آجائے گی
 جسے روکنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

یہ پالیسی اس قدر کامیاب ہوئی۔ کہ ۲۵ سال کے عرصہ میں حالات
 کا رنج بالکل پلٹ گیا۔ مسلمان تعلیم کے میدان سے بالکل نکل گئے۔ ۱۸۹۰ء
 کے لکھنؤ سے ظاہر ہے۔ کہ معائنہ کنندگان اور اسٹاڈنٹس ہندو ہو گئے
 ہنر صاحب لکھتے ہیں کہ ہوشیار ہندوؤں نے تمام ملک کو ایسے
 سکولوں سے پاٹ دیا ہے۔ جو صرف ان کی ضروریات کے مطابق
 ہیں۔ اور قطعاً مسلمانوں کے حسب حال نہیں۔ سرکاری اسکولوں کی
 زبان ہندو اور اسٹاڈنٹس ہندو۔ اسی طرح مڈل کلاس گورنمنٹ نے

اس امر کا اظہار کیا تھا کہ موجودہ تعلیم کا ڈھانچہ اس قدر مندروں کی ضرورت کے مطابق اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ رکھا گیا ہے۔ کہ سرکار میسکولوں میں مسلمان بچوں کا کم تعداد میں داخل ہونا حیرت انگیز نہیں ہے۔ بلکہ ان کا وہاں موجود ہونا حیرت انگیز ہے۔ (ماخوذ از عرضداشت مسلمانان صوبہ متحدہ پنجاب سائنس کمیٹی ص ۱۵۲)

سنہ ۱۹۹۳ء میں بنگال میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ۶۴ لاکھ لوہی سپیکٹروں میں صرف ۲۔۱ اور ۱۹۰ سب اسپیکٹروں میں صرف ۹ مسلمان تھے۔ گورنمنٹ کی چھٹی مورخہ لم ۲۲ جون سنہ ۱۹۵۱ء میں ہے۔ کہ نقشہ جات کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۲۹۲۔ استنادوں میں سے صرف ۲۲ مسلمان ہیں۔ (آل انڈیا مسلم ایجوکیشن کونسل کا تقریریں علی گڑھ کی اقتصادی رپورٹ مندرجہ ایمان اقتصادی نمبر ۱۹۵۱ء)

مہربان گورنمنٹ کی "مسلم نواز" پالیسی اور برادران وطن کی ہوشیاری اور مسلمانوں کے مجرمانہ تغافل کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں ۳۰ لاکھ اور بھی نواندہ ہیں۔ مگر مسلمانوں میں صرف ۴۵ فیصد ہی مسلمان عورتیں تعلیم میں آسے ہیں۔ یہی بہت پیچھے ہیں۔ گذشتہ پچاس سالہ تعلیمی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ ۵۶۵ ہندوستانی لڑکیاں کالجوں میں پڑھتی ہیں۔ جن میں سے صرف ۳۰ مسلمان ہیں اور ۱۹۳۳ ہندو۔ (رپورٹ مذکورہ مندرجہ ایمان ص ۲۱-۲۰) صوبہ بنگال میں مسلمان تعلیم یافتگان کی تعداد ۱۵۵ سے اور ہندو ۱۱ فیصد ہی نواندہ ہیں۔ سنہ ۲۶-۲۸ میں صوبہ پنجاب میں گرانٹ پائٹ واسے

مسلم مدارس کی تعداد ۵۱۔ اور رقم گرانٹ ۲۰۳۳۱ روپے کے مقابلے
ہندو مدارس کی تعداد ۱۸۴۔ اور رقم گرانٹ ۸۰۸۶۲ روپے ہے۔ حالانکہ
مسلمانوں کی آبادی زیادہ اور ہندو اقلیت میں ہیں۔

یونین کی تعلیمی رپورٹ ۱۹۳۱ء سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس صوبہ میں
جمہد مدارس کو ۱۹۱۰-۱۵۶ روپے اور مسلمانوں کو صرف ۲۶۵۴۶ روپے
امداد ملتی ہے۔ جو کل رقم کا ۱۴ فیصد ہی ہے۔ حالانکہ آبادی کے لحاظ
سے ۴۰ فیصد ہی ملنی چاہئے تھی۔ (تعلیمی ہندو ۱۹۳۱ء تا ۶۸)

اخلاق و اعمال

نوجوانوں کا شباب آوارہ فسق و فجور
بتلائے حسرت و وقت گنہ ہریر و بکھا

اخلاق و اعمال کا یہ حال ہے۔ کہ چوری، تسمیلوں کا پیشہ ہے۔ لڑائی
جھگڑا، ڈنگا نسا دورتہ ہیں ملا ہے۔ بھائی بھائی کا دشمن ہے۔ بد بخواہ و
بد اندیش ہے۔ گلا کاٹنے کو آمادہ دیتا ہے۔ ہتھکڑی اس کا کنگن اور
جو لال اس کا پارہیبا ہے۔ عدالتوں کی چیل چیل اس کے دم قدم سے ہے
اور جیلوں کی آبادی اس کی ممنون انسان۔

۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے مطابق بنگال کے قیدیوں میں ۶۳ فیصدی
قیدی مسلمان تھے۔ پنجاب میں شراب کشی کرنے والے ۱۰۰ غیر مسلم تھے
اور ۳۵ مسلمان۔ گداگری اور آوارہ گردی میں ڈیڑھ لاکھ غیر مسلم تھے
اور چار لاکھ ۸۰ ہزار مسلمان کسی عورتوں میں ۸۰ فیصدی عورتیں مسلمان
تھیں اور ۱۶ فیصدی غیر مسلم۔ "ایمان" کا اقتصادی نمبر ۶۸

سینما ہال کی رونق بھی مسلمانوں کی مرہون بنتی ہے۔ ہندوستان میں
۱۲ لاکھ آدمی سینما دیکھتے ہیں جن میں سے ۵ لاکھ صرف مسلمان ہوتے
ہیں۔ (زیرم سرورق ۱۵)

عقائد و عبادت

کھانڈوزہ، حج و زکوٰۃ اور بعد کی چیز ہے۔ کلمہ گو مسلمان کلمہ گو تک
نہیں۔ مفہوم اور روح تو دوسری چیز ہے۔ الفاظ تک صحیح نہیں پتھر پتھر
اس کا دین، یا سیدی اللہ پر نظر اس کا ایمان، توہم پرستی اور پابندی روم
اس کی عبادت۔ خیرات خوری اس کی زکوٰۃ، نیلے نیلے اس کا حج میں
قبر اس کی مسجد، مقبرہ اس کا کعبہ اور بزرگیوں کا پاؤں اس کا حجر اسود ہے
چاچپنڈ (سیاست بہاول پور) اس کا بدنیہ ہے۔ اور کوٹ مٹھمن (ضلع ڈیرہ
غماڑی خاں) اس کا بیت اللہ! اگر پنجاب میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب
رحمۃ اللہ علیہ جو ایک با خدا بزرگ اور مشہور ولی اللہ

گزرے ہیں۔ اس کے خدا ہیں اور خود م صدر دین (ملتان) اس کے رسول مدنی رحمۃ للعالمین (العیاذ باللہ) تو یوپی میں سید اشرف
صاحب اشرفی کچھو کچھو ہی اس کے رسول بھی ہیں اور خدا بھی۔
ہمیں خوف ہے۔ کہ ہمارے ان الفاظ کو مبالغہ آمیزی اور بہتان طرازی
پر غموان کیا جائے۔ اس لئے ہم ان حقائق کا اظہار پیش کئے دیتے ہیں۔
ایک مشہور "صوفی بزرگ" اور مشہور خوش الحان واعظ منبر پر مجہوم
مجہوم کر یہ اشعار پڑھا کرتے ہیں۔

(۱) چاچر مشہور دینیہ ڈسٹا، کوٹ مٹھن بیت اللہ
ظاہر دے وچہ پیر فریدین، باطن دے وچہ "اللہ"

(۲) برائے چشم بنیا از دینیہ بر سر منشاں
ہر گل "صد زوین" خود رحمتہ للعالمین آم

مجمع عام میں دھڑتے سے کہا جاتا ہے کہ
"اشرفی" احمد فحمانہ بنے بیٹھے ہیں

عرش پرانید غفار بنے بیٹھے ہیں

اسی پر بس نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے نزدیک آنحضرت (خود باللہ)

دائرہ انسانیت سے خارج اور حدود بشریت سے باہر ہیں۔ اس کے
زویک حضور سرور کائنات کا انسانی وجود ہی غیر مسلم سے جو احسن تقویم
اور تفہیل تخلیق ہے۔

اس کی "محبت" کی نظر میں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عین احد ہے

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خود خدا ہے۔ محمدیت کا لہوہ، بشریت کا
کھدیس اور انسانیت کا لباس تو محبت کا نسانہ اور محض ایک بہانہ ہے
مشہور اشعار میں :-

(۱) وہی جو مستوحی عرش تھا خدا ہو کر

انریا ہے دینیہ میں مصطفیٰ ہو کر

(۲) پر وہ انسان میں آکر خود کو کھانا تھا جس

رکھ لیا نام محمد تاکہ رسوائی نہ ہو!

اس کے عمل میں پیر کی مخالفا، باز سچے جنات اور مرشد کا منقب

باز بگہ شیا طین ہے۔ ذرا موسم بدلا، سرو می نکلی، سرووں کچھ لیا، اجیت
 پچاگوں کی ٹنڈھی میٹھی رت آئی۔ اور سرد مسلماناں "خانہ بدوش ہو کر..."
 نوجوان مسست شباب غور توں، نوخیز اور دو شیزہ لڑکیوں کے کچھ لے
 لانا ہے۔ اس کے پیچھے "دل بھینگ" مجنوںوں کے کچھ دسے ہوتے ہیں
 اور درمیان میں "بہنی" کا محل!

دہران و ولد اوگال کا یہ مبارک کارواں، مچھین و مھیات اور
 موٹنیں و موٹنات کا یہ آوارہ جلوس اور حسن شوخ و عشق گستاخ
 کا یہ مخلوط قافلہ بارگاہ رنگ اور وف و چینگما کے ساتھ چلنا ہے
 عقیدہ رنگ اور عریاں غزلیں، تبتوں انگریز و ہے۔۔۔ خلیسی جذبات
 پیرا جوش و بیجان اور طوفان و تلاطم پیدا کرتے ہیں اور پیر کی خانقاہ
 کا پیچھے پیچھے پہنچنے پہنچنے "بہن" آپسے باہر ہو جاتا ہے۔ وہ بدلی
 آجاتا ہے۔ اور بسا اوقات اور راستے ہی میں "کیلینے لگ جاتا ہے
 خانقاہ کے ارد گرد جد سرد کی جو گانا پور ہا ہے۔ و رسول شیخ رہا ہے
 اور مسلمان غور ہیں شگے سر، سر بار رہی ہیں۔ ایک مشنڈا بدست
 فقیر ایک لائق سے بالوں کو پکڑے لیٹا ہے۔ اور دوسرا ہاتھ...
 عالم بے خودی و خود رنگی میں منہ انکال، سینے اور پیچھے پر
 خدا جانے کہاں کہاں مار رہا ہے۔

ایک غیر مسلم یہ عبرت انگیز تماشا دیکھ کر جو حیرت ہو جاتا ہے۔
 کہتا ہے کہ یہ مسلمان ہیں! دہران ویوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنی
 بہو بیٹیوں کو اپنے ہاتھوں ان بد مہمانوں کے ہاتھ میں دے

کردور کھڑے ہنس رہے ہیں ۔
 المختصر سے مسلمان سے توحید میں گرم جوش
 گردل ابھی تک ہے زباں پر جوش
 تمدن ، تصوف ، شریعت کلام
 بنانِ عجم کے پجاری کی تمام

مرکز و تنظیم

وہ مسلمان کہ تنظیم و جمعیت سے جس کا خمیرا ٹھایا گیا تھا ۔ آج نظم و
 نکت کے نام سے نا آشنا اور وحدت و مرکزیت کے تصور سے ناواقف
 ہے ۔ جس کا نتیجہ پیسے ۔ کہ طبائع میں تضاد و خلاف ، مزاجوں میں
 اختلاف و انتشار ، و باغلوں میں اور کچ پیچ اور نظریوں میں نشیب و فراز ہے
 مرکز و تنظیم اور ربط و نظم ہی مسلمانوں کی یکساں زندگی و ہم آہنگی کا ضامن و
 کفیل تھا ۔ ایک مرکزیت قائم ہونی ۔ اور لاکھوں فنون کے سر اٹھایا ہے

ضعف و ناطق و سستی و اعضا شکنی
 ایک گھنٹے سے جوانی کے بڑھا کیا کیا کچھ!

اسلام ایک آئینی مسلک اور باضابطہ مذہب ہے ۔ اس میں
 آوارگی و بے ضابطگی کے لئے کوئی دنگنی نہیں ۔ اسلام نام ہی ایک
 بیچن ضابطہ و ہدایت اور مستقل شاہراہ زندگی کا ہے ۔ مسلمان آئین و قوانین
 کا پابند اور دستور ضابطہ کا مطیع ہے ۔ رضا کارانہ پابندی و اطاعت ؟
 نہیں نہیں ! وہ پابندی جو حکومت و قوت کے بل بوتے اور وہ

اطاعت و اجوسوسائٹی اور جمعیت کے زور سے ہو۔ جب سقوط حکومت کے بعد ملت کا نظم باقی نہ رہا۔ تو مسلمان آوارگی و انفریقی کا شکار ہو گیا۔ جس کے جدہر سینگ سھائے چل ویا۔ مقصد حیات متعین رہا نہ تھا ہرہ عمل میں رہی۔ خیالات و عقائد میں بکری رہی نہ انوال و مو غلط ہیں ہم آہنگی۔ سب چیزیں مرکز کا نتیجہ اور اجتماعی عیت کا کمرہ حق ہیں۔ جب اجتماعی روح فنا ہو گئی۔ جماعتی صلاحیت کھوئی گئی۔ تو ہر مرد مسلمان کا اپنا اپنا مسکن اور الگ الگ مذہب بن گیا ہے

عزت سے محبت کی قائم اسے قیس حجاب محفل سے
محفل جو گیا، عزت بھی گئی، غیرت بھی گئی، ایلی بھی گئی

اور کھیرہ پتھر صرف مذہب کی حدود تک محدود نہیں۔ یہاں یہاں ہیں

اس سے زیادہ انتشار ہے۔ ہندو۔ ہم جلیبیا غلام سے

مگر وہ۔ استقلال و طرز اور اختلاف ملک کو اپنی

زیر گئی کا مقصد قرار دے کر۔ نساہرہ آزادی پر چل دیا ہے۔ گاندھی

کو مرکز کی پوزیشن حاصل ہے۔ کوئی بھی ہندو ہو۔ اس سے شدید اختلاف

تو کرے گا۔ مگر ان کے خلاف نفس کو آواز نہ پائے گا۔ مگر مسلمانوں کو

اس کی ساری سرگرمیاں ایک دوسرے کی توہین و تذلیل باہمی شگوش اور

توہین میں ہیں۔ "تک محدود ہیں۔ ایک جماعت کچھ تھی ہے تو دوسری

کچھ! ایک رہنما کا نقطہ نظر ہے۔ تو دوسرے کا وہ ایک گروہ کہہ

کو چارٹ ہے۔ تو دوسرا ترکستان کو۔ ایک کی راہ مشرق کو ہے تو دوسری

کی مغرب کو۔ کیوں! اس سے اور صرف اس لئے۔ کہ لہذا بعین متعین

ہے نہ منزل مقصود معین، مرکزیت ہے نہ ربط و تنظیم اسے
 عدو مسرت ہمارے ہیں ہماری جنگ آزماہوں پر
 کوئی تو برباد ہو رہا ہے کسی کی حسرت ان کی ہے
 پھٹک رہی ہے قدم قدم پر نشان منزل کی جستجو میں
 وہ قوم جو روز اولیٰ سے چراغ راہ عمل رہی ہے
 باہمی اعتماد و انہام اور اشتراک و تعاون کا فقدان عدم تنظیم ہی کا
 نتیجہ ہے۔

عقل و عیش
 تاب و طاقت، صبر و راحت، جان و ایمان، ناک و خوش
 ہائے کیا کہئے کہ دل کے ساتھ کیا کیا جانے سے
 جب تک ہم بدلتے انفرادیت اور ناسنمانے مرکزیت پر
 تب تک یہی پوزیشن رہے گی اسے

انفرادیت سے تو ام و محم کے جن میں موت
 ان کے سائے سے بھی ہے اقبال کترتا ہوا
 اجنا عیت کے اوپر سے بنا اسلام کا
 کاش! میں دیکھوں اور مسلم کو پتھر آتا ہوا

تبلیغ و دعوت

مقام حسرت و استعجاب اور مقام عبرت و اندوس سے کہ دنیا بھر
 میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اعلیٰ کے دین کی موثر مدافعت کا
 کوئی تنظیم ادارہ نہیں۔ جہاں عیسائی صرف ہندوستان میں ۶۰ کروڑ

روپیہ تبلیغ عیسائیت پر صرف کرتا ہے تقریباً ۴۰۰ مراکز تبلیغ ہیں ۲۰ ہزار
 پاوری مصروف عمل ہیں۔ آریہ سماج لاکھوں روپیہ سالانہ کو ایک دھرم
 پرچارہ پر خرچ کرتا ہے۔ مضبوط مراکز کے ماتحت سینکڑوں پرچارک
 قریہ بہ قریہ دورہ کر رہے ہیں۔ جہاں جو بلی نڈا، سکرک، جدید فنڈ، کالج
 فنڈ، مترجمہ قرآن فنڈ وغیرہ وقتی اور ہنگامی چندوں کے علاوہ لائبریری
 اور قادیانی مزاروں کا مجموعی بجٹ دس لاکھ روپیہ سالانہ سے متجاوز ہے
 بیسیوں پراپگنڈ سرٹ مندرستان کے طول و عرض کے علاوہ یورپ
 امریکہ، افریقہ میں سرگرم عمل ہیں۔ جہاں شیعہ "اپنے مرکز لکھنؤ سے
 وابستہ ہو کر شیعیت کی اشاعت میں مشغول و منہمک ہیں۔ وہاں صرف
 ہندوستان کے طول و عرض میں نہیں بلکہ روس کے زمین پر مسلمانوں کا کوئی مرکز
 بھی نہیں۔ اور جب تنظیم و تبلیغ کا کوئی اہتمام و انتظام نہیں تو مبلغین
 و مبلغین (روپوں) کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا نتیجہ؟ وہی! جو
 ہونا چاہئے۔ تبلیغ و اشاعت تو بجائے خود۔ ہمیں اپنے تحفظ اور
 مدافعت کی قدرت و طاقت بھی نہیں۔ صرف مدراس کے علاوہ میں ایک
 ہزار سے زیادہ اچھوت روزانہ حلقہ بگوش مسیحیت پورے ہیں۔ ...
 ریاست حیدرآباد میں ایک سال میں نہایت خاموشی سے ۲۵ ہزار
 آدمی مسیحیت کے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ صوبہ بنگال
 میں سولہ ہزار مسلمان اب تک عیسائی ہو چکے ہیں۔ اور صوبہ سرحد کے
 صرف ایک ضلع ہزار میں صرف پچھلے سال ۱۹۳۳ء میں ایک ہزار مسلمان
 عیسائی ہو چکے ہیں۔ اسی طرح پنجاب، حیدرآباد، کن، صوبہ سندھ

صوبہ بلوچستان، یو۔ پی، ایلا بار اور دیگر صوبوں میں مسلمانوں کی ایک معتد بہ تعداد ہر سال علیحدگی ہو رہی ہے۔ صرف ایک سال میں دو سو سے زیادہ مسلمان عورتیں صوبہ سرحد اور پنجاب میں تشدد ہو چکی ہیں۔ اور لاکھوں اچھوت ہندو بنائے جا رہے ہیں۔ ہندوستان سے باہر بھی پتھر نہیں پھینکے گئے اور مسلمانوں میں سے صرف گیارہ ہزار باقی رہ گئے ہیں۔ جاوا اور سماٹرا میں مسلمانوں کو ہزاروں کی تعداد میں ہر سال علیحدگی بتایا جا رہا ہے۔

رسالہ پٹیوا و پی اکتوبر ۱۹۳۳

اس باغ میں سے آج گزر باد خزاں کا

جس باغ کو پہنچا تھا شہیدوں کے اہلی

رکھا نہیں جاتا ہے کبھی یہ پتھر

دیکھی نہیں جاتی ہے مسلمان کی تباہی!

کیا یہ اعداد و شمار تازہ یا نہ عبرت کا کام دیں گے؟ اور ان سے

مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں گی؟ صحیح اور سچی مسلمان جیسے اصطلاح میں "سچی" کہا جاتا ہے۔

آریہ، علیحدگی، شیعہ اور سزائی سے پہلے ہو یا پلٹ فارم ہر جگہ رکھا رہے۔ ان غارت گران ایمان کے مقابلہ میں فرزند ان توحید کی امت شیر، حاکمین سنت کی جماعت حقہ آج ذخیرہ کی جھینڈ میں رہ گئی ہے۔ اس ذخیرہ سے کچھ مرزائی اور شیعہ جانتے ہیں۔ تو کچھ اور علیحدگیوں کی "تاریخ" ہوسکتی ہیں۔ آج کل کے منتشر افراد کی ایک بھٹی کی حیثیت میں مخالفین کے رحم و کرم پر چھوڑ دی

گئی ہے۔ بے پار و بدو گار۔ بے ربط و نظم، آوارہ و منتشر مسلمان پر سنے
 فتنے کو قبول کرنے کے لئے مستعد اور تیار ملتے ہیں۔ اگر ہمارا جدید
 تعلیم یافتہ نظم و مرتز کا طلب گار طبقہ مرزا بیت کے دائم تنزیروں میں
 رہا ہے۔ تو جاہل و بے خبر نوجوان شیعیت کی آوارگی کا شکار ہو
 رہا ہے۔ اور فخر و فاقہ میں مبتلا افراد عیسائیت و آریہ سماج کے دامن
 میں پناہ سے رہے ہیں۔

کیا یہ سارے دردناک مناظر مبلغین کرام کی نظر سے اوجھل ہیں؟
 کیا حضرات علماء کرام اور پیران طہارت ان لرزہ انگیز حالات و عقائد
 سے بے خبر ہیں؟ یہ وحشت آگیاں کتنا شے یہ حسرت بھری نظر سے
 جس کے سامنے ہوں۔ اسے صوفی، اوماہی، قسم کی لالچی بھتوں میں
 پڑنے اور آپس میں الجھنے کی فرصت کہاں؟ کس کا دل گروہ سے ہے۔ کہ
 وہ یہ عبرت آموز دیرانے دیکھے، ان احمک اور اندک بگیاں واقعات پر
 نظر رکھے۔ مگر پھر بھی اس قسم کی مویشی گائیوں میں پڑے۔ جس کے
 سینے میں بھی دل سے — سنگ و وحشت نہیں — وہ

مسلمانوں کی گراؤٹ اور مظلومیت، زوال و اضطراب سے ہر حال
 مضطرب و پریشان ہوگا۔ مگر آج "مولوی" اور "مشرقی"
 غیر ملکی استعمار و استبداد سے لڑتا ہے۔ نہ غیر مسلموں سے لڑتا
 ہے۔ جن دشمنیاں ہیں اور اوہام و جہالت سے دست و آگیاں
 لڑتا ہے نہ بد عملی و مہم جوئی سے بے خبر مہکار۔
 لالہ! اس کا پیدان جنگ کا گھر کی آگنی ہے۔ اور اپنی سے

اس کی لڑائی ہے۔ اس کی نظر اگڑ پڑتی ہے۔ تو خوشی و اقارب پر۔ آہ! امت مظلوم! آج پرانے تو پرانے، اپنے بھی تیرے بدخواہ و بداندیش ہیں۔ تیری نشان مظلومیت واقعی نرانی سے ہے
 فلک کی، برقی کی، گل کی نگاہ پڑتی ہے
 چمن میں نشان نمایاں ہے آشیانے کی

پر پات چھریں نہیں آتی

کہ ہمارے بھائی جب دین و ایمان سے محبت رکھتے ہیں۔ تو ایمان کی حفاظت اور دین کی اشاعت

میں کیوں وہ چھری نہیں لیتے؟

سچے اور مخلص و نیکار بھائیوں کی تحریک تنظیم میں شمال ہو کر ایمان

کی یقین و حفاظت اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا فرض

سجا لاؤ!

وطنی سیاست

میں

ہمارے جماعتی وقت

۱۵- کوئٹہ و سیالکوٹی کی کھیتی باڑی

ہیں

ہمارا غیر جانبدارانہ مسلک

کہنتی سے ہم کو خالق خدا غائبانہ کیا ہے
 ہر نئی چیز کے متعلق شبہات کا پیدا ہونا ایک عام بات ہے
 چنانچہ شریک تنظیم کے منظر عام پر آتے ہی ہمارے بھائیوں نے
 ہمارے خلاف شکوک و شبہات اور اوہام و وساوس کا مظاہرہ شروع
 کر دیا۔ لاہور کے بعض لیگی دوستوں نے لکھا کہ یہ شریک یونینسٹ پارٹی
 کی ایجنٹ ہے۔ وہی کے بعض ذمہ دار مہربانوں کو بھی یہی شبہ
 گذرا۔ اور بعض احرار و دوستوں نے بھی ہمیں ایسا ہی خیال کیا۔ اور
 طرفہ نمائندہ یہ کہ بعض یونینسٹ صاحبان نے لیگی کی منشیوں کا کل پرزہ
 سمجھا۔ اور غیر احرار نے تو ہمیں عموماً احرار کا نیاروپ قرار دیا ہے
 رند کہتا ہے ولی اور ولی رند مجھے
 سن کے ان دونوں کی تقریر کو حیران ہوں ہیں

زائد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا

اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

ہمارا سیاسی مسلک ۔ حالانکہ ہم نے روز اول سے غیر مبہم

الفاظ میں اعلان کر رکھا ہے ۔ کہ ہمارا نصب العین اسلام کی اطاعت

و امتاعت اور ایمان کی بقا و حفاظت سے اور بس ۔ ہماری جماعتی

سرگرمیاں اسی حد تک محدود رہیں گی ۔ اور تحریک تنظیم وطنی تحریکات

سے یکسر بالائز اور ملکی سیاسیات سے قطعاً یکسر ہٹے گی ۔

ہماری سہ سالہ تاریخ ہمارے اس اعلان کی صداقت پر گواہ سے

ہمارے عمل کو دیکھ کر معزز بیلی اخبارز میندار نے ایڈیٹوریل نوٹ لکھا :-

یہ ادارہ جب سے عالم وجود میں آیا ہے ۔ سیاست و باہم دوزیری

سے دور رہ کر صرف مزامیت کے خلاف جہاد کر رہا ہے ۔ چنانچہ مولانا

نور الحسن صاحب کے جو تنقیدی و علمی مقالے ”زیبیدار“ کی زمیت بنتے

رہے ۔ وہ مزامیت کے نثر من کذب و باطل کے لئے حق و صداقت

کی بجلی سے کم نہیں ۔ یہ تبلیغی کارنامہ زندہ جاوید رہے گا ۔ (زمیندار ۲۰۲۰ء)

مرکز کے گذشتہ سالانہ جلسہ کی کاروائی بلا حشرہ کر کے صوبہ مسلم لیگ

کے ترجمان ”پاکستان“ لاہور کے مدیر محترم نے لکھا :-

”بعضوں کا بیان تھا ۔ کہ یہ پنجاب کی اتحادی (یونینسٹ) کانفرنس

ہے ۔ مگر ایسے دعویٰ کا کوئی ثبوت نہیں“ ۔ (پاکستان ۲۰۲۰ء)

گذشتہ ایکشن نے ہماری پوزیشن کو اور زیادہ صاف کر دیا ۔

اس ”جہاد اکبر“ میں ہمارا ”حجرہ نشین“ رہنا ہمارے ”لقدس“ کی کھلی دلیل

بہر حال اب یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ تحریک تنظیم اسم یا مسلم
تحریک ہے۔ اس کا مقصد مختلف سیاسی خیال کے مسلمانوں کو منظم
کر کے تنظیم کی سیٹیج سے ایک مشترکہ فریضہ ————— تقویٰ و اسلام کی تبلیغ
و اشاعت اور کفر و باطل کی تردید و ممانعت ————— سر انجام دینا ہے

سیاسی کشمکش سے اسے کوئی تعلق نہیں! —————
سیاسی تنظیم کی ضرورت ————— اعتراض کو جگہ پانے کے لئے کسی
بنیاد کی ضرورت انہیں نہ مولانا سہوودی نے جب ایک نقیب العین پیش
کرتے ہوئے کانگریس پریکٹس چلانی کی تو بہتوں نے اسے مسلمانوں کو
سیاسیات سے علیحدہ رکھ کر انگریز کی خدمت گزار بننے کی ایک گہری گالی
قرار دیا۔ ہمیں خطرہ ہے۔ کہ ہماری اس روش کو کبھی ہمیں اسی نظر سے
نہ دیکھا جائے۔

اس لئے ہم یہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ سیاسیات میں ہمارے عدم مداخلت
کا افسار مسلمانوں کو نہ سیاسیات سے باز رکھنے کی کوشش کرنا ہے۔ نہ
انگریز کی شہروراز کرنا۔ ہمارے لئے ضروری ہے جس طرح انگریز بہادری سے
استحکام وطن اور آزادی ملک کے لئے سیاسی تحریکات میں حصہ لینا
ضروری اور اس لئے ضروری ہے۔ اس طرح ہندو ہندوئی سے اپنے تنظیمی
حوالے کرنے کے لئے ایک اور وسیع پیمانے پر باہمی کی ضرورت کے ہم
سنجی سے قائل ہیں۔ اور ہم ہر اور ان تکتا سے کہتے ہیں۔ کہ وہ اپنی اپنی
مواہدہ کے مطابق سیاسی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ ہم مسلمانوں
کو سیاسی جدوجہد میں حصہ لینے سے روکتے نہیں۔ نہ تو ہمارے اپنے

الاکین اور عمائد اپنی اپنی نظر و فکر کے مطابق مختلف سیاسی اداروں کے ساتھ
 مربوط ہیں۔ مقصد صرف اتنا ہے۔ کہ ہم من حیث الجماعت سیاسی کشمکش میں
 حصہ لینے سے معذور ہیں۔ ہم جماعتی حیثیت سے کسی ایک سیاسی نظام
 کے ساتھ وابستہ نہیں نہ ہونگے۔ کسی پولیٹیکل جماعت کے ساتھ ہمارا کھلا ربط
 والحاق ہے نہ تحفیہ ہمارا باز۔ اگر ہم ایسا کریں گے۔ تو ہم نہ صرف مختلف انجیل
 اسلامی عناصر کو تنظیم کے اہم اور نہایت ضروری پلیٹ فارم پر جمع کرنے
 میں ناکام رہیں گے۔ بلکہ ہم خود بین المسلمین اختلاف و نزاع مانعانہ جنگی
 اور باہم آویزی میں الجھ کر رہ جائیں گے۔ اور اس نصب العین سے دور
 جا پڑیں گے۔ جس کے لئے یہ تحریک معرض وجود میں آئی ہے۔ اور
 ہم اس مقصد عالیہ تک پہنچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔ جس کے لئے
 ہم نے دین کے فروعی اختلافات اور ہتھرتی نزاعات کے دام فریب سے
 بچتے ہوئے ان کے علمبرداروں سے صاف کہہ دیا ہے

ہم وہیں دام بر مرغ دیگر نہ
 کہ عنقا را بلند است آشیانہ

۱۴۔ غلط فہمی!

کیا تحریک تنظیم یونیورسٹی پارٹی کی ایکٹیوٹا ہے؟
فحصہ

کسی کو بحث نہیں آج پاپ اورین میں
سیاسیات کے نغمے ہیں دس کی دشمن ہیں
لاہور کے ایک معزز مسلم انگریزی روزنامے نے ایک پرزور مقالہ
افتتاحیہ بعنوان "ایک نئی تحریک" شائع کیا ہے۔ جسے "تحریک تنظیم"
یا اس روزنامے کی اخلاقی موت سے تعبیر کرنا زیادہ موزوں ہو گا یعنی
اس مقالے میں جو الزام تحریک پر لگایا گیا ہے۔ اگر وہ پایہ ثبوت کو پہنچ جائے
تو تحریک کو زندہ درگور ہو جانا چاہئے۔ اور اگر وہ الزام ہے اصل دہلے بنیاد
پہے۔ تو روزنامے کے اخلاق کا فائدہ بڑھنا چاہئے۔ چونکہ معزز معاشرے
تحریک پر ایک شدید الزام لگا کر سماج ضرب لگاتی ہے۔ اس لئے بارِ خاطر
نہ ہو گا۔ اگر ہم معاشرہ کا الزام اور اپنی صفائی پیش کرنے سے پیشتر تحریک کا
پس منظر واضح کریں۔ اس سے ناظرین کو حقیقت کے سمجھنے اور اطمینان
کرنے میں مدد ملے گی۔

تحریکات مرکز یا تحریک کا پس منظر
محل حیرت و استعجاب اور منہ مام عبرت و افسوس ہے۔ کہ گمراہیوں پر مسلمانوں

لاکھنؤ بھی مرکز نہیں۔ دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اعدائے دین کی مؤثر ممانعت لاکھنؤی منظم ادارہ نہیں۔ یہ حقیقت کس قدر تلخی آمیز، تھیر تھیر اور اہم انگیز ہے۔ کہ جہاں میرزا ایت اور شیعیت کے منظم تبلیغی ادارے ملت اسلام پر خون مار رہے ہیں۔ جہاں عیسائی مشن اور آریہ سماج متنازع ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ جہاں مرزائی ہزاروں مسلمان مزید کر لیتے ہیں۔ جہاں شیعہ پنجاب کے قریب قریب پہنچ کر مسلمانوں کی بہت بڑی آبادی کو دام ارتداد میں پھنسا لیتے ہیں۔ وہاں ایک جماعت اہل سنت ہے۔ جو نہ صرف کسی کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش نہیں کرتی۔ بلکہ فرائض دلی اور بلند حوصلگی سے ہر مخالف ادارہ کو اس کی ضرورت اور مانگ سے زیادہ آواز تازہ تازہ پہلائی کرتی رہتی ہے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ کس قدر بجا کہتے

ہیں،
 اب کوئی مرکز قومی ہے نہ تو حیدرآباد
 نہ کوئی جاوہر مقصد ہے نہ کچھ گوشہ زاد
 خوف یہ ہے کہ بکھر جائے نہ نشیرازہ قوم
 خوف یہ ہے، یہ ویرانہ نہ ہو پھر آباد
 ذرے جس طرح سے ہو جائیں اڑنے لگنا
 یوں ہی ہو جائے گی یہ قوم بھی آ کر مر باد

محسن ملت سرور احمد خاں پٹانوی صاحب
 اس جیتی جاگتی حقیقت عربوں کے پیش نظر علامہ شبلی کی طرح ہر وہ جیتی
 کھالتی نظر متاثر و حیراں، ہر حساس دل متوحش و لرزاں اور ہر سیدالمراد

متفکر و پریشان ہے۔ محترم سرور احمد شمال صاحب پٹانی رئیس جام پورہ
 ضلع ڈیرہ غازی خان کو قدرت نے اس درود احساس سے بہرہ وافر
 عطا فرمایا۔ آپ صرف واسے اور سے نہیں، بلکہ قد سے، سخن ہر ممکن طور پر
 اہل سنت کی تنظیم و ترقی اور بیداری و ہوشیاری کی ہیں کو شمال رہے۔
 کوئی بیس سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ آپ ایک وفد لے کر چلے۔ لاہور میں
 مولانا احمد علی صاحب، دارالعلوم دیوبند میں مولانا شبیر احمد صاحب، سید
 مرتضیٰ حسن صاحب وغیر ہم اکابر، اور وہی ہیں مفتی صاحب کفایت المد صاحب
 سے ملے۔ کوشش کی کہ کوئی ادارہ "تنظیم و تبلیغ" کو اپنی حدود میں مناسبت
 مقام اور موزوں جگہ دے دے۔ پاکم از کم ان اکابر میں سے کوئی صاحب
 اس کام کی اہمیت کے پیش نظر اپنے آپ کو دوسری
 تمام مصروفیات سے فارغ کر لیں۔ اسی نوعیت کی شرط و کتابت علامہ
 سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی سے بھی کی۔ ہر صاحب نے تنظیم اہل سنت
 اور نظام تبلیغ کی ضرورت بہ شدت محسوس کی۔ مگر اس سلسلہ میں عملی
 اقدام کے لئے کسی بزرگ نے غالباً قوم کی مادیت و بے حسی
 سرورہری دے تو بھی دیکھتے ہوئے اپنے اوپر ذمہ داری
 لینے کی جرات نہ کی۔

سرگزشت تنظیم اہل سنت سے
 آسمان بارانمانت توائست کشید

قرعہ فال بنام میں واپوانہ زند

سرورہ صاحب ان یاس ایگزیمت حالات سے متاثر و بالوس نہ ہو سکتے ہیں

میں اپنی مساعی کو جاری رکھا۔ حتیٰ کہ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۳ء کو ضلع بھکر کے علمی و
وامراد کے اجتماع میں "مرکز تنظیم اہل سنت" کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۶ معزز اراکین
پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ مرتب کی گئی۔ جس کی صدارت بالائے اتفاق جناب نوابزادہ
محمود خاں صاحب کو پیش کی گئی۔ اور نائب صدر جناب حاجی محمد علی خاں صاحب
منتخب ہوئے۔

لشہد محمد ہر آل پیر کہ خاطر میں خواست

آخرا ہڈیں پر وہ نقد پر پدید

لغار می خاندان۔ ضلع بھکر غازی خاں کے معزز بلوچ خاندانوں
میں چوٹی کا لغار می خاندان، چوٹی کا خاندان ہے۔ سردار صاحب نے
جس طرح مزارعی وغیرہ مہینہ خاندان کے حساس نوجوانوں کو دعوت شرکت
دی۔ اسی طرح لغار می خاندان کے زماہ نوجوانوں کو بھی دعوت شرکت
دی۔ جسے بعونہ تعالیٰ نوابزادہ محمود خاں صاحب اور سردار

حاجی محمد علی خاں صاحب کی سعید فطرت نے قبول کیا۔ جناب نوابزادہ
محمود خاں صاحب نے کئی بفضلہ مقامی انجمن کی امداد و سرپرستی شروع کر دی ہے
مگر تا حال مرکز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرمائی۔ توقع ہے کہ محترم
سردار اور اس خاندان کے دوسرے نوجوان بھی عنقریب اس تحریک میں
عملی حصہ لیں گے۔ لیکن نوابزادہ محمود خاں صاحب کو باوجودیکہ
سردار صاحب کی دعوت پر تحریک میں شامل ہونے۔ یا شہداء اللہ اس

وقت تحریک کے سب سے سینئر سرگرم رکن اور رہنما ہیں۔

۱۲ دسمبر ۱۹۴۳ء کو مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں

تحریک کے اغراض و مقاصد کی تعیین اور دستاویز کی ترتیب عمل میں آئی
مجلس عاملہ تجویز کی گئی۔ اور خدمت اہتمام راقم الحروف کے سپرد ہوئی۔

تحریک کی مختصر تاریخ

یہاں تحریک کی مختصر تاریخ پیش کر دینا بھی غیر ضروری نہ ہو گا۔ میں
نے شروع فروری ۱۹۱۹ء میں ملازمت سے ہٹا دیا ہو کر فروری
ہی میں "دعوت تنظیم" اور "جہد للبتقاء" دو ٹریکٹ شائع کئے۔ اور وسط
اپریل تک لاہور، امرتسر، سہارنپور، دیوبند، میرٹھ، دہلی، لکھنؤ کا دورہ
کر کے اکابرین ملت سے ملاقات و مشاورت لی، دہلی اور لاہور میں مکان
نہ ملنے پر ۱۱ اپریل کو امرتسر میں دفتر کرائے پر لے لیا۔

۱۵ مئی ۱۹۱۹ء کے روزنامہ "پہلے" مولانا ناز قلیط نے بعنوان "ترقیہ تبلیغ"
مفصل اقتراح پیش کر کے ہمارے مرکز کا تعارف کرایا۔ اور ۱۹ مئی سے
"روزنامہ" میں ہم سے براہ ذرا ان اسٹیم کی خدمت میں دعوت و خطاب کا سلسلہ
شروع کر دیا۔ بھارتی تنظیموں سے مدد مانگی اور کراچی سے کالکتہ تک ہر جگہ
مسلمانوں سے ہمارے دعوت پر لبیک کہا۔ مرکز کا یہ خوش استقبال تنظیم
کیا۔ ہمارے نصب العین سے اتفاق، ہمارے پیرو گرام کی تقبیل اور مقامی
اجتماعات کی پرآبادگی کا اظہار کیا۔ صوبہ پنجاب سے ایوانی اور ہمالیہ میں مرکز
کی متعدد شاخیں کھلیں۔ پورے ہندوستان میں، وکیلوں، اسکالروں اور تاجروں
مدد سے ہمارے واقعات کا اعلان کیا۔ اور ملک کے ہر گوشہ میں ہمارے
عالی و کرام اور ہمتا کے غلام سے ہمارے جہاد میں بیانیہ وادارہ وادارہ

الرسال فرمائے۔ مگر:-

پیرس

انسوس کا مقام ہے۔ کہ اسلامی پیرس نے ہماری طرف چشم التفات سے نہ دیکھا۔ ہم زمرم "لاہور" حقیقت "الکھنوا" اور ندائے حرم "دہلی" کے۔
سیاس گزار ہیں۔ کہ انہوں نے ہمارے مرکز کا تعارف کرایا۔ مگر پنجاب کے اور کسی اخبار نے اس وقت تک ایک سطر تو کیا ایک لفظ بھی تنظیم کی حمایت

میں سحرینہ فرمایا
پیرس کا نقشہ سدا پانچلوں واپتار اور محسوم عمل و کردار امرکز کے صدر
وسر وار جناب نواب زاو محمود خاں صاحب مدظلہ پچھلے دنوں لاہور شریف
فرمایا ہوئے۔ تو ہم نے مناسب سمجھا۔ کہ مسلم پیرس کو مدعو کر کے کچھ عرض
معروض کریں تاکہ

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمتے بہا کنند

چنانچہ نواب زاو صاحب نے بتاریخ ۲۸ ستمبر مسلم اخبارات کے مالک
ڈیپٹی ڈیرھا جناب کو انٹرنیشنل ہونل مال روڈ میں چائے پر مدعو کیا۔ ازراہ مہربانی
لاہور کے تمام مسلم جرائد کے ذمہ دار نمائندے رونق افزائے مجلس ہوئے
داعی مجلس جناب نواب زاو صاحب تنظیم اہل سنت کی ضرورت اور مرکز
کی اہمیت پیش کر کے پیرس سے امداد و حمایت کا مطالبہ فرمائے رہے۔ میں
نے معزز مہفایوں سے خطاب کرتے ہوئے شروع شروع میں عرض کیا:-
پنجاب کی سیاست میں گذشتہ دنوں جو طوفان آیا ہے۔ اس کے

پیش نظر یہ کچھ بعید نہیں۔ کہ نواب زادہ صاحب کی و عورت کو آپ کے کسی سیاسی غرض پر محمول کیا ہو۔ لیکن آپ حضرات کی نظر سے۔ جو دنیا کے سمجھانے کے ناچار ہیں اور امید ان میاں کے کے مشہور شہسوار، اور مشرق و مغرب کے انبیا اور صحیح و تمام کے حالات پر نظر رکھتے ہیں۔ کوئی چیز چھپا کر لکھنا۔ اور آپ جیسے لوگوں کو دیکھ کر دیکھنا کہ تم ہم ایسے لوگوں کی دسترس سے باہر ہے۔ جناب نواب زادہ صاحب نے اپنی نواب مر محمد جمال خاں کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک فرزند نو نوبت کی حیثیت سے آپ کو دعوت دی ہے۔ آپ کسی سیاسی جماعت کے ارادے نہر تک نہیں آپ صرف انجمن تنظیم کے ممبر اور تنظیم کے صدر ہیں۔ آپ حضرات کو ایک ایسے غرض کی طرف متوجہ بلاتے کرتے کہ کے پورے تکلیف دی گئی ہے۔ جو سب کا مشترک غرض ہے یعنی خود متاویج اور بیخ اسلام۔

ابھی میں غالباً اس قدر کہنے پایا تھا کہ محترم مولانا عبدالحق صاحب نے "تغییر انقلاب" نے ارشاد فرمایا کہ یہ تحریک تو موجودہ سیاسی کشمکش سے بہت پہلے کی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں! جیسا کہ "جمہور لبقاؤ" کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا۔ ویسے تو تقریباً بیس سال سے محترم سرور احمد خاں صاحب بتانی اس تک و دو اور جد و ہد میں مصروف ہیں۔ لیکن منظم طور پر نواب زادہ صاحب کی ہدایت میں کبھی یہ تحریک و سہرا سے محض غرض و جوہر میں آپ کے محترم سالک صاحب سے یہ بھی فرمایا۔ کہ یہ تنظیم نوا لکھنؤ مذہبی اندر قرار

نواب مر محمد جمال خاں

ہے۔ اور میرا اعتبار پولیٹیکل ہے۔ اس لئے میں ایڈیٹر کی حیثیت سے ملک کو اس کی طرف دعوت دینے سے معذور ہوں۔

اس کے جواب میں میں نے دوسرے فرقوں کی فرقہ دارانہ تنظیم و تبلیغ کا حوالہ پیش کرتے ہوئے تنظیم اہل سنت کی ضرورت واضح کی۔ محترم مولانا نصر اللہ خاں صاحب عزیزی آف "کوثر" نے میرے نقطہ نظر کی حمایت کی۔ ۳۰ نومبر محترم مولانا سالک صاحب نے فرمایا کہ چونکہ ہم خود اہل سنت ہیں۔ لہذا ہمیں اس تحریک سے ہمدردی ہے۔ ہم اس کی حمایت کریں۔ یہ مجلس ہنگے سے غروب آفتاب تک قائم رہی۔ معزز مہمانوں نے ہمیں کافی وقت دیا۔ ہماری معروضات کو صبر و سکون کے ساتھ سنا۔

ممانعت و سنجیدگی سے اعتراضات بھی کئے۔ اور دلائل و براہین پر مبنی جوابات بھی سنئے۔ معزز معاصر.... کے مالک و ایڈیٹر محترم.... اس مجلس میں شروع سے ۴ مرتبہ شرفیہ فرما رہے۔ آپ نے ساری گفتگو اور پوری بحث و تجویز کا دل بخور و توجہ سے سنی۔ گراہک لفظ بھی مخالفین یا موافقت میں ارتداد نہ فرمایا۔ بوقت مغرب یہ پر لطف مجلس برخواست ہوئی۔ "دعوت تنظیم اور تہجد للبقا" ہر صاحب کی تذر کئے گئے اور تکریم ادا کر کے معزز مہمانوں کو رخصت کیا گیا۔

کامل ایک ہفتہ کے بعد معزز معاصر نے اس تحریک پر جو معاذانہ تبصرہ کیا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں یہ الزام ہے۔ کہ تحریک تنظیم.... یونینسٹ پارٹی کی ایجنڈا ہے۔ اور دوسرے حصے میں یہ اعتراض ہے۔ کہ تحریک فرقہ دارانہ ہے۔ اس بحث میں ہم پہلا حصہ زیر بحث لائے۔ معزز مہمانوں نے "ہمیں دو مختلف متعلقہ نہی مذہبی تحریک تنظیم اہل سنت"

وصول ہوئے۔ جو نہی ہم نے ان کی ورق گردانی کی تو ہمیں سر لوہا
جمال خاں لغاری کا نام نظر پڑا۔ اور ہم نے خیال کیا کہ یہ تحریک
کوئی یونیسٹ پارٹی کی ایجنٹ ہوگی۔ جس کا وجود یونیسٹ پارٹی
کے مفاد کی خاطر عمل میں لایا گیا ہوگا۔ کیونکہ :-

۱۔ ہماری یہ پختہ رائے ہے۔ کہ کوئی بھی تحریک جس کے مفاد لوہا
لغاری کا نام وابستہ ہو۔ نہ تو اسلام اور نہ ہی مسلمانوں کے مفاد
کی نگہبان ہو سکتی ہے۔“

اس کے بعد جناب لوہا صاحب کی شخصیت پر واتی حملے اور گزشتہ لیگ
یونیسٹ کش کش کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

”اس وقت سے تاحال مسلم لیگ کے مخالف پروپیگنڈا میں معروف
ہیں۔ وزیر کوہ اور اس بات کے لئے کوشاں ہوئے۔ کہ کسی نہ
کسی پیپم تحریک کے ساتھ علاقہ پیدا کر کے کسب شہرت حاصل
کریں۔ کوئی تحریک جس کے ساتھ لوہا صاحب کا بالواسطہ تعلق
بھی۔ ہمارے نزدیک قابل اعتناء نہیں ہو سکتی۔ صرف ایک
بے عمل شخص ہی جو سیاسی ضمیر فرشتی کر سکے۔ ان پر اعتماد کر
سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ آپ کا اس نئی تحریک کے ساتھ تعلق
بالواسطہ تعلق نہیں ہے۔ ان کا لڑکا محمود خاں ہی اس تحریک
کا صدر ہے۔ لیکن ایک چالاک سیاست دان جو گد سے پانی پیا
پھٹکی کا شکر کرتا ہے۔ بہ شکل تورو اپنے ہاتھوں شکر کرے گا۔“

بسا اوقات وہ دوسروں کو آلہ کار بنا کر ان سے یہ معیوب خدمت لیتا ہے۔ ہم نے کنگڈا کا بغور اور بغیر تعصب و محدودی مطالعہ کیا ہے۔ اس کے باوجود ہم اپنے ناظرین کو اس تحریک کے حق میں سفارش نہیں کریں گے۔

اس تحریک کے حامیوں میں سے ایک سردار احمد خاں صاحب پٹانی رئیس ہام پور ہیں۔ جن کے ساتھ ہماری ہمدردی ہے۔ ہم آپ سے دس سال ہوئے۔ ملے تھے۔ اور آپ کے اچھا اسلام کے جذبات سے متاثر ہوئے تھے۔ لیکن سر جمال خاں کا نام ہی خطرے کی کافی علامت ہے۔ کوئی تحریک جس کے ساتھ اس کا بلا واسطہ یا بالواسطہ تعلق ہو۔ قابل نفرت ہے۔ یہ خدمت اسلام کا موجب نہیں بن سکتی۔ البتہ موجب تخریب ہو سکتی ہے۔ (۳۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

خادمہ انکسٹ بازرگانی ہے اسے کیا کہیں گے
ما لطفہ سرگرمیاں ہے اسے کیا کہیں گے

قیام مرکز کے محرکات اور تحریک کی پوری تاریخ پڑھنے کے بعد جب ایک مشہور مزاج اور غیر جانبدار آدمی معزز معاشرے کی اس تنقید کو ملاحظہ کرے گا تو اس کی زبان سے بے ساختہ نکلے گا۔

ان ظنن الا بہتان عظیم

ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ انکسٹن ہول کی مجلس میں بالمشافہ بات چیت کا ذکر اور قریباً دو گھنٹے کی بحث و تجویس سے اپنے تاثرات کا اشارہ تک بھی اس نوٹ میں مذکور نہیں ہے۔

نہ ہمارے رسالتی کو غور سے پڑھا گیا ہے۔ بلکہ بے اصل فرعونیات اور ...
ہے بنیاد مفروضات کی بنا پر شکوک و شبہات اور اہام و وساوس کا پادریہا
پینٹا شکبوت تعمیر کیا گیا ہے۔

ہندوستان میں اردو پریس کی کم نگاہی اور بے اعتنائی زبانِ اردو پر
غائب و عام ہے۔ بخلاف اس کے ثرواً انگریزی پریس کی اعتناء و توجہ
اور تحقیق و ترقی پر اعماد کیا جاتا ہے۔ لیکن ... نے اس مقالہ میں ...
انٹرنیٹ وازی اور ہندوستان طرازی اور دروغ بافی اور غلط بیانی کا عبور کیا اور
واقف کیا ہے۔ اس سے انگریزی پریس کو کیا۔ اردو اخبارات ہی نہیں۔ بلکہ
پریس زیر وار پٹیوں کی گردن بھی شرم و زدامت کے دار سے جھکا جا رہی
خدا شکبوت نہ ہو اسے۔ تو اس نوٹ کی کہ فی ایکہ سطر بھی صحیح نہیں۔
راولپنڈی والہندہ نہ پٹنڈیوں میں کہیں انگریزی نوابی سرٹھی حمال خانہ نواری کا
ذکر ہے۔ نہ یہ شکر کہ پٹنڈیوں کی ایکٹیوٹی ہے۔ نہ اس کے مفاد
کی تھا شکر میں لائی گئی ہے۔ نہ سستی شہرت کے معمول کے لئے
نواب صاحب کسی شکر کے وابستہ ہو سکے۔ مرکز تنظیم کے ساتھ آپ کا چہرہ
تعلق تھا نہ اب ہے۔

باقی رہے ان کے سیاسی رجحانات اور ان کی پوزیشن جو اب یہاں سے کہہ
نہیں سہ جا رہی۔ وزیر اعلیٰ کے اگمال و اعمال اور ان کی سیاسی مہارتوں کے
مشاور کسی قسم کی مصفا فی اور تہا بدی سے ہم اپنے آپ کو اتنی قدر بردہ کی الہ
سہتے ہیں۔ جس قدر معزز ...
انگریزی میں خوالہ طبعہ میں گویا شرفی خوالہ خالی کی شکر دلی شکر شرفی

اور تنگ نظری ضرب المثل ہے۔ "مسٹر ہمیشہ" مولوی "پر چوٹ کرتا ہے" کہ متعصب
 تائیک خیال اور کج بخت ہے۔ مگر اب ذرا "مسٹر" کی فراخ دلی، عالی ظرفی
 وسیع نظری اور بلند حوصلگی ملاحظہ ہو۔ کی یہ صورت بے نقصانی کا ریکارڈ اور
 اور روشن خیالی اور حق پسندی کا فنا ہیکارہ ہیں۔ تصریحات و قطعیات سے
 اعراض کر کے شکوک و ظنون اور شبہات و اذیات کی بنا پر مخالفت کا ہوائی تلخ
 لکھیر کرنا بے نظیر روشن خیالی "اور حق پرستی" ہے۔ ایک ایسے مذہبی مرکز پر
 جس کے ساتھ کروڑوں مسلمانان عالم کا مستقبل وابستہ ہے۔ اور جس کے قیام
 و استحکام پر ہماری آئندہ نسلوں کے ایمان کا دار اور انحصار ہے محض
 اس بنا پر بے پناہ گولہ باری کرنا۔ کہ اس کا صدر نواب صاحب لغاری کا فرزند
 ہے۔ واقعی ایک ایسی "بے نقصانی" کا مظاہرہ۔ جس کی مثال شاید کہیں نہیں
 ملے گی۔

ہم معزز معاصر سے ہی پوچھتے ہیں۔ کہ کیا محض سیاسی اختلاف کے :-
 پیش نظر نواب صاحب اس قدر شدید انداز میں حملے کرنا۔ اور پھر باپ کے :-
 ناقابل معافی گناہ کی پاداش میں بے گناہ بیٹے کو کشتنی اور گردن زدنی
 کھڑانا، اور اس کی صدارت میں جو مرکز تنظیم اہل سنت ہے اس کے خلاف
 مسلمانوں کی رائے عامہ کو خراب کرنا شرعی یا اخلاقی لحاظ سے کہاں تک ...
 حق بجانب قرار دیا جاسکتا ہے ؟

ڈز مزم "پہلے" (۲۶)

۱۶۰ غلط فہمی!

کیا تحریک تنظیم یونینسٹ پارٹی کی ایجنٹ ہے؟

مہنگا پھونج - ہم معزز معاشرہ کو پیسج کرتے ہیں - کہ وہ ہمارے لیے ان دو مسائل کے سواڑھے بارہ ہزار الفاظ، بلکہ "زفرم" میں آج تک لکھے گئے منتقد مضامین کے اگھوں الفاظ میں سے کوئی ایک لفظ بھی ایسا پیش کر دیں - جس سے پتہ چلے - کہ اس تحریک سے آرٹیکل نواب صاحبہ لغاری کی بلند می وائٹیشن، نمود و نمائش اور تعریف و ستائش مقصود و مطلوب ہے یا نہیں کہ معترض صاحبہ بدگمانی کے لشہر، سورنلی کے بوشش اور مخالفت کے جذبات میں ایسے برسی طرح کہوئے گئے - کہ وہ یہ بھی نہ دیکھ سکے - کہ یہ تحریک پمپرسٹہ میں ظہور پذیر ہوئی - اس وقت اوسیا سیات پنجاب میں اس طوفان و انقلاب کے آثار بھی نمودار نہ تھے - لیکن یونینسٹ تصادم تو پیریل سکنٹ میں رونما ہوا - کیا ہم نے پمپرسٹہ میں یہ جان لیا تھا - کہ مٹی سکنٹہ میں - نواب صاحبہ کی وزارت کا سوال پیدا ہوگا - لہذا ہمیں ان کی شخصیت کو محبوب و ہر دلعزیز بنانے کے لیے مرکز تنظیم کی تشکیل کر کے اس کی صدارت ان کے نرندار ہتھ کو پیش کرنی چاہیے -

ہم وقت کے ہندوستانی نبی تو نہیں ہیں! کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا کسی شادی
 تو کیا منت میں ہوتی ہو۔ اور ہم آج اعلان کر دیں کہ اس کے ساتھ خدا سے
 ہمارا نکاح آسمان پر پڑھ دیا۔ جو اس نکاح کو نہ مانے۔ وہ کافر کلمہ، بد ذات
 ریکسیا، وغیرہ وغیرہ۔ کیا..... کے نزدیک ہم وقت کے مصلح موعود
 ہیں؟ کہ بشری بیگم سے نکاح تو وسط سنگتہ میں ہو۔ اور سنگتہ میں ایک
 طرف لڑکیاں خواب نظر آجائے۔ کہ سمندر کے کنارے کنواریاں انتظار میں
 کھڑی ہیں۔

مختم ایڈیٹر صاحب..... کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ اس کی اصطلاح
 میں ہم "سیدھے سادے دیہاتی مسلمان ہیں۔ نہ تو ہم ہندوستانی
 نبی، نہ مصلح موعود" اور "مصلح موعود نہیں۔ کہ چل سے پہلے وحی و انعام
 کی جھڑکی لگ جائے۔ اور نہ ہی کسی انگریزی اخبار کے مکتبہ شہان آباد ایک
 پین اور "سیدھے سادے دیہاتی مسلمان" سے ایک بے لوث و بے غرض تحریک
 کی تہ میں خواب لہا صاحب اقداری کی شخصیت اچھا رہے اور پرنسٹن پارٹی
 کی ایجنڈی کرنے کی پورٹ نظر آجائے۔ یہ دوسری نظر یا تو خدا کی
 وحی سے پیدا ہوتی ہے۔ یا پائینکس میں انہماک و بہارت سے۔ اور انہوں
 کہ ہم ان دونوں میں کسی اعزازات سے نئی دست و تنی غاں اور محرم
 بے بہرہ ہیں۔

یہ سب کچھ
 شہنائی کہ غار شاہ و زہرا کی کہتے
 درحقیقت کہ باور و فریضہ از کجا شنید
 و دعوت تنظیم اور "جمہوریت" کے سینکڑوں نسخے ہمارے آدھوں سے

پڑھے۔ ابھی ہم نے دعوت عام کا سلسلہ شروع نہ کیا تھا کہ مرزا محمود کو مبہم
الہام آئے شروع ہو گئے۔ اسے اللہ میرے دشمنوں سے انتقام
دے۔ "انفصل" دار اپنی سنگھ ہوشان نزول ہماری شکر کیا ہے۔ اس الہام
ہیں ایک سردار سے مراد ہوا ہے جی جہاں جہاں کا سردار ہے۔ اور اس کے

سوا کچھ ایک جماعت ہے سے مراد مرکز تنظیم الہامیہ
ہوانا دار قاپڑ کے دارمی کے ایڈیٹریل ^{نورانیہ تبلیغ کے پورا ہے}
ہیں "انفصل" ۱۲ مئی میں پرنسپل نے لہانہ ایڈیٹریل لکھا گیا۔ سہ روز بعد

"اسان" نے دار جمادی الاخرہ کے رجب کی اشاعت میں شکر کیا ہے
اصول کی اختلاف رائے کیا۔ پنجاب کے شیعہ اخبارات ^{اور ان کا}
نے ہمارے شیعہ کش ^{مضامین کی مستند پر حقیقت کی}۔ غرض کہ حکومت

سے بد اخلاقی کی درخواست کی۔ "انفصل" میں ہمارے مرکز کی ^{مضامین کو}
لپک و حیرانہ تھا کہ ہر جہاں سے لکھنے والے ^{مضامین} پڑھا۔

دو ٹیپوں کو جس طرح ایڈیٹریا ^{تھے پڑھا۔} اس کی شرح
لاہور کے تمام اخبارات کے ایڈیٹریا ^{تھے پڑھا۔} گھر رہا تھا۔
تھی کہ اس ^{حقیقت کا پتہ چلا۔} اس کے ایڈیٹریا

کے لئے ^{تھے پڑھا۔} اور بار بار ^{ہیں} اور ^{تھے پڑھا۔}
"تاریخ ولس" بھی ^{تھے پڑھا۔} کی ^{تھے پڑھا۔}

کیا شکر ایڈیٹریا ^{تھے پڑھا۔} اور ^{تھے پڑھا۔}
وہ کون سا ^{تھے پڑھا۔} اور کون سا ^{تھے پڑھا۔}
درون ^{تھے پڑھا۔} کی ^{تھے پڑھا۔}

کی نشان دہی اور عزائم ناقصہ کی غمازی کرتا ہے ؟
ہم محترم کو پوری قوت کے ساتھ پہنچا رہے ہیں۔ کہ اگر اس
نئے سوچ سمجھ کر عملی وجہ البصیرت، دیانت و امانت سے یہ سطور سپرد قلم کی ہیں
اور اس کو دعویٰ ہے۔ کہ اس نئے بے تعصبی اور مجددی سے ہمارے
رہنما کا مطالعہ کیا ہے۔ اور لیگ یونینسٹ کشن کش اور نضر جناح تصادم
کے تاثرات و انتقادی جذبات سے خالی الذہن ہو کر ایک ذمہ دار اخبانہ لیس
کی حیثیت سے منظر عدل و انصاف ہماری تحریک کو دیکھا ہے۔ اور اس کی
بے غل و غش سنجیدہ رائے یہی ہے۔ جس کا اس کے زیر بحث ایڈیٹوریل میں
اظہار کر دیا ہے۔ تو وہ اپنے دفتر میں لیگ کے دس ذمہ دار رہنماؤں اور
معتبر ایڈوں کی مجلس بلائیں۔ دس کے دس ایڈر خود منتخب کریں۔ ہماری
عدم موجودگی میں نہ صرف ہمارے یہ دفتر کیٹا، بلکہ ہمارا سارا مطبوعہ
ایڈیٹوریل مجلس کے روبرو پیش کریں۔ اگر اس مجلس کا فیصلہ یہ ہو۔ کہ تحریک
تنظیم اپن سنٹ یونینسٹ پارٹی کی ایجنٹ اور مرکز تنظیم کا وجود یونینسٹ پارٹی
کے مفاد کی خاطر عمل میں لایا گیا ہے۔ یا اتنا ہی کہ دیں۔ کہ اس جدید تحریک
کے ساتھ تو اب صاحب بخاری کی ذات کا تعلق ہے۔ اور اس تحریک کا مقصد
تو اب صاحب کے لئے شہرت و ہر و عمر قیری کا حصول ہے۔ تو مرکز نہ صرف
اپنا دفتر بند کر کے تحریک کو واپس لے لے گا بلکہ ایڈیٹر صاحب
سے بصیرت قلب مخدرت کا جو ہستگار بھی ہو گا۔ اور اگر مجلس کا دیانتدارانہ
فیصلہ یہ ہو۔ کہ اس تحریک کا کسی سیاسی شخصیت یا کسی پولیٹیکل پارٹی کے
ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں۔ اور اس کا مقصد صرف دین کی تبلیغ و اشاعت

مسلمانوں کی ایمان کی بقا و حفاظت اور اس کا نصب العین واقعی اسلام کی اطاعت
 و شاعت اور اہل سنت و الجماعت کی تنظیم و جمعیت ہے۔ تو معزز ایدہ پر صاحب
 اخلاقی جرأت سے کام لے کر اپنے اخبار میں اس غلطی یا غلط فہمی کا اعلان کر کے
 اپنی یہ نادر دست تحریر واپس لیں۔ جس کے ذریعے ہزاروں مسلمانوں کی
 نگاہ میں ایک معصوم و بے لوث خالص دینی تحریک کو مشکوک و مستہجنہ اور
 ایسا و ہتنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ

ہم آنے والے محترمہ معاشرے سے اس تلخ نوائی کے لئے مسما فی چاہتے ہیں۔ اگر
 یہ شخصی اور ذاتی معاملہ ہوتا۔ تو ہم کبھی ایسی گستاخی کا ارتکاب نہ کرتے
 لیکن مسلمانوں کی ایک جمعیت کے مقابلہ میں اگر ہم کسی محترم دوست کا اعزاز
 و اکرام ٹھوڑے کیے۔ تو خمد اللہ اس غدار اور خمد اللہ ہتکار ہو رہے۔ خود ہم
 سب کو اپنی رضا کے حصول کی خاطر اسلام اور مسلمانوں کی سب سے بڑی خدمت
 کی طرف توجہ دینا چاہئے۔ آمین :

جناب لو اب صاحب کی خدمت میں

بجز عشق تو نام ہی کشند و غوغا نیست

تو نیز بر ایسا بانم آں کہ خوشی تہا نمانا نیست

سارے زمانہ کی روشن خیالی اور فراخ دلی "سب سے تمہیں" ...
 "عالمی ظرفی" ہمارے جیسے ہیں آئی ہے۔ ہمارے نزدیک "روشن خیالی"
 "بلند نظری" کا معیار یہ ہے کہ اپنے فرقہ کی خدمت و اصلاح اور تنظیم

ترقی میں کوئی حصہ نہ لیا جائے۔ جو آدمی جماعت اہل سنت کی بقا و حفاظت میں دلچسپی لیتا ہے۔ وہ ہماری نظر میں متعصب تنگ دل تنگ نظر ہے۔ آج اہل سنت کا ہر بڑا آدمی اہل سنت کی تنظیم سے گھبراتا ہے۔ اپنے فرقہ کی مخصوص خدمت سے کوٹا اور نیوٹرل رہنے میں اپنی بڑائی و بزرگی سمجھتا ہے۔

جناب نواب صاحب صاحب بھی چونکہ امثالہ ائمہ پر مشن خیال اور بہت بڑے آدمی ہیں۔ اس لئے ہماری اس تحریک تنظیم کو دقت و پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ جہاں آپ جہاں آئے اور پائل اسسٹنٹ کو لاکھوں روپیے عطا فرمادیتے ہیں۔ اور فرانس صدر مسیحی مصلحتوں سے دینے کی فرصت نکال لیتے ہیں۔ وہاں ہماری طرف کو شکستہ چشم انتقادات سے دیکھنا بھی گوارا نہیں فرماتے۔

ابنا جیسا کہ مرکز تنظیم آپ کی بدولت حدود الزام اور ہدف قرار دیا گیا ہے۔ ہم جناب نواب صاحب کی خدمت میں پہلی دفعہ عرض کریں گے کہ آپ مرکز کی دعوت قبول کریں۔ اور اس معصوم، دینی تحریک کے پیغام و اسٹیجیا میں حصہ لیں۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ آپ کی مصروفیت زیادہ ہے اور ذمہ داریاں اہم ہیں۔ آپ حکومت پنجاب کے لیکن جیسی

تعمیرات کو غیر سے جو رسم و راہ اور ہم کو بھی پوچھتے رہو۔ تو کہا گناہ ہو۔ حکومت کا حکم۔ جناب نواب صاحب کی خدمت میں اس خاص دعوت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہماری دعوت محدود مخصوص ہے۔ نہیں! ہرگز

نہیں! یہ تحریک عام ہے۔ ہم کانگریسی، لیگی، احمدی، ناکسار، یونیورسٹی، سبھی
 سچے مسلمانوں کو دعوت دیں گے۔ کہ وہ جس بھی سیاسی پلیٹ فارم پر ہیں...
 وہاں پر قائم رہتے ہوئے مرکز کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اس
 مخالف دینی تحریک میں شامل ہو کر ایمان کی حفاظت اور دین کی امانت
 میں حصہ لیں۔ جیسا کہ دیگر فرقوں کے افراد مشترکہ سیاسی سرگرمیوں میں
 لینے کے ساتھ ساتھ اپنے مخصوص فرقہ کی امداد و اعانت اور سرپرستی و
 حمایت سے کبھی دریغ نہیں کرتے۔

آخر میں ہم ایڈیٹر صاحب... سے درود مندانہ و رحمت خواہنا
 کہیں گے۔ کہ وہ ہمیں — جیسا کہ ہم ہیں — سمجھنے کی کوشش
 کریں۔ اور اپنی لاسٹے پر جو سراپا غلط فہمی پر تبنی ہے، نظر ثانی کی تکلیف
 فرمائیں۔
 (ضمیمہ نمبر ۱۰)

چین و امریکان کا دم بھرنے والے

اور اسلام کے سچے محبت رکھنے والے بھائیوں

تحریک تنظیم میں شامل ہو کر اقرار و عہدہ ادا کرنا

اور اپنی دانشمندی اور اسلام کا اہم فہم اور سچا کام اور

۱۸۔ غلط فہمی!

کیا تحریک تنظیم مسلم لیگ کی اسٹیٹ ہے؟
 جہاں ہمیں مسلم لیگ کے ایک زبردست علم بردار اخبار نے
 یونینسٹ پارٹی کا اسٹیٹ قرار دیا۔ اور صاف لکھ دیا کہ اس تحریک کا وجود
 یونینسٹ پارٹی کے مفاد کی خاطر عمل میں لایا گیا۔ دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ
 جائے گی۔ کہ وہاں یونینسٹ پارٹی اور غالباً اسی غلط فہمی کے نتیجہ میں۔
 کوئٹن وزارت کے عہدہ دار۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور۔
 نے پنجاب سینیٹی آرڈیننس کی سڑے کر مرکز تنظیم کے سالانہ اجلاس کی اجازت
 دینے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ اس اجلاس کا اعلان اس آرڈر سے کوئی
 ڈیڑھ مہینہ پیشتر اخبارات میں ہو چکا تھا۔ اور تیاریاں بالکل مکمل تھیں
 انقطاع جلسہ میں دو چار ہی دن باقی تھے۔ اور بعض معزز مہمان اس۔۔
 سلسلہ میں شریف بھی لا چکے تھے۔
 ہم سرایا جیت دست پنجاب تھے۔ کہ ایک خالص مذہبی اجلاس اور۔۔۔
 جسے شہزاد شریفی جلسہ کی اجازت نہ دی گئی۔ حالانکہ بالکل ان ہی تاریخوں
 میں آریہ سماج انارکلی اور آریہ سماج و چھو والی سکے نہ صرف سالانہ اجلاس
 دھڑے سے ہوئے۔ بلکہ شہر میں جلوس بھی نکالے گئے۔ اور جلسوں میں

ہم نے اس سلسلہ میں ایک نیا سٹیٹ لکھا۔

اشتعال انگیز نعرے بھی لگائے گئے۔

ہم سوچتے تھے۔ مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی کہ آخر اس دورخی پالیسی کی وجہ کیا ہے! سلیفی اور نینس ایک ہے۔ مگر ڈسٹرکٹ ججسٹریٹ کا عمل مرکز تنظیم اور آریہ سماج سے جدا جدا ہے۔ ایک کو مجلس و غلط... حتیٰ کہ مستورات کی ٹینگ جو بھارت فتح نسواں ڈاکٹر مس خدیجہ سلیم صاحبہ فیروزالین پریسبل زمانہ کورٹسٹ کا لچ امر ایک بند اور پراپرٹیٹ

مکان
————— جلیبیہ ہال، اسلامپور کالج ————— میں ہوئی تھی
کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اور ایک کو پولوس اور نعروں تک کی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ آخر یہ کیا باہم دوہوا کیوں؟ ہم نے اس فرق و امتیاز اور حکومت کی اس دورخی چال کے خلاف مقامی مسلم پریس میں صدائے احتجاج بلند کی۔ تو پوزیشن پارٹی کے ترجمان روزنامہ "شہباز" نے حکومت کی صفائی دینے ہوئے ایک نوٹ خارج کیا۔ جس سے ہمارے حیرت زور ہو گئی۔ اور حقیقت حال ہمارے سامنے آگئی۔ کہ ہمیں یہ سننا اس غلط فہمی کی بنا پر وہی گئی ہے۔ کہ ہم مسلم لیگ کے ایکٹس ہیں۔ شہباز کابینہ

ملاحظہ ہو :-

"مذہبی اجلاس" بعض مسلم اخباروں میں یہ شہباز ہے۔
کہ ڈسٹرکٹ ججسٹریٹ لاہور نے مرکز تنظیم اہل سنت کو بتلینی
اجلاس کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ یہ اجلاس
بالکل مذہبی نوعیت کا تھا۔ اس سلسلہ میں غالباً پنجاب اسمبلی میں

سوالات بھی ہونے والے ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ حکومت پنجاب
ان سوالات کے مناسب جوابات دے گی۔

..... معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ کے منتظموں کو خود اس بات کا یقین نہ
تھا کہ یہ تقریب خالصاً مذہبی نوعیت کی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ
انہوں نے سرکاری اجازت طلب کرنے کی ضرورت محسوس کی۔
غالباً دہلی دروازہ کے پاس یہ اجلاس منعقد ہونے والا تھا۔ جہاں
عموماً سیاسی اجلاس ہوا کرتے ہیں۔ اور حکومت کو بھی غالباً خاص
اطلاعات ملی ہوں گی۔ کہ جلسہ مذہبی نہیں ہے۔ اور اس پر مذہب
کی نقاب ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس سلسلہ میں یہ جاننا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ کہ
تنظیم اہل سنت کی یہ وہی تحریک ہے جس کی کبھی شدید مخالفت
مسلم لیگی رہیں نے کی تھی۔ لیکن آج جب یہ تحریک سیاسی اغراض
کے لئے ترقی یافتہ ہو سکتی ہے۔ گوڈ سٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کی
ایک انتظامی کارروائی کو حکومت پنجاب کی اسلام دشمنی سے تعبیر

کیا جا رہی ہے۔
..... شہباز لاہوری (۱۱)
..... شہباز لاہوری کے نوٹس گزار ہیں۔ کلاس کی ان سطور سے کم از کم اتنا
تو ثابت ہو گیا۔ کہ ہم یونینسٹ پارٹی کے ایجنٹ نہیں۔ اس سے لیگی رہیں کی
غلط فہمی تو دور ہوئی۔ باقی رہی شہباز کی غلط فہمی؛ سو وہ بھی دور ہو جائیگی۔
..... جس طرح ایک سیاسی اخبار نے کبھی ہمارے شدید مخالفت
..... ہم سے ہونے والی غلط فہمی کی کٹی۔ اس کی طرح آج یونینسٹ اخبار ہم پر ظلم

کر رہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں یہ ہمیں غلط سمجھنے کا لازمی نتیجہ ہے۔ اگر معزز اخبارات کے محترم ایڈیٹر صاحبان ہمیں صحیح سمجھنے کی کوشش کرتے۔ تو کبھی اپنے سیاسی رجحانات کی بنا پر ہماری مخالفت نہ کرتے۔ اس لئے کہ ہمارا نصب العین ہمارا دوسرا ہے۔ ہماری راہ سیاسی راہ سے جدا اور دوسری سمت ہے ہم کسی کے دشمن نہیں۔ اور سب کے دوست ہیں۔ ہم تو صرف اشاعت اسلام کا مقصد لے کر آئے ہیں۔ اور یہ ہم سب کا مشترک مقصد ہے۔ ہمارا نصب العین ہمارا نصب العین ہے۔ اور یہ قوم پرورنگی، اتحادی، خاکسار، یونیٹسٹ وغیرہ سب فرزند ان توحید کا متحدہ نصب العین ہے۔

و دعوت۔ اہم تمام سچے مسلمانوں کو۔ خواہ وہ کوئی بھی سیاسی مسلک رکھتے ہوں۔ درودل سے دعوت دیں گے۔ کہ اس خالص دینی اور سولہ آنے تبلیغی پلیٹ فارم پر جمع ہو کر خدمت دین کا فریضہ انجام دیں۔ وہ فریضہ اپوزیٹو کی خصوصیت کا شرف اور ممتاز شعار ہے خدا ہمارے ساتھ ہو!

کتابچہ ال سنت لاہور
آپ کے ہر آرڈر کی تعمیل کرے گا۔ آپ کو چاہے کسی
کتاب کی ضرورت ہو۔ اسے خدمت کا موقع دیکھیے!

۱۹۔ غلط فہمی!

پلیٹ فارم کی ضرورت ہی کیا ہے؟

کیا سیاسی تنظیم کافی نہیں؟

(از محترم سرور احمد خاں صاحب پتانی ناظم مرکزی تنظیم)۔
 یہاں مسئلہ ہے کہ ملک ہولناکیوں کا گہوارہ ہے، ان کی آبادیاں مختلف، تنقیر اور متعدد
 نیشن اور وحدتوں سے بنتی ہے۔ پھر وہ وحدتیں اندرونی طور پر چھوٹی وحدتوں
 میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔

یہی حال ہندوستان کا ہے۔ یہاں بھی ہندو مسلمانوں کی دو بڑی وحدتیں
 آباد ہیں۔ اور پھر یہ دو بڑی وحدتیں چھوٹی چھوٹی وحدتوں میں تقسیم ہوتی ہیں۔
 مثلاً مسلم یونٹ، الگ سنیوں اور شیعوں وغیرہ پر مشتمل ہے۔ تو ہندو یونٹ ...
 سناتن و ہریوں، آریوں، جینیوں اور برہمنوں کا جو مجموعہ ہے۔
 لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت اہل سنت کی یونٹ، جو اصل حقیقت
 کے اعتبار سے ایک بالآخر اور اعلیٰ ترین یونٹ ہے۔ وہ اپنے تمام اور
 افراد کے لحاظ سے ایک روز بروز الگ اور ناقص ترین یونٹ ہو کر رہ گئی ہے۔
 اور اہلکھڑاں کے اٹھانے اور اس کے اپنی طرف سے کوئی اثر

اور فرائن نظر نہیں آتے۔ اگر وہی بل و نہار رہے۔ تو جماعت اہل سنت کی یونٹ (وحدت) کتنی چھٹنی بالآخر ختم ہو جائے گی۔

اس یونٹ کے لئے سب سے بڑی مصیبت یہ ہے۔ کہ اس کے اپنے افراد، جو نیشنل خیالات کے مالک ہیں۔ یہ تمس برداشت ہی نہیں کر سکتے۔ کہ خود اس یونٹ کے استحکام کے لئے کوئی تدارک و انتہام کیا جائے بلکہ وہ اس قسم کے تدارک کو نیشنل مقاصد کے پیش نظر لفرقہ کا نام دینے میں۔ حالانکہ ملک کی باقی تمام وحدتیں اپنے اپنے استحکام و استقلال کی سعی میں پوری طرح مصروف و سرگرم ہیں۔

ذرا غور کریں! آریہ سماج کیا سے کیا بن رہی ہے۔ سنائن وھرمیوں کی تنظیم بجائے خود کس قدر قابل رشک ہے۔ اور سکھوں کے عزائم کہاں سے کہاں پہنچ رہے ہیں۔

اسی طرح شیعوں، مزارعیوں کی جدوجہد نہ صرف ان کی مذہبی تبلیغ تک محدود ہے۔ بلکہ وہ سیاسی جماعت کے زیر اقتدار رہنے کی بجائے الٹا زیر اقتدار سیاسی پارٹیوں کو اپنی جماعتی طاقت کے بل بوتے پر اپنی یونٹ کے زیر اقتدار رکھنے میں کوشاں ہیں۔

یہ صرف اہل سنت کی یونٹ ہے جس کے وجود کی کوئی تشکیل ہی نہیں اور جو اپنے تعمیری پروگرام میں خود اپنی یونٹ کے ان قابل ترین افراد کی نواہی سے یکسر محروم ہے۔ جو نیشنل کہلاتے ہیں۔

اس کے برخلاف ملک کی باقی یونٹس کے افراد جہاں اپنی نیشنل اور برتری وحدتوں میں کام کرتے ہیں۔ وہاں وہ اپنی متعلقہ مخصوص یونٹس کی تعمیر

و تقویت سے بھی غافل نہیں۔ مگر ہماری جماعت اہل سنت کی یونٹ میں عجیب گڑبڑ بھی ہے۔ اس کے افراد محض ایک محاذ ہیں ایسے محو ہو جاتے ہیں۔ کہ دوسرے ضروری محاذ کی سہولت بھی نہیں رہتی۔ بلکہ کچھ افراد اگر کسی ضروری محاذ کے سنبھالنے کی سعی کریں تو اس عمل کو وہ پسند نہیں کرتے یعنی خود کرتے بھی نہیں۔ اور کرنے دیتے بھی نہیں۔

اور سنئے اب جب کہ مسلم لیگ نے نیشنل طبقہ کے بالمقابل کامیابی اور اقتدار حاصل کیا ہے۔ تو جس طرح جماعت اہل سنت کی یونٹ کا نیشنل طبقہ نیشنل مفاد کے پیش نظر جماعت اہل سنت کے تعمیر اور حفاظتی پروگرام کو لفرقہ کا نام دینا تھا۔ بعینہ اسی طرح جماعت اہل سنت کے لیگی طبقہ کے افراد مسلم اتحاد اور اتفاق کے پیش نظر جماعت اہل سنت کے اس تبلیغی اور مدافعتی پروگرام کو لفرقہ کا نام دیتے ہیں۔ جس طرح نیشنل طبقہ کا خیال بنتا۔ اور ہے۔ کہ آزادی حاصل ہو جانے پر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اب جماعت اہل سنت کے لیگی طبقہ کے بعض افراد بھی اسی طرح بولتے ہیں۔ وہ بھی کہتے ہیں۔ کہ پاکستان بن جانے پر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ حالانکہ جماعت اہل سنت کی حفاظت اور مدافعت کا پروگرام نہ نیشنل طبقہ کے سوچ کی سعی میں مغل ہے۔ اور نہ حصول پاکستان میں مہم جوئی ہے۔

ہم جبران ہیں۔ کہ جماعت اہل سنت کے تعمیر اور مدافعتی پروگرام کو کیوں پویشی شکل اختیار کیوں کے بالمقابل سمجھا اور بتایا جاتا ہے۔ اس تحریک کا تو مقصد صرف اس قدر ہے۔ کہ اگر یہاں عیسائی، شیعہ اور مرزائی جیسے مذہبی فرقوں کی طرح جماعت اہل سنت کے لئے بھی اس کے قیام و بقا کا پروگرام

لازم اور شد ضروری سمجھا جائے۔ اس وقت ملک یا صوبہ جماعت کی اندرونی تعمیر کے علاوہ باہمی کش مکش کے تین محاذ ضروری سمجھے جا رہے ہیں۔ ایک محاذ غیر ملکی حکومت کے بالمقابل ہے۔ دوسرا محاذ عام مسلم حقوق کی حفاظت کے لئے ملک کی دوسری یونٹس کے بالمقابل ہے۔ اور تیسرا محاذ وہ ہے جسے ہر ایک مذہبی یونٹ در حدت اس نے اپنی جماعتی تعمیر اور جماعتی حفاظت کے لئے بخورہ کیا ہے۔

مذکورہ بالا محاذات پر در حقیقت حوصلہ اور ہمت کے ساتھ بیک وقت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جماعت اہل سنت کے سوا علیہائی اور ہندوؤں کی جسد پوئیس اور مسلم کھلانے والی باقی سب وحدتیں بدتوں سے اس پر عمل پیرا ہیں۔

در حقیقت مندرجہ بالا تین محاذات ایک دوسرے کے مخالف و مغاير نہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کے معین و معاون ہیں۔ جب جماعت اہل سنت کا کوئی فرد مذکورہ تین محاذات میں سے کسی ایک کو چھوڑے۔ تو سمجھ لینا چاہئے۔ کہ اس نے زندگی کے کم از کم ایک تہائی فرانس چھوڑ رکھے ہیں۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے۔ کہ جماعت اہل سنت کے کسی فرد کا اپنے تعمیری محاذ کو ترک کرنا۔ تو کجا۔ یہاں سرے سے ساری جماعت اہل سنت نے جماعتی تعمیر و حفاظت کا محاذ ابھی تک متعین ہی نہیں کیا۔ یعنی مسلم جماعت نے ایک مسلم محاذ ترک کر رکھا ہے۔ جب کہ ملک کی دوسری یونٹس اپنے جماعتی محاذات کی سلور گولڈن اور ڈائمنڈ جوہلیاں بنا رہی ہیں۔

افراد جماعت اہل سنت کی خدمت میں ہماری التماس ہے۔ کہ جماعت اہل سنت کی یونٹ کو زندہ اور باقی رکھنے کی فکر بھی کیجئے اور اس کے قیام و بقا کے اہتمام میں امداد فرمائیے! ادارہ تنظیم، جماعت اہل سنت میں صرف ایک ایسے محاذ کی کمی پورا کرنا چاہتا ہے۔ جو ملک کی باقی جملہ یونٹس میں بطریق اولیٰ پہلے ہی موجود ہے۔ اور جو جماعت اہل سنت میں آج تک ناپید ہے کیا آپ نہیں دیکھتے۔ کہ ہر ایک یونٹ نے اپنا اپنا سیاسی پلیٹ فارم رکھتے ہوئے بھی اپنی مذہبی اسٹیج میں ذرہ برابر فرق نہیں آنے دیا۔ چنانچہ عیسائی حکومت کی موجودگی کے باوجود عیسائی مشن برابر کام کر رہے ہیں کانگرس اور ہندو سبھا کے ہوتے ہوئے بھی آریہ سماج، سنان دھرمی، بابر، سوامی اور چینی لوگ برابر اپنی حفاظت و مدافعت کے کام میں مصروف ہیں۔

اسلامی سیاسی جماعتوں پر اکتفا نہ کر کے شیعہ اور مرزائی پریس و پلیٹ فارم بڑھ چڑھ کر اپنے عمل میں سرگرم ہیں۔ مرزائی جماعتوں کو حکم پر حکم مل رہا ہے۔ کہ ان کا ہر ایک فرد جلد ہی ایک ایک زانی اور پانے۔ ان حالات میں اگر ایک تبلیغی اور مدافعتی پروگرام تجویز کیا جائے۔ تو یہ امر تب سے حد تعجب انگیز ہے۔ کہ سب سے پہلے خود اہل سنت کے افراد معترض ہوتے ہیں۔ کیا یہ مذہب سے بیزار سی کے آثار نہیں؟

یاد رکھئے! کہ اگر آپ کی بے پراہی کا وہی عالم رہا۔ تو اہل سنت کی جماعت حقہ جو ہر قسم کی افراد و نظریات سے پاک و منترہ ہے۔ جس میں نوعی اختلافات کی سب سے زیادہ سماجی اور برداشتہا ہے۔ جس نے رواداری اور بائیکاٹ کے عمل کو انتہائی حدود تک پہنچا ہوا ہے۔ وہ آپ

کی آنکھوں کے سامنے خدا نخواستہ فنا ہوتی نظر آئے گی۔

اسی ایک لاپور شہر میں مرزا بیوں کی لاہوری پارٹی کے علاوہ صرف قادیانی فرقہ کی چودہ پندرہ جماعتیں قائم ہیں۔ ملک کے باقی حصوں کی حالت آپ خود قیاس کر سکتے ہیں۔ ان جماعتوں کے افراد قادیان کے سالانہ جلسہ اور دیگر منعقد اور گونا گوں ہنگامی چندوں کی بھرمار کے علاوہ اپنی آمدنی کا کم از کم ۱۲ حصہ مستقل طور پر بلا کم و کاست شمار کر کے باقاعدہ ادا کرتے ہیں۔ اس طرح ایک بے پناہ فتنہ ان ہی لوگوں سے جمع کیا جاتا ہے۔ جو ہماری غفلت کی وجہ سے ہماری جماعت سے مرتد ہوئے ہیں۔ پھر ان کا یہ جمع کیا ہوا روپیہ جماعت اہل سنت کے باقی افراد کی گھبراہٹ پر صرف ہوتا ہے۔

اگر آپ تبلیغ اور اشاعت کے کام سے مرہ گئے ہیں، تو کیا اسلام کی حفاظت اور اشاعت سے بھی رہے جاسکتے ہیں؟ حالانکہ ممانعت کی بہترین صورت تبلیغ ہے۔ غور کریں کہ ایسی غفلت کا نتیجہ کیا ہوتا ہے اور کیا ہوگا؟

ضرورت ہے کہ جماعت اہل سنت کا ہر ایک فرد خواہ وہ کسی سیاسی جماعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہو، مگر تنظیم اہل سنت کی امداد اور اس کی تقویت پنا فرض سمجھے۔ اس کے ساتھ ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ زندگی کے باقی جملہ فریبوں میں خواہ وہ سیاسیات سے تعلق رکھتے ہوں یا معاشریات سے، حسب صوابدید خود اور کسی اور شخص کی اور رواداری سے مصروف عمل نہ ہو کہ جماعت اہل سنت کا نام روشن اور بلند کیسے

بات صرف اتنی سی ہے۔ کہ آپ کام کے باقی محاذات کے ساتھ ایک محاذ جماعت اہل سنت کے قیام و بقا کا بھی شامل کریں۔ پھر ہر ایک محاذ پر اپنی غور و توجہ اور امداد کو تقسیم کریں۔ اس طرح آپ ہر ایک محاذ پر بیک وقت کام کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ اور یہی عمل ملک کی دوسری یونٹس کا ہے۔ جس کی وجہ سے ان میں نہ کوئی اضطراب ہے اور نہ پریشانی۔ بلکہ ان کے سب کام نہایت اطمینان، نہایت سکون اور خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام ہو رہے ہیں۔

الغرض جو کام ہماری بے ترتیبی کی وجہ سے یہاں اس قدر مشکل بنا ہوا ہے۔ وہاں ترتیب کی وجہ سے نہایت آسان ہو رہا ہے۔

ہمیشہ یاد رکھئے!

اگر دنیا میں دین کی ضرورت مسئلہ ہے۔ تو دین کی

حفاظت اور اشاعت میں بھی کوئی کلام نہیں۔ آپ

اپنے دین کی تبلیغ اور ایمان کے تحفظ کے لئے

مرکز تنظیم سے وابستہ ہو جائیے!

مکتبہ اسلامیہ

پہلا سالانہ جلسہ

(۱)

۴۰۔ کارروائی کی مختصر روداد

بعونہ تعالیٰ مرکز تنظیم کا پہلا سالانہ جلسہ یکم دسمبر ۱۹۴۲ء کو منعقد ہوا۔ حضرت علامہ ۱۶ مارچ ۱۹۴۲ء کو بعد نماز جمعہ بیرون دہلی دروازہ منعقد ہوا۔ حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی کی بجائے مولانا ظفر احکام صاحب غاموی نے کھنوسی کرسی صدارت پر رونق افروز ہوئے۔ راقم الحروف نے حضرت علامہ سید صاحب ندوی کا حسب ذیل بیان پڑھ کر سنایا:-

”انہوں نے کہا کہ خاکسار کو اپنی علامت کے سبب سے حاضری اور شرکت سے محرومی ہے۔ اہل سنت کی تنظیم مفید طریقوں سے ایسی کی جائے۔ کہ وہ انبیاء کے تہلیل سے محفوظ ہو جائیں نہایت بہاریہ خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ اخلاص کے ساتھ ہم سب کو خدمتِ حق کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام (سید سلیمان)

یہ بیان پیش کرنے کے بعد میں نے تنظیم کی ضرورت اور تحریک کی اہمیت واضح کی۔ عرض کیا کہ فرقہ باطلہ کے چوتھے حملوں کی رافعت، مسلمانوں کی جمعیت اور اسلام کی اشاعت کے لئے یہ مرکز ضروری و جدوجہد میں آیا ہے

جو سیاسی سرگرمیوں سے قطعاً یکسورہ کر مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کے
 نرائض سہرا انجام دے گا۔ ہر سیاسی نقطہ نظر کے سچے مسلمان کو ہماری دعوت
 ہے۔ اور ہر طبقہ کا سنی مسلمان اس پلیٹ فارم پر جمع ہو کر کفر کے حملوں سے
 مسلمانوں کو بچانے میں حصہ لے سکتا ہے۔

میرے ان محروضات کے بعد حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب
 مدنی مدظلہ العالی نے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک بعنوان تنظیم اہل سنت کی
 ضرورت“ اپنے ارشادات سے حاضرین کو مستفیض فرمایا۔

اجلاس دوہم۔ بعد نماز عشاء بصدارت مولانا عبدالسلام صاحب لکھنوی
 منعقد ہوا۔ جس میں اولاً راقم الحروف نے انجیل کی تنظیم، تبلیغ اور اسلام پر ان
 کے لگانا حملوں کی تفصیلات پیش کرتے ہوئے ان کے مقابلہ میں مسلمانوں
 کے جمود و غفلت اور بے حسی کو واضح کیا۔ اس کے بعد تحریک کے بانی
 محترم سردار احمد خاں صاحب پتانی نے بیس جام پور نے ایک گھنٹہ تک
 اپنا قابل دید و شنیدہ خطبہ بصدارت استقبالیہ پڑھا۔ جس میں اسلام کی
 صداقت غیر مسلموں میں اضطراری طریقہ اسلامی اصول و تعلیمات کی تلبیت
 اور باطل فرقوں کی حقیقت و خیرہ تمام متعلقہ گوشوں پر مفصل و مدلل
 بحث کی گئی ہے۔ اس خطبہ کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔
 دہلیو عہ خطبہ مرکز تنظیم اہل سنت، شاہ منزل، نور محلہ، لاہور سے ۳
 کے ٹکٹ آنے پر ارسال کیا جاتا ہے۔ اور اسی کتاب کے اگلے صفحات میں خطبہ درج ہے)
 خطبہ بصدارت کے بعد مبلغ مرکز جناب مولانا ایل حسین صاحب اختر
 نے بعنوان ختم نبوت“ ایک گھنٹہ تک تقریر فرمائی۔ اور قرآن حدیث سے

ثابت کیا۔ کہ آنحضرتؐ کے بعد ہر قسم کا دعویٰ نبوت صریح کفر و فسادت ہے۔

۱۲۔ زینح الثانی مطابقت کا اراجح

اجلاس اول - تین بجے بعد نماز ظہر اہدات حضرت علامہ مفتی کفایت صاحب منعقد ہوا۔ صدر محترم نے اہل سنت کی تنظیم و جمعیت اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے متعلق مفید ہدایات دیتے ہوئے ستریک تنظیم کی پرزور الفاظ میں تائید و حمایت فرمائی۔ صدر محترم کے ارشادات کے بعد حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے تنظیم اہل سنت کی ضرورت کے عنوان پر ایک گھنٹہ نہایت مدلل تقریر فرمائی۔ آپ نے اسلام کی بنیادوں، کتاب اللہ اور صحابہ رسول اللہ کے خلاف فیسوں کی ریشہ دوانیوں اور بد صحابہ پر حکومت کی طرف سے پابندیوں کے خلاف پرزور صدائے احتجاج بلند کی۔ آپ کے بعد حضرت امام اہل سنت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی نے اپنے ارشادات طیبہ سے حاضرین کو مستفیض فرمایا۔

اجلاس دوم - ۱۰ بجے بعد نماز عشاء اہدات مولانا ظفر الملک صاحب علوی لکھنوی منعقد ہوا۔ جس میں مولانا عبدالسلام صاحب لکھنوی نے فصائل صحابہؓ اور زید رضی پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ نہایت مدلل اور مسکت تقریر فرمائی۔ آپ کے بعد تقریباً دو گھنٹہ تک حضرت سید عثمان اللہ صاحب کبرائی نے توجید باری تعالیٰ پر ایک جامع اور مفید تقریر فرمائی جس کا سجد اللہ حاضرین پر بہت اچھا اثر ہوا۔

سارے بیچ الثانی ۱۸ مارچ

اجلاس اول - ایک بجے دوپہر کو لہجدارت مولانا لال حسین صاحب اختر منعقد ہوا۔ جس میں مولانا بشیر احمد صاحب خطیب جامع مسجد لہجدارت نے تقریر ارشاد فرمائی۔

اجلاس دوم - تین بجے بعد نماز ظہر لہجدارت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مدظلہ نے تقریباً ایک گھنٹہ تک فضائل صحابہ اور زبردید مذہب شیعہ کے متعلق اپنے ارشادات عالیہ سے حاضرین کی رہنمائی فرمائی۔

اجلاس سوم - چار بجے لہجدارت صدر مرکز نواب زادہ محمود خاں صاحب منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مولانا غلام غوث صاحب سرحدی نے "اہل سنت کی تعریف" پر اپنے بلند پایہ خیالات کا اظہار فرمایا۔ آپ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا پابند فرقہ اہل سنت و الجماعت کو ثابت کرتے ہوئے ... دوسرے فرقوں خصوصاً قادیانیوں کی مدلل تردید فرمائی۔ آپ کے بعد اقامت اللہ نے مرزا صاحب کی دو پیشگوئیوں متعلقہ محمدی بیگم و مہدی موعود پر مختصر طور پر بحث کرتے ہوئے ہر دو پیشگوئیوں کے غلط ہونے کے مسکت دلائل پیش کیے۔

پھر میں حاضرین کو اپنے عقلمند تشکیلی جماعت اور تمام بیت المال کی ترغیب دی گئی۔ اور دعا کے بعد جلسہ سچر و خوبی انڈیا میں ہوا۔ جس پر ہمتی تعالیٰ کا جس قدر شکر یہ ادا کریں کم نہیں ہے۔ ضروری و درگشاہی کے لئے مرکز تعلیم سال بھر سے ہوا اور ہمتی کے لئے

دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ صرف ہماری نہیں۔ بلکہ اکابر ملت اور بزرگ علماء و اہل سنت کی
 متفقہ آواز ہے۔ بفضلہ تعالیٰ تحریک تنظیم کے پلیٹ فارم پر ملک کے
 چوٹی کے جس قدر علماء کا اجتماع ہوا وہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ دارالافتخار
 لکھنؤ، جمعیتہ العلماء اور مجلس احوال کے عمائد و اکابر نے دنیا پر یہ حقیقت واضح
 کر دی کہ تنظیم اہل سنت ہم سب کا مشترکہ مقصد اور یکساں فرس ہے۔
 اب میں ہر سیاسی نقطہ نظر کے سچے مسلمان سے درخواست کرونگا۔ کہ
 تحریک کے دائرو میں داخل ہو کر دین کی جس قدر خدمت وہ کر سکتا ہے۔
 اس سے دریغ نہ کرے۔ اور اس کی بہترین صورت یہ ہے۔ کہ اپنے حلقہ
 میں مقامی انجمن تنظیم اہل سنت کا قیام کر کے مرکز سے اس کا الحاق کر دیا جائے۔

کہیں نہ کہو گئے!

تحریک تنظیم اہل سنت سولہ آئے دینی تحریک ہے۔
 کانگریس، مسلم لیگ، مجلس احوال و غیرہ کسی سیاسی جماعت
 سے اس کا قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

پہلا سالانہ جلسہ

(۲)

۱۔ خطبہ استقبالیہ

(از محترم سردار احمد خاں صاحب پٹانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات! میں صحیح صحیح عرض کرتا ہوں کہ میری معذرت کوئی رسمی معذرت نہیں۔ کاش! کہ میری بجائے کوئی اہل بزرگ تنظیم اہل سنت اور تبلیغ اسلام کی ضرورت واضح کر کے آپ حضرات سے اصلاح حاصل ہوتی اور امداد کی درخواست کرتا۔ مگر اہمیلہ مجھے حاضر ہونا پڑا۔ میرے جلسوں کی سہولت کے لئے کسی شاعر نے کیا اچھا کہا کہ سے

فریاد کی کوئی ہے نہیں ہے

نالہ محتاج نے نہیں ہے

یعنی فریاد کرنے کے لئے بیان و مضمون میں کسی ترتیب و موزونیت

کی ضرورت نہیں۔ بلکہ فریادی کے مضمون میں جتنا انتشار اور غیر موزونیت
 زیادہ ہو۔ اتنا ہی زیادہ مضمون مقبولیت کے لئے موزوں ہوتا ہے۔
 الغرض کچھ ایسی قسم کی غیر موزونیت کے لحاظ سے مجھے موزوں سمجھا
 گیا ہے۔ ورنہ آئیں کہ وائٹم۔ بہر حال مندرجہ ذیل میری کمزوریوں سے چشم پوشی
 اور میری گزارشات پر غور ہوگی۔

صنعتی، تجارتی اور اقتصادی حوا و بوسے نے اس وقت دنیا پر کئی
 اور وطنی دھڑا بندی کا ایسا گراؤنگ چڑھا دیا ہے۔ کہ اس کے سامنے
 مذہب بظاہر چند روز کا مہمان نظر آتا ہے۔ یورپ کے عیسائی جو کبھی
 متحدہ عیسائی جنگیں لڑا کرتے تھے۔ آج بے مثل و بے نظیر بے دردی
 کے ساتھ ایک دوسرے کی تباہی میں مصروف ہیں۔

ایشیا میں جاپانی بددو نے چینی بددو پر سات سال سے پٹرھائی کر رکھی
 ہے۔ یہ بھی اقتصادی برتری اور ذوق اقتدار کا سحر ہے جس نے دونوں
 بددوں کو بارہنہ بنا رکھا ہے۔

اس لحاظ سے دور اور اس عالمگیر اقتصادی ہنگامہ میں نہ ہی آواز منہ
 سے نکالنا بجائے خود ایک گناہ کا مرتبہ رکھتا ہے۔ لیکن چونکہ ہندوستان
 میں جو جو چند و چند صنعت کو کچھ فروغ حاصل ہے نہ تجارت کے
 لئے کوئی ماہ ترقی ہے۔ ملک کی موجودہ حالت اس لائق نہیں ہے
 کہ بین الاقوامی باہن الممالک مقابلہ میں وہ خود کسی کارقیب بنے یا کسی
 کو اپنا رقیب بنائے۔ ہندو ملکی صنعت ملکی تجارت اور ملکی اقتصادیات
 پر ایک طرح کا بیرونی وجود بٹاری ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انہیں ان ملکوں کو

یہاں مذہب کا نام لینے کی کچھ فرصت اور فراغت حاصل ہے۔ گویا یہاں بھی مذہب ایک شغل ہے گاڑی کی عینیت میں باقی ہے۔ پھر بھی یہ آواز بلند ہو رہی ہے اور پکڑنی جا رہی ہے۔ کہ موجودہ مذہبی فرقہ جات کا وجود اور ان کی عصبیت ملک کی سیاسی و اقتصادی آزادی کے حصول میں حائل اور مانع ہے۔ یعنی جب تک یہ رہا سہا مذہب بھی ترک نہ کیا جائے آزادی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس میں شک نہیں کہ غیر ملکی اور اجنبی حکومت کے قیام و دوام اور بقا و استحکام کے لئے مذہبی انتزاعی بہنہ ہی مفید اور اب حیات کا درجہ رکھتا ہے۔ اور اس کے لئے ملک کی فضا ہر تفرق و کشمکش کے لئے نہ صرف موافق و سازگار ہے بلکہ مددگار اور معاون بھی ہے۔ بایں وجہ موجودہ زمانہ کے نظموں اور ااموں سے اپنی مقبولیت کے لئے یہی ملک منتخب کر رکھا ہے۔ ان فرض مذہبی اختیار سے "صریح" خواہی کن" کے لئے یہ ملک بہت ہی موزوں ہے۔ اسی لئے ابراہیم آبادی نے فرمایا۔ کہ "انا الحق کہو اور پچانسی نہ پاؤ"۔

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ کل اگر ہندوستان کو آزادی حاصل ہو جائے۔ تو جیسا کہ ہمیں آزاد ممالک کا تجربہ ہے۔ تب بھی مذہب کی بچہ نہیں۔ کیونکہ آزادی حاصل ہو جانے کی صورت میں یہ ملک بھی بین الاقوامی مقابلہ کی دوڑ میں پوری سرگرمی کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ اور باقی ممالک کی طرح یہاں بھی مذہبی جذبات کھائے گا۔ جس طرح آج مذہبی آزادی کے نام پر ہر انتزاعی سکیم کی آبیاری اور حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ کل پہلے گورنمنٹ کے دور میں بھی ابدیشہ ہے کہ ہر

پھر یہی تشریح کو تفرقہ کا نام دے کر اور اسے ملکی مفاد کے خلاف بتا کر مہیا یا جانے کا
 مذہب مرد و باڈ کے لئے بلند ہوں گے ۔

المتصرونہ مذہب نہ آج مامون ہے ۔ اور نہ کل محفوظ نظر آتا ہے ۔ باقی مذاہب
 کی حالت ناقابل ذکر ہے ۔ نہ ان میں کوئی زندگی کا ضابطہ ہے اور نہ موجودہ
 حالات میں وہ کسی سوسائٹی کا ساتھ دے سکتے ہیں ۔ اور نہ دے رہے ہیں ۔
 اچا لیان مذاہب صرف اپنا اپنا لیٹل سے پھر رہے ہیں اور کسی لیٹل کے تحت
 اپنا دھڑا بندی کر رہی ہے ۔

گورنمنٹ والٹر اسلام آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پورے کے
 مذہب ایک مکمل ضابطہ زندگی ہے ۔ جس پر کوئی ترقی یا تہ ذلت اور ترقی یا تہ
 تہذیب فوقیت حاصل نہیں کر سکتی ۔

انہوں میں ایک امر یہ ہے ۔ کہ ہم خود اسلام کو صحیح سمجھتے ہیں اور ہمیں نہیں
 کر رہے ۔ اور غیر مسلم طبقہ نے غیر تقصوری طور پر اس کا مقبولی طور عا
 کر اس کے جزوی جزوی حصے سے لے کر نہایت طوطا جی کے
 ساتھ ان کو اپنی ڈسکور می و تحقیقات سے لایا ۔

بچپنا کہ مناکحت والی جائز اولاد کے ساتھ پدری اور خاندانی نسبت
 قائم رہتی ہے ۔ اور غیر مناکحت و آوارگی کی اولاد اپنی آباء و خاندانی روایات
 سے قطعاً محروم ہو جاتی ہے ۔ ٹھیک اسی طرح غیر مسلم اور جب مسلمانوں
 کی بینگ کے بغیر آوارگی میں بسیر نمود اسلامی اصول لیتے ہیں ۔ تو
 وہ اسلامی نام اور اسلامی نسبت سے بدعنوانی محروم رہتے ہیں ۔
 سوائی دیا تہذیب کی مثال کو لیتے ۔ کہا جاتا ہے ۔ کہ سوائی مذہب

بت کی پوجا کے لئے بت خانہ میں جایا کرتے تھے۔ ایک دن مندر میں جو پہنچے۔ تو وہاں ایک چوہے پر نظر پڑی۔ جو مور تی جی کی بے حرمتی اور گستاخی میں مصروف تھا۔ یعنی مور تی جی پر پوری بے باکی کے ساتھ ایک طرف سے چڑھتا۔ تو دوسری طرف سے اتر جاتا۔ اور اپنے اس عمل کو بڑی بے تکلفی اور بے خوفی کے ساتھ بار بار دہرائے چلا جاتا تھا۔ نہ اسے پیشاب کا لحاظ نہ پاخانہ کی احتیاط۔

سوامی صاحب نے اس حالت میں بت کی مجبوری مالاچارگی اور عاجزی پر غور کیا۔ تو اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ اس طرح کی صورتوں کے ساتھ کسی قسم کا احترام و عقیدت وابستہ رکھنا سراسر یوقونی ہے۔

ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کہ چوہے کے اس درس سے پہلے سوامی صاحب اسلامی عقائد اور اسلامی تعلیم سے مطلقاً بے خبر تھے۔ یا اسلام کی پیش کردہ توحید کی ان کو اطلاع تک نہ تھی۔ جو صدیوں سے ہندوستان میں پیش کی جا رہی تھی۔ مگر کہانی کہتی ہے۔ کہ بتوں کی عاجزی اور بے اختیارگی کا سبق سوامی صاحب نے اسلام سے نہیں بلکہ ایک چوہے سے سیکھا۔

اگر یہ بات صحیح مان لی جائے۔ تو ہمارے لئے ضرور مقام فسوس ہے کہ اسلامی مبلغ کی بجائے مبلغ توحید کا گریڈ ایک چوہے گیا۔ اور شاید یہی وجہ ہے۔ کہ سوامی صاحب پوری موحدان بن سکے۔ اگر وہ اسلامی مبلغ سے توحید کا سبق حاصل کرتے۔ تو ان کے موحدان عقائد میں وہ کمی باقی نہ رہتی۔ جو اب پائی جاتی ہے۔ بے شک۔

سوامی صاحب نے بت شکنی کا مزید حاصل کیا۔ لیکن اسلام کی نسبت سے وہ بدستور محروم ہی رہے۔

ان کے بچے ہندو صاحبان تدریجاً اسلامی اصولوں کی طرف بڑھے۔ اور بڑھتے جا رہے ہیں۔ مگر اسلام کے نام سے ان کو بدستوراً شرف ہے۔ ویسے آریہ سماج ایک جدید ترین تحریک ہے۔ اس کا بانی سوامی دیانند جیسا فارورڈ ریپارمرز ہیا نکاح بیوہ کے جواز کی حیثیت نہ کر سکا۔ مگر سنہ ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء سے نہ رہا گیا۔ اور سوامی صاحب کی وفات کے بعد فوراً انہوں نے ان کی ایسی اپ ڈیٹ تحریک میں بھی پھر ضروری تنظیم کی ضرورت محسوس کی۔ دینے پاؤں بڑھے۔ اور نہایت بیوہ کا اسلامی عمل اختیار کیا۔ اب ہندو بیوہ دیویاں سچوں اور چڑیل کی سی زندگی کی بجائے دیویاں بن کر سماج کی زندگی بسر رہی ہیں۔ مگر ان کو معلوم نہیں۔ کہ یہ کس رحمتہ للعالمین کا احسان ہے۔ وہ بے خبر ہیں۔ کہ کس پروردگار ہیں۔ اور کس کو دعائیں دیں۔

دھڑا دھڑو دھوا پیاہ ریہا کے جہارے ہیں۔ مگر اسلام سے بہرہ بھی انکار ہے۔ وجہ وہی ہے۔ کہ یہ عمل ہمارے مذہب سے نہیں مانا گیا۔ بلکہ انہوں نے خود ہی بڑھ کر ایک گری ٹری چیز کی طرح اچک لیا۔ اور اسے پتھر اپنی ڈسکور می بتلایا۔

گوشت خوری کو لیجئے! اس کو اسلام میں درجہ تہوانہ حاصل ہے۔ یہ نہ فرض ہے۔ نہ واجب، لیکن آریہ سماج کے اخصان کے وقت اس کی تردید آریہ سماج کا بہترین عنوان تھا۔ مگر جس زبان سے اس کی تردید ہوتی

ہیں۔ اسی زبان سے خوب چٹخارے لے کر گوشت کھانا شروع کر دیا ہے
اب تو بالنس خور طبقہ کو روز بروز الشریعت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔
پھر طلاق بل اور درنہ بل کے لئے بھی منہ ہیں پانی بھر آیا ہے۔ یہ
بٹن آئے سو آئے۔ مگر اسلام کے ساتھ بدستور وہی معاملہ ہے کہ
”منکریے بوزان و ہم زنگ مستان زینین“

در حقیقت ان لوگوں کے اپنے مذاہب نے ان کا ساتھ دینا چھوڑ دیا
یہ مہذبہ لعل کی لاج رکھتے ہوئے محض دھڑبندی چل رہی ہے۔ سود
کی حرمت پر غور کیجئے۔ اس کی عالمگیر ترویج اور سرمایہ دارانہ ماحول نے
حرمت سود کے صریح اسلامی لفظ کو ایک وقت ایسا برمی طرح کھرا
کہ سود کو حرام سمجھنے والے لوگ احمق اور بے وقوف سمجھے جانے لگے۔
بعض متفرق ابواب و وجوہ کے باعث مسلمانوں پر جو نکتہ و ادبار طاری
ہوا۔ تو اس کی وجہ بھی وہی بیان کی جاتی تھی۔ کہ چونکہ مسلمان سود کو حرام
سمجھتے ہیں۔ محض اسی لئے انہیں اور ادبار میں مبتلا ہیں۔ خود مسلمانوں
کے بڑے بڑے لیڈر جو از سود کی صورتیں اور تاویل میں تلاش کرنے میں مصروف
تھے یہ صحیح ہے۔ کہ دارالکرب اور دارالاسلام کے قوانین مختلف ہیں لیکن
حرمت انہیں نافذ ہونے پر حرمت سود کے متعلق اسلامی احکام اتنے
سخت اور اتنے شدید ہیں۔ کہ سود لینے والے کے علاوہ سود دینے
والے، سودی معاہدہ لکھنے والے، سودی معاہدہ پر شہادت ثبت
کرنے والے سب کے سب تعزیر اور عذاب کی لپیٹ میں آتے ہیں
اسلام سودی بین دین کے عمل کو خدا تعالیٰ کے بالمقابل ہو کر ٹرنے

کا درجہ دیتا ہے ۔

ہمارے مبلغین اس کی نحوست اور اس کی حرمت میں خدائی اور
 نبوی احکام کو ضرور منقول کرتے رہے ۔ لیکن منتقلوں کے ساتھ منقول
 کو اس درجہ پر مثال نہ کر سکے ۔ جس درجہ پر ہمارے کس نے سرمایہ شکنی کے ایک
 حد تک اسلامی نظریہ کو ایک منطقی بازی لگا کر فلسفہ کارنگا دے کر اور
 سائنس بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ اب امریکہ
 اور سرمایہ دار طبقہ کی مدوح گھر پیٹھے پیٹھے بھی اس سے کانپ رہی ہے
 یہاں اٹرن بھوں اور راکٹ بھوں کی رسائی نہیں ۔ وہاں یہ سرمایہ شکن
 نظریہ عوام کے دل و دماغ میں کہتا چلا جا رہا ہے ۔ مگر یہ تو کہہ مار کس
 کے مرتب کروہ نظریہ میں صرف ایک دیندہ کا دخل ہے ۔ اس لئے
 سوامی و پائندہ صاحب کی توجیہ اور اس کی بت شکنی کی طرح مار کس
 کی سرمایہ شکنی بھی ناقص اور اذکورہ کا ہی رہی ۔

پھر بھی اگر سوامی و پائندہ صاحب کا مقابلہ ایسے لوگوں کے ساتھ کیا
 جائے ۔ جو کرداروں و بہتازوں کے قائل ہیں ۔ اور انہوں کو پریشور
 اور اوتار کا درجہ دیتے ہیں ۔ اور تبول کی پوجا کرتے ہیں ۔ اور مار کس
 اور پروکاران مار کس کا مقابلہ قارون صفت اور فرعون مزاج سرمایہ داروں
 کے ساتھ کیا جائے ۔ تو انہا پر سے گا ۔ کہ گوان لوگوں نے اسلام قبول
 نہیں کیا ۔ لیکن ہماری طرف سے یہاں ہتھام کے بشیر طوعاً کرہاً محض
 اپنی افسطاری تحقیق کے ذریعہ یہ وہ اسلام کے کس قدر قریب آئے ہیں
 اور صاحب بصیرت لوگ ہم از کم اتنا ضرور سمجھ سکتے ہیں ۔ کہ ایک

اسی لقب اور پوزیشن دیہاتی انسان، جس نے سکول دیکھا، نہ کالج، مکتب دیکھا
 نہ ملا۔ جس کو کتنی تمدن آبادیوں کے اقتصادی مسائل کے ساتھ کبھی سابقہ
 ہی نہ پڑا۔ اس نے تو حید، مساوات، تقسیم دولت اور سرمایہ کی تسکین کے متعلق
 محض الہامی رہنمائی میں ایسے عالمگیر اور ایسے ہمہ گیر اصول و قوانین وضع
 فرمائے۔ کہ دنیا شعور سی اور غیر شعور سی رنگ میں انہی کی طرف لپکتی رہی
 ہے۔ انہوں نے مزدور کے ہاتھ کے چھالوں کو لپسہ دیا۔ مزدور کو جب تک
 کا لقب عطا فرمایا۔ تو مزدور سی کو عبادت کا درجہ دیا۔ سرمایہ پر شکیں لگایا۔ مزدور
 جادو کو نرمیہ، غیر نرمیہ اولاد میں تقسیم کرایا۔ خزانہ کو عوام الناس اور جمہور
 کی ملکیت قرار دیا۔ غربانے بچوں کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ بلکہ حمل تک کی کفالت
 بھی بیت المال کے ذمے ڈالی۔ خلفاء اور آمرین نے کمترین گزاریہ سے کر
 اپنی معاشی اور تمدنی پوزیشن کو ایک عام اور مجرد درجہ سے بڑھنے
 نہ دیا۔

چونکہ روز محشر، جزا سزائے عقبی کا عقیدہ بھی اسلام کے پیش نظر ہے
 اس لئے انسان کے طبعی قومی اور طبعی جوہر کے اختیار سی استعمال کی آرائش
 کے واسطے بے شک اس نے شخصی ملکیت کو بحال رکھا۔ لیکن تقسیم دولت
 کے قاعدے اور کلیے ایسے مرتب فرمائے۔ جو کہیں بھی دولت کا ڈھیر
 نہ لگنے پائے۔

اب سوشلسٹ اور کمیونسٹ اپنے کو جتنا بھی پر لگا کر اڑیں جہاں تک
 غریب اور مسکین پروری اور سرمایہ کی تسکین کا تعلق ہے۔ ماشاء اللہ وہ اسلام
 کی گرو کو بھی نہ پہنچیں گے۔ اور جب تک ایسے لوگ قانون الہیہ کی

طرف رجوع نہ کریں۔ محض ان کی اپنی ایجادات، افراط و تفریط میں مبتلا۔۔۔۔۔
 ہے اجماعیوں سے پرہیز اور بالکل غیر متوازن رہیں گی۔
 مارکس اور اینگلس کے نظریوں کے ناقابل عمل حصول کی بڑی کاسٹ
 چھانٹ ہوتی سنتی جاتی ہے۔ اور لادھی طریقہ پر ایسا کرنا ہو گا۔
 گذارش یہ ہو رہی تھی۔ کہ لوگ اسلامی اصولوں اور اسلامی نظریوں
 کی طرف کتنی بڑی توجہ محسوس کر رہے ہیں۔ اور ان کی تحصیل میں بسیر خود
 کتنا ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ مگر ہم مسلمان فریضہ تبلیغ کی تعمیل میں ہر
 زمانہ کے ضروری مسائل کو اسی زمانہ کے سروسہ اور مقبول طرز میں پیش
 کریں۔ تو ان ضروری مسائل کے ساتھ ساتھ اسلام بھی بہ سہولت قبول ہو۔
 ہمارے جیسے حسی اور ناقابلیت کے سبب لوگ ہماری تبلیغ کے بغیر اسلامی
 اصولوں یا ان کے لگ بھگ نظریوں تک اضطرابی رنگ میں چونکہ
 خود پہنچے ہیں۔ اس لئے اسلامی اصول لے کر بھی وہ اسلام سے منحرف
 رہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ کلموا الناس علی قدر
 عقولہم اس کا مطلب ہمارے عقابین اور مہینین نے یہی سمجھا کہ
 نچلے طبقہ کو سمجھانے وقت عالمانہ معیار گفتگو سے بچے اور سامعین کی
 قابلیت کے موافق بات کی جائے۔ لیکن انہوں نے دوسرے پہلو پر غور نہ
 فرمایا۔ کہ جب علوم جدیدہ سے فیض یاب، اور تازہ ترین سائنس سے بہرہ
 طبقہ کو خطاب کرنا پڑے۔ تو ان کے ساتھ عام مروجہ معیار سے ذرا اوپر ہو کر
 انہی کے مرتبہ کے موافق اور انہی کے مسائل کے پیش نظر بات کی جائے۔

مارکس اور لنین نے چونکہ اسی مرتبہ پر بات کی۔ گو وہ ناقص اور ادھوری
 تھی مگر مانی گئی۔ اور مانی جا رہی ہے۔ مگر ہمارے مبلغین اور ہمارے علماء
 گو وہ طرز بیان پسیسنہ آیا۔ لہذا ان کے صرف ترقی کو خاطر میں نہ لایا گیا۔
 لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ہمارے پاس نہ نکلے طبقہ کے ساتھ گفتگو کرنے
 کا کوئی انتظام ہے اور نہ اوپر والے طبقہ کے سامنے اسلام پیش کرتے
 کا کوئی اہتمام ہے۔ یعنی یہاں سرے سے تبلیغی ادارہ ہی ندارد ہے۔ اور
 امت محمدیہ باسٹنٹائے بعض حضرات ایسے غیر ذمہ دار ناقابل اور پستہ و
 داعیوں کی انفرادی تک و دو میں پناہ لے رہی ہے۔ جو عام طور پر حسب مہابہ
 مصلحت خود ایک دوسرے کی تردیدیں کرتے پھرتے ہیں۔ اور جو اپنے اس
 تردیدیں کسی کے جواب وہ نہیں۔ اور تقریباً ہی حال ائمہ مساجد کا ہے۔۔۔
 جزوی اور فرعی مسائل میں اتنے الجھے۔ کہ معاملات عالیہ اور امور
 مہمہ ان کی دسترس سے باہر ہو گئے۔ اور قوم کی اجتماعی تعمیر کا سوال
 ان کے لئے ایک ابھلی اور ناقابل فہم شکل اختیار کر چکا ہے۔ بالعموم یہ
 حالات حاضرہ ہر ان کو عبور اور نہ دیگر فرقہ جات کے طریق کار اور ان کی
 سرگرمیوں سے ان کو آگاہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ایک مسجد نے دوسری
 مسجد کے خلاف محاذ لگار کھا ہے۔ اور جتنی مساجد ہیں اتنے ہی نداہب
 بنا رہے ہیں۔ تقریباً سے تقریباً اور وسط سے وسط کٹ رہا ہے۔ گدیوں
 کی طرح امامت کی بھی میراث چلتی ہے۔
 یہ حضرات نہ کسی اجتماعی ادارہ میں منسلک ہوتے ہیں اور نہ کسی کو
 منسلک ہونے دیتے ہیں۔ ہم تیراں ہیں۔ کہ کیوں امت محمدیہ ضبط و تنظیم

اور جماعتی و اجتماعی زندگی میں کام کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھی۔
 میں نے ایک پمفلٹ موسوم بہ "جہاد للبقا" میں عرض کیا ہے۔ کہ
 ہمیشہ اور بالخصوص فی زمانہ بے فتنہ، انتشار اور انفرادیت بلا مبالغہ موت
 و فنا کے مترادف ہیں۔ ایسے وقت میں سچی جماعت اہل سنت اپنا تمیز از
 اتنا برمی طرح بکھیر چکی ہے۔ کہ اس پر لفظ جماعت کا اطلاق ہی ناجائز
 ہے۔ بلکہ یہ بڑے نام جماعت ایک ادارہ، بھٹیک کی حیثیت میں زندگی بسر
 کر رہی ہے۔ نہ یہ کسی سے سمجھے اور نہ اس سے کوئی سمجھائے۔ درحقیقت
 یہ ایک انفرادی ہے۔ لہذا اس کے لئے ایک ادارہ کے لئے ایک ادارہ
 قیاد ہے۔ ہر ادارہ میں موجود کے واسطے ایک بنیاد یا زنجیر ہے۔ جو بھی
 و عویدار اس کے، اس کا ایک حصہ نہایت آسانی سے ہٹا کر اپنی پیروی اور
 اقتدار کے لئے چھینا سکتے ہے۔ اس کا نہ کوئی نظام اور نہ کوئی پروگرام۔
 ہیلتی ہے مرکزی کے سبب ان کے افراد اور ادارہ، ادارہ، مخالفین کے
 اعتراضات سے گریز، خالی الذہن اور بے فتنہ کو تبدیل کرنے کے واسطے
 آمادہ اور مستعد پاسے جاتے ہیں۔ ان کے سچے حالات کو نہیں، جو ہر عویدار
 کو دعاوی کی نہ صرف جرات بلکہ دعوت دیتے ہیں۔ اسد ملتانی نے خوب
 فرمایا ہے کہ اللہ کے کچھ نمونے مسجد و مینار سے

لوگوں میں نظر آئی جب نبویؐ

ہمراہیت میں وہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے جب تبلیغ اسلام کے نام پر کام
 شروع کیا۔ تو پھر اس دورہ میں قادیانیوں، چالیس ملاؤں، بالمشابہ نہ
 کوئی نظام اور نہ کوئی انتظام۔ یہی ہمارے بھٹران کے گروہی جمع

ہو گئی۔ ان کی نبوت کا نزلہ محض اسی ضعیف، بے مرکز اور غیر منظم جماعت پر ہوا۔ ورنہ فرمائیے! مرزا صاحب نے کون سا نیا میدان مارا؟ اب بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ کہ کتنے فیصدی آریہ اور شیبانی، یہودی، مجوسی مرزائیت میں داخل ہوئے یا پورے ہیں؟

تبلیغ بیرون ہند کے متعلق بڑے بڑے دعوے کئے جاتے ہیں۔ مگر فریقہ اور وسط ایشیا میں زیادہ تر یہی ہمارے افراد جماعت اہل سنت ہی ان کے ایجنٹوں اور عاملوں کے معمول بنے ہوئے ہیں۔ یہاں جیسے کوئی پست اور آوارہ لوگ۔ ورنہ ان کی یورپین اور امریکن تبلیغوں کے کیا کہنے۔ وہاں جو بھی ان کی دعوت چاہے پر آجائے۔ اس کو مسلمان بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ کجا تبدیل اسلام اور کجا یہ دعوتوں کی بیلی ٹاک یا ہاں یہ منصب افراد جماعت اہل سنت ہی کا ہے۔ جن کو تبلیغی بے مرکزی انتشار و آوارگی کی وجہ سے کوئی دستاویز نہیں رکھ سکے کوئی زیب گلہ کرے۔ ان فرض قادیانی ہوں یا لاہوری سب ہی کی اولاد ہمارے افراد اہل سنت ہی نے بنا رکھی ہے۔ یہی جماعت سب کی چرا گاہ اور یہی سب کا پلے گراؤنڈ ہے۔ عقلمندی کا یہی عالم رہا۔ تو خدا معلوم کیا کچھ ہو کر رہے گا۔

اس موقع پر جملہ معترضہ کے طور پر مرزائیت کے متعلق کچھ مزید عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ہمارے ہر بان حضرات متحدہ تبلیغی اداروں کے لئے متقاضی ہیں۔

سرسید کے بعد جب مرزا صاحب نے دوبارہ مسئلہ وفات مسیح کا

چھوڑا بلند کیا۔ تو مسلمانوں نے یہی سمجھا۔ کہ یہ بزرگ بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت
 شکنی کا مزید قصد فرمانے لگے ہیں۔ مگر بعد میں معلوم ہوا۔ کہ یہ تمام جدوجہد
 محض ایک سیٹ نمالی کرانے کے لئے تھی۔ ورنہ اگر مسئلہ حیات مسیح
 صرف مافوق الفطرت ہونے کے سبب ہی اس لائق تھا۔ کہ اس کی تردید
 کر کے الوہیت مسیح کا ابطال کیا جائے تو پیدائش مسیح کے مافوق الفطرت
 واقعہ کو جو مزاحمتیہ کے مجوزہ معیار پر حیات مسیح سے کہیں زیادہ الوہیت
 کا محکمہ معاون، بلکہ موجود ہو سکتا ہے۔ کیوں اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا ہے
 اب یہ بھی امیر جماعت احمدیہ الامم نے امر ایٹھلیٹ کے سہ ماہ سے خود
 پوری کر لی ہے۔ یعنی علیہ السلام کا باپ بھی ڈھونڈ نکالا ہے۔ میں نے
 اسی پمٹلٹ "جہد الیقین" میں عرض کیا ہے۔ کہ اگر مزاحمتیہ کو اپنے
 مجوزہ معیار پر الوہیت مسیح کی بڑکائیا مقصود تھا۔ تو علیہ السلام
 کا باپ ثابت کرنے کے واسطے بھی چند اہامات حاصل کر لئے جاتے۔
 پھر تو قسم ہی پاک تھا۔ نہ رہتا بائس اور نہ بکتی بالنسری۔
 الوہیت مسیح کو پیدائش مسیح کی طرف پیدائش سے
 ہونا ہے۔ جس کی بہترین تردید ان شریف نے تیرہ سو سال سے کر دی
 ہے۔ نیانی آبا بھی اور کیا بھی۔ گورپیدائش کے معاملہ کو لا کھنہ لگایا۔
 بن باپ کی پیدائش سے ہی تو عیسائی لوگ حضرت مسیح کو خدا تعالیٰ
 کا چہرہ اور معاون اللہ لطفہ و خیرہ کا ترہنہ اور مراد لیتے ہیں۔ پھر اس
 بیٹے کی قربانی سے کفارہ کی الوہیت بڑھانی جاتی ہے۔ ایک میں
 اور تین میں ایک کا مضمک خیر اور ناقابل فہم فلسفہ محض اسی مافوق الفطرت

پیدائش سے ہی پیدا ہوا۔ مگر حیرت ہے۔ کہ مرزا صاحب کی نگاہ ...
 الوہیت مسیح کی اس قدر موٹی جڑ تک نہ پہنچ سکی۔ اور وہ صرف اپنا پاؤں
 ٹکانے کے لئے حیاتِ عمارت مسیح علیہ السلام کے مسئلہ سے ہٹ گئے
 اور اپنی ساری عمر اور اپنی نبوت کا سارا زور اسی مسئلہ پر صرف کر کے سمجھ بیا۔ کہ
 نبوت کے کارنامہ کے لئے یہی کچھ کافی ہے۔ اور اس طرح بچیاں خود
 عیسائیت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ حالانکہ اگر کوئی عیسائیت تھی۔ تو وہ اب
 بھی بدستور اور اعلیٰ جاہانِ فکرم و موجود ہے۔ اور جو اب نہیں وہ تھی
 بھی نہیں۔ اس میں مرزا صاحب کے آنے جاسے کا کچھ بھی تھل و دخل
 نہیں۔ انہوں نے تو گھڑی کی مرغیاں مار ہی ہیں۔

الغرض مرزا صاحب کے اٹھان کے وقت جو تو ثبات ان کے
 ساتھ وابستہ کر لی گئی تھی۔ نہ صرف وہ تھا کہ میں لکھیں۔ بلکہ انہوں
 نے ایک جدید مذہب کھڑا کر کے مخالفین کی تعداد میں مزید ایک خطرناک
 نمبر کا اضافہ کر دیا۔ اور دامنِ مہرنگ زمین بچیا کر وہ نقصان پہنچایا۔ جو باقی
 مخالفین سے ممکن نہ تھا۔

مرزائیوں کا پاپائیکس

یہ لوگ کہنے کو تو پاپائیکس کو کھٹا بھی بتاتے ہیں۔ لیکن بقدر امکان۔ بلکہ
 امکان سے بھی بڑھ کر ہر جگہ ٹائیکس اڑانی جاتی ہیں۔ گورنروں اور وائسرائوں
 تک براہ راست یا بالواسطہ نہ صرف راہ اور سبب پر اندھا ہوتا ہے۔ بلکہ تو
 ہے۔ اور ملاقاتوں کی کوشش کی جاتی ہے۔ گونا گوں مشورے اور زور مانت

پیش ہوتے ہیں۔ جماعتنا اور اس کے بانی کا یا لیکس امپیریلزم سے اتنا
مرعوب یا گریہ مستکین اور حیلہ بازی سے اتنا مملو اور متعفن ہے کہ وہ کہتے اور...
پڑھنے سے کھن آتی ہے۔ خاص کر ٹرے کے مزید اصحاب کی شرفیہا
حیرت انگیز ہیں۔ انگریزوں کو زہیا اور عقیدتنا اولوالاہرا اور ظل اللہ کا درجہ
ویا کیا ہے۔ چنانچہ بغداد جب گورنمنٹ آف انڈیا کے قبضہ میں آیا۔ تو قایان

میں چارے خالی ہوئے۔ اور دیوالی منہائی کی۔
بہاؤ کو طسوخ اور حرام قرار دیا گیا۔ مگر نسوخی جہاد کے حکم ناوہیں
مجبوراً ابھی سے شروع کر دی گئی ہیں۔ اب بات بات پر "امور من اللہ"
صاحب اپنے مریدوں سے جان کی قربانی طلب کر رہے ہیں۔ ہندو
اٹھنا نا تو اولوالاہر یعنی گورنمنٹ کے حکم سے ممنوع ہی ہے۔ کیونکہ
یہاں تو صرف بلیوں کو اجازت ہے۔ کہ بچتے چھاپیں بڑھتے چلے
جائیں۔ اولوالاہر کی طرف سے یہ اجازت تو نہیں مل سکتی۔ کہ یہ نبی اور
نامور مسلح بھی کہتے ہیں۔ یہاں تو بعض اوقات ملتین گویوں پر بھی
پابندی لگا دی جاتی ہے۔ جس کی تعمیل کے لئیہ انڈر گورنمنٹ بلیوں کو
چارہ نہیں ہوتا۔

پس ان جہاد کے پیش نظر جنابنا امور من اللہ کے حکم سے
کہا ہے کہ غلطیوں سے بچنا چاہیے۔
کفر تو خدا خدا کر کے

چلو نکلیں جہاد ہی سے ہی اور نسوخی جہاد اور حیرت جہاد کا نبوتی حکم
تو قصوں ہی ثابت ہوا "بہاؤ" الہامی فطرت کی انتہائی نیکی سے ہی

کا نام ہے۔ اور اسلام ایک فطری مذہب ہے۔ یہ ایک دوسرے کو کب چھوڑ سکتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے صداقت اور اخلاص کا معیار ہی جہاد قرار دیا۔ باقی رہے موقع و محل کی رو سے اس کے اجراء اور التواء کے احکام۔ سو وہ بھی پہلے ہی سے موجود ہیں۔ ان کے لئے کسی نبوت کی کیا ضرورت تھی۔ بس دعویٰ جو کر بیٹھے۔ تو وفات مسیح اور شیخ جہاد کو ہی نبوی کارنامہ بنایا گیا۔

بعض پولیٹیکل افراد اور سیاسی پارٹیوں کی دیکھی دیکھی جناب مامورین اللہ کو کبھی کبھی جناب اولوالامر یا نطل التذہب پر شب جمانے کو بھی جی چاہتا ہے۔ تو صدر کانگریس کا یہ خلوص اور پرتپاک استقبال باوردی مرزائی.....

رضا کاروں سے کہہ لیتے ہیں۔ حالانکہ کانگریس بالکل انہی اولوالامر اور انہی نطل التذہب سے ہے۔

یہی حرکتوں سے ان کو یہ دیکھنا مقصود ہوتا ہے۔ کہ یہ اولوالامر اللہ اور نطل التذہب عقیدے اور وفا داریاں محض وقت کی باتیں ہیں۔ ورنہ ان عقائد کے نیچے سینکڑوں تاویلیں وقت کے انتظار میں تڑپ رہی ہیں یعنی موقع ملے۔ تو کانگریس کو بھی نطل التذہب بنا جا سکتا ہے۔

الغرض یہ لوگ گورنمنٹ کو دہبا اور عقیدتنا نطل التذہب ماننے ہوئے کانگریس جیسی انہی نطل التذہب جماعت کے ساتھ بھی کھڑے ہو کر کرنے کے انتظار اور مشتاق پائے جاتے ہیں۔ جہاد کو مسوخ اور حرام کہتے ہوئے بھی سریدوں سے جان کی قربانی طلب کرتے ہیں۔ اور جن اسلحہ کی اجازت ہے۔ ان سے پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ امرتسر میں.....

پچھلی جہاد پوری قوت کے ساتھ عمل میں آئی۔

مسلمانوں کے ساتھ ان کا سلوک

جن مسلمانوں نے ان کو پیرو نقیب بخشی ہیں ان کے ساتھ ان کے سلوک کی یہ حالت ہے۔ کہ کھلے بندوں ان کی تکفیر کی جاتی ہے ان کے صفائے تک کا جنازہ نا جائز ہے۔ رہتے لئے جاتے ہیں۔ لئے نہیں جاتے۔ چھوٹے چھوٹے ملازم تک کی ضرورت ہو۔ تو مرزائی کو ترجیح دیا جاتی ہے۔ اس کے باوجود اسمبلیوں اور لوکل باڈیز میں یہ لوگ بڑی دید لیبر کی کے ساتھ مسلمان بن کر مسلمانوں کی ہمتا مندی کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ اس بھڑک کو کوئی تفسیر نہیں۔ چنانچہ پیر ابراہیم علی بنیاب اسمبلی میں ایک زندہ مثال کی صورت میں موجود ہیں۔ اور یہی مثالیں لوکل باڈیز میں ملتی ہیں۔ یہ لوگ ووٹ تو مسلمانوں سے لے لیتے ہیں۔ لیکن ان کا لائی کمانڈ "خلیقہ" اور "مامورہ من اللہ" ہے۔ یہ سب ہمارے مذہبی بے حسنی، بے شعور اور بے مرکز کے معجزے ہیں۔

فن ٹاویل و تفسیر نے ان کے ماں اتنے اندھے بچے دیے اور انہی کو اور عروج حاصل کیا۔ کہ سیاق و سباق نا شمارہ و کنایہ ما قریبہ و مراد تک کی پروا نہیں کی جاتی۔ جس روپ سے موجودہ مامورہ من اللہ نے اپنی ماموریت نکالی۔ وہ بھی اسی تاویل ہمت کی رہیں منت ہے۔ یہ پیر مرد سب سے ہی راتوں کو روپاؤں میں

مصروف رہتے ہیں۔ صبح کو نہیں چھپتیاں بنا کر ان سے دوران کار فائیس اور شیئوں لئے جاتے ہیں۔ اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ ناک کی تعبیر و م اور دم کی دماغ کی چاتی ہے۔ الغرض اس نمل میں اس قدر عمارت اور دسترس حاصل کر لی گئی ہے۔ کہ دن اور رات، ماہ اور نہیں، صبح و شمس جیسے متضاد الفاظ کو یا صافی مترادف بنا لیا جاتا ہے۔ مثلاً جو پیشین گوئی یا نکل غلط اور محض غلط ثابت ہو۔ بزرگ ناموں میں اسی سے متعلق کہیں گے۔ کہ بفضلہ تعالیٰ وہ حرف بکھری ہوئی ہے۔

مسلمانوں کو کھلم کھلا کافر کہیں گے۔ یہاں تک ہی واویلا کر کے بائیں گے۔ کہ مسلمان مکفر ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کا تصور صرف اسی قدر ہے۔ کہ و عمری نبوت کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

اجرائے نبوت پر پھر تفریر کریں گے۔ تو تاویل کے زور سے اس کا عنوان ہو گا۔ "نہتم نبوت"۔

ہمارے آوارہ جماعت کے آوارہ افراد ایسی منطقی اور ان ہی نام و بیات کا شکار ہو رہے ہیں۔ حالانکہ مزارعیت میں جو اسلامی عقائد پائے جاتے ہیں۔ ان میں نبوت کی ضرورت نہیں۔ اور جو قواعد و قوانین ملاحظہ ہے۔ وہ اسلام نہیں۔

بہر حال اسی جماعت اہل سنت سے گئے ہوئے افراد نے اب تو مری جمعیت بنا دی۔ لاگوں روپیہ کے فنڈز اور کروڑوں روپیہ کی جائدادیں بن چکی ہیں۔ گویا یہی جماعت کا مقصد ہے۔

اور کسی جماعت کی گمراہی اور تباہی کے لئے وقف ہے۔
 پھر بھی ایسٹرن بائبلز جیسے مشفق نا صحیحین کو ان کا بعد ان کی...
 بیزار ہی اور ان کا افتراق نظر نہیں آتا۔ اور ہم جو رہے ہیں انفرادی...
 اہل سنت کی تنظیم کا ارادہ کرنے لگے۔ تو انہیں ہمیں یہ نصیحت کی جاتی ہے
 کہ فرقہ وارانہ سختی آپنی نہیں۔ انہوں نے کہ یہ بزرگسا نہیں اور قومی
 اداروں میں تفریق نہیں کر سکتے۔ حالانکہ جماعت اہل سنت سے
 زیادہ اتفاق اور اتحاد کا حرامی کون ہو گا۔ یہی یہ وادائیگی تو ہے جس
 کی وجہ سے جماعت تباہ ہو گئی۔ لیکن آج تک اپنا تفریق اور ارادہ قائم
 نہ کر سکی۔ مگر بالآخر ان کے ساتھ کوئی کیا لے جو ٹھیک ہی نہ رہا۔
 نتیجہ اب شیعہ فرقہ کو لیجئے! ان کے ساتھ ملنے کے یہ معنی ماہرین۔
 کہ ہم روئیں اور روئے رہیں۔ پھر صحابہ کرام کے سوا میں برا بھلا
 کہیں نہ اور برا کہتے رہیں۔ اور اگر آپنا نہ کریں، یعنی نہ ہیں کریں اور
 نہ گالیاں دیں۔ تو گویا ہم مسلمان ہی نہیں۔
 پھر نصیحت بھی نہیں کی جاتی ہے۔ کہ متحدہ رہیں کرو۔ یعنی غیر مذاہب
 کو بھی روئے رہنے اور صحابہ کرام کو برا بھلا کہتے رہنے کی دعوتیں
 دینے پھرو۔ نہ جیسے! کیا یہ مذاہب ہے؟

وشتام نبد جسے کہ طاعت باشت

مذہب معلوم و اہل مذاہب معلوم

نہیں کوئی نہیں سمجھتا کہ روئے رہنے کی بجائے حضرت امام
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ہدیہ تبریک و شکرین بھیجیں۔

اس قربانی کو شاعروں اور ذاکروں کا اہواز نہ بنائیں۔ کیونکہ یہ
 شاعر اس مجاہدانہ واقعہ پر مصیبت، ذلت، خواری اور عاجزی
 کا رنگ چڑھاتے ہیں۔ تو بچانے اس کے کہ اس مقدس عمل سے
 جذبہ قربانی اور ترغیب شہادت پیدا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ
 اور پیمانی پیدا کرانی بجاتی ہے۔ اور اس طرح شاعر ذاکروں
 کے عمل سے اتنی بڑھی قربانی ضائع ہو رہی ہے۔
 یہ بات محض دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ کہ حضرت حسین
 اور اہل بیت کو جتنا زیادہ عاجز اور دساندہ دکھایا جائے ...
 غلیظوں کی محفل اتنی ہی گرم اور یہ لطف ہوتی ہے۔ اور جیسا کہ
 عرض ہوا۔ اتنی بڑھی قربانی صرف شہرہ اور ذاکروں کی طبع آزمائی
 اور محض قیاس اور اجرت کا عنوان بن کر رہ گئی ہے۔ حالانکہ یہ
 مقدس عمل اتنے گرمے ہوئے ذلیل سلوک کا مستحق نہ تھا۔
 شیعہ اختلاف کا دوسرا عنوان مسئلہ خلافت سے اس
 کے بننے بنانے کا وقت بھی وہی تھا۔ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ
 اٹھا کر بطور و عویدار کھڑے ہو جانے۔ ان کی موجودگی میں ان ہی
 کے سامنے ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری ...
 بے درجے میں خلافتیں قائم ہوتی رہیں۔ مگر وہ نہ صرف خاموش رہے
 بلکہ محض معاون رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اتنا بزدل بنایا جاتا ہے۔ کہ
 وہ اتنے عرصہ میں اپنا دعویٰ لے کر کھڑے نہ ہو سکے۔ اور اگر
 انہوں نے اختلاف اور مخالفت مناسب نہ سمجھی۔ تو اب تیرہ صدیوں

کے بعد یہ بے وقت کا شور کیسا؟
 بقول شیعہ اگر انہوں نے عین وقت پر اور ٹھیک موقع پر تقیہ
 فرمایا تو ان کے عمل کے خلاف اب تقیہ توڑنے کا کون سا احسن
 موقع ہا تھا لگ گیا ہے۔ جب کہ نہ خلافت سے نہ خلفے ^{حقیقت} اور نہ
 حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم کی خلافت کے روادار تھے۔ اور یہ خلافتیں ان کو منظور
 تھیں۔ ورنہ تقیہ اگر محبوب عمل تھا۔ تو حضرت امیر معاویہ کے وقت
 کیوں اختیار نہ کیا گیا۔ اور ان کے خلاف کیوں کھلی کھلی لڑائی منظور
 کر لی گئی؟

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں بھی خدا معلوم ہم لوگوں
 کے کیا کیا نیکیاں ہوتے۔ لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے
 ان کی بیعت کر کے معاملہ کی اہمیت بالکل مٹا دی۔ اب حضرت
 حسن کے متعلق کیا کہا جائے گا؟
 شاید ان پر تقیہ کا الزام لگایا جائے۔ لیکن حضرت حسینؑ نے
 تھوڑے شکر اور بالکل تھوڑی جمعیت کے باوجود تقیہ کی
 خاندانی اور آسانی سنت کیوں چھوڑی۔ حالانکہ وقت کی نزاکت
 اور مصلحت کے لحاظ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تقیہ کی
 سخت ضرورت تھی۔

بارغ ذک اگر چھین لیا گیا۔ تو جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
 بھی اپنے دور خلافت میں واپس نہ فرمایا۔ اگر یہ الزام ہے۔ تو جناب

علی کیوں بری ہیں۔

ما تم اور بن اگر اعمال صالح ... ہیں داخل ہیں۔ تو جب کہنے کا
کہنے سے نکھول کے بسا عنے شہید کر دیا گیا۔ تو خیمہ اور کمپ سے

رہنے کی ایک بھی آواز سنائی نہ دی
دیکھئے! اور غور کیجئے! شیعہ کے اختلافی عنوانات اور

اعمالوں کو جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرات حبشین اور
حضرات اہل بیت نے خود اپنے عمل سے کس خوبی اور کس صفائی
سے ایکسا ایکسا کر کے پورا۔

الشرع یہ ایک مافی کو رونے والا مذہب ہے۔ اس کا کوئی
مستقبل نہیں۔ ان کو اہل بیت کے داعی ما تم اور صحابہ کرام کی
داعی بدگوئی سے فرصت ہی نہیں۔ تبراچی بلشین کے بعد تو یہ فرقہ بالکل
مکربان ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ چلنے سے بھی ہم رہے۔

بازار ممکن ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد تبدیل شدہ حالات میں ان
کو اس داعی ما تم اور داعی بدگوئی جیسے اعمال اور مشاغل لغو اور
فضول نظر آئیں۔ تو اس صورت میں ہمیں اتحاد میں کیا تامل ہو سکتا ہے
بہر حال ایسے فرقہ جات کے سوا اگر مسلمان حسب فرمان خدا مٹی
اور حسب اقتضائے وقت فروعی اختلافات مٹا کر دعوت و تبلیغ کا

فریضہ سنبھالیں تو مشکل ہی کیا ہے۔
ما شاء اللہ عنفی، شافعی، حنبلی، مالکی سلسلے تو سب طور پر ایک
دوسرے کے لئے محترم ہیں۔ ان کے جملہ ماہی اختلافات کو محض

فروع کی حیثیت حاصل ہے۔ یہ مقلد، غیر مقلد کا سوال، اس میں بھی یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ استخراج مسائل کی استعداد ہر شخص میں نہیں اور جن میں یہ استعداد پائی جاتی ہے۔ وہ بھی برابر نہیں۔ اور نہ ہر ایک شخص کو مرتبہ اجتہاد حاصل ہے۔ لہذا قرآن اور حدیث کی روشنی میں تقلید یعنی ایک فائق شخص کے قول اور فعل سے استفادہ ایک نظر ترقی

امر ہے۔ مگر اعتراض ہوتا ہے کہ تقلید شخصی نہ چاہئے۔ تقلید شخصی کی بحث میں بھی اگر ائمہ اربعہ کی شخصیت ہی پیش نظر ہے۔ تو میں عرض کروں گا کہ کاش! وہی تقلید شخصی ہی بدستور آجائے۔ مگر وہ تقلید شخصی ہے کہاں؟ اب تو اجتہاد کا کام گھر گھر کی بڑھیا اور کافلے گاؤں کی گدی سے سمجھنا رکھا ہے۔ جو باہمی تنازعات کے وقت عدالتوں میں اپنے متعلق پابندی رواج کا بیان دیتے ہیں۔ اور اسپس اگر مریدوں اور عقیدت مندوں میں مجتہدین جانتے ہیں۔

سکولوں اور کالجوں کی پیدوار مغربی فہم کی مقلد ہے۔ وہ حضرات ائمہ کو جانتے ہی نہیں۔

عوام کی حالت یہ ہے کہ سندھ میں حضرت شاہ بازاری ایک بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے متولیان ابھی تک سخی چلے آتے ہیں۔ مگر مرید اور عقیدت مند سب شیعہ ہیں۔
ملتان میں جناب بہادر الحق صاحب کی اولاد اور منٹولی شیعہ

ہو رہے ہیں۔ لیکن اکثر مرید سنی بھی ہیں۔ اور بدستور مرید بھی ہیں۔ اور
 بڑی بڑی رفوہ نذرانہ میں پیش کرتے ہیں۔
 پیر عالی شاہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں ایک سنی بزرگ گزریے
 ہیں۔ ان کی اولاد اور منٹولی شیعہ ہو گئے ہیں لیکن مرید بدستور
 سنی ہیں۔ پڑھاوے پڑھاتے ہیں۔ اور سخیال خود مرادیں
 پاتے ہیں۔

پیر سید جلال مرحوم اوج والے سے
 ایک اہل حدیث بزرگ تھے۔ لیکن کوئی خرابی ایسی نہیں جو ان کے
 مزار پر نہ ہوئی ہو۔

کیا یہی تقلید ائمہ ہے؟ جس پر مباحثے اور مناظرے ہوتے ہیں؟
 آپ چاہیں۔ تو خواہ مخواہ ایسے عوام کو مقلد قرار دیں۔ لیکن ہم تو ان کو
 غیر مقلد ہی کہیں گے۔

تقلید ائمہ تو درحقیقت منقود اور کا عدم ہے۔ اور بحث مباحثہ
 میں محض لکیر پٹی جا رہی ہے۔ ورنہ کجا مقلد و غیر مقلد کی اصولی بحث اور
 کجا یہ اندھیر گردیاں!

شُرک، بدعات اور قبر پرستی جیسے اعمال کو تقلید ائمہ کی طرف منسوب
 کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ کیوں نہ کہا جائے۔ کہ یہ تمام بد اعمالیاں
 ترک تقلید کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔
 فی الحقیقت مسلمانوں کے یہ اعمال نہ تقلید ہی ہیں اور نہ . . .
 غیر تقلید ہی۔ بلکہ یہ کوئی اور بلا ہے۔ اور خدا جانے یہ کہاں سے

نازل ہوئی ہیں ۵۔

بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست
مقلد اور غیر مقلد دونوں کا فرض ہے۔ کہ ان خرافات کا سراغ ...

لگائیں۔ اور کرنے کا کام ہی ہے۔
ناحق تقلید شخصی و غیر شخصی پر وقت ضائع کیا جا رہا ہے۔ میرا
تو دعویٰ ہے کہ مسلمان اکہ حضرات کی تقلید تک واپس آ جائیں
تو باقی شخصی اور غیر شخصی کی مشکل خود بخود حل ہو جائے گی۔ اور اکہ ...
حضرات کے اقوال خود بخود سمجھا دیں گے۔ کہ قرآن اور حدیث کے
بالمقابل ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ مگر اکہ حضرات کے نزدیک
کوئی پھٹکے بھی۔

پس آئیں باجمہر اور رفیع یدین جیسے عنوانات پر جو سچیں لڑانا۔
اور تبلیغ اسلام کا حقیقی میدان واگذا کر دینا کہاں کی مسلمانوں اور
کہاں کی دانشمندی سے۔ ایسے فروعی مسائل تو صرف مقلد
غیر مقلد ہی نہیں، بلکہ مقلد اور مقلد میں بھی اختلافی ہیں۔
پس مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ فریضہ تبلیغ اسلام کی طرف
متوجہ ہوں۔ اور قولاً و فعلاً اسلامی اصول و نیا کے سامنے
پیش کریں۔ اور تبلیغ اسلام کا معیار اور تبلیغی کلام کا رنگ حواء
وہ تحریری ہو یا تقریری جہاں علی قدر عقول الناس بخیر ہے۔
وہاں علی قدر عقول علماء علوم جدیدہ و علماء و سائنس بھی پیش نظر رہے۔
ہم نے جہاں تک مذکورہ جملہ ترمیموں کا سراغ لگایا۔ سب کی

جہڑ تبلیغی بے مرکزی پائی۔ اس کام اور اس میدان میں جماعت اہل سنت کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جہاں آریہ، مرزائی، شیعہ اور علیہائیں کے منظم مرکزی ادارے اور ان کے پریس و ... پلیٹ فارم غیر معمولی طور پر مصروف عمل نظر آئیں گے۔ وہاں جماعت اہل سنت کے کسی اجتماعی تبلیغی ادارہ کی نشاندہی آپ ہندوستان بھر میں نہ کر سکیں گے۔

ابا وہ مراکز بڑی بڑی جامدادوں کے مالک بن چکے ہیں۔ ان کے ماتحت بے شمار جماعتوں کے جہاں کھڑے ہیں۔ آریہ سماج کی دائرہ جوہلی زیرِ تجویز ہے۔ تو دونوں مرزائی جماعتیں اپنی اپنی جوہلیاں منا چکی ہیں۔ لاہور کی جماعت نے پنجاب میں اور قادیانی جماعت نے سندھ میں لاکھوں روپے کی بائیت کے مرتبہ حیات حاصل کر لئے ہیں۔ لیکن جماعت اہل سنت کے واسطے ہنوز روزِ اول ہے۔

کب کام پروران چڑھے۔ اور کیسا۔۔۔ جوہلیاں منائی جہاں

میں تقاریر اور کلمہ سنا تا کی

یہ نہ سوال کہا جا سکتا ہے۔ اور نہ عظمت۔ بلکہ یہ مطلقاً انداز ہے نہ ہمیں خود اسلامی فرقہ کا احساس ہے۔ اور نہ دوسروں کی ... سرگرمی عمل سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔

غیر مسلم جماعتوں میں تبلیغ اسلام تو درکنار، جب اپنے مسلمانوں کی بھی دیکھ بھال اور سنبھال نہ رہی۔ تو آپ کیا جائیں۔ کہ اب مسلمان کس حالت میں ہیں۔ آپ افراد جماعت کو سناؤ نہ کریں۔ اور علاقہ جات

کی سروے کریں۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ جو لوگ مرزائیت اور شیعیت سے
 بچے ہیں۔ وہ یا تو الحاد ہیں مبتلا ہیں۔ یا جاپلانہ رسوم اور جمود ہیں۔ ان
 کا دل و دماغ مذہب کے تقیرمی پروگرام کو قبول ہی نہیں کرتا۔ عوام کا
 توجہ کر ہی کیا۔ خواص کے سامنے جب دعوت و تبلیغ کا پروگرام رکھا
 جائے۔ تو طبائع کی ناہمواری پر سنجیدگی سے سوچنا ہے۔ مثلاً
 کوئی بزرگ علی گڑھ یونیورسٹی، حمایت اسلام کالج لاہور، اور اسی
 گونہ درس گاہیں کو مذہبی اور تبلیغی مراکز سمجھے جاتے ہیں۔ تو کوئی مسلم لیگ
 اور جمعیتہ العلماء اور خاکسار شریک کو تبلیغی ادارے بتاتے ہیں۔ ان کا
 جواب ہوتا ہے۔ کہ اس قدر اداروں کی موجودگی ہیں، شریعتی اداروں
 کی کیا ضرورت ہے۔ وہ آتا نہیں سمجھتے، کہ ہندو مہا بھگت، ہندو یونیورسٹی
 ڈی۔ اے۔ وی۔ کالج لاہور اور سینکڑوں ہندو سکولوں کی موجودگی
 میں آریہ سماج اور سناتن و حرم سماج کی جدا جدا اپنی اپنی سچھائیوں
 اور ان کے جدا جدا پلیٹ فارموں کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح مسلم
 یونیورسٹی، اسلامیہ کالجوں اور اسلامیہ سکولوں کی موجودگی میں مخصوص
 شیعہ پلیٹ فارم کی کیا ضرورت ہے۔ پھر قادیانیوں اور لاہوریوں
 کو اپنے اپنے جدا گانہ تبلیغی مراکز قائم کرنے کی کیا حاجت ہے اور جب
 یہ سب منظم مذہبی پلیٹ فارم اور مذہبی مراکز اپنے اپنے مخصوص عقائد
 کی تبلیغ میں بچھاس بچھاس اور ساٹھ ساٹھ سماں سے مشغول عمل میں
 تو آپ کے پاس بالمتقابل مذہبی دعوت یا مذہبی مداخلت کے لئے کون سا
 تبلیغی ادارہ موجود ہے ؟

دوستوں کی خدمت میں مزید عرض کیا جاتا ہے۔ کہ آپ کے یہ تعلیمی اور سیاسی ادارے بلاشبہ اسلامی مفاد کے لئے بہت مفید اور بہت نافع ہیں۔ لیکن ان سے جناب کو تبلیغی اداروں کا مغالطہ نہ لگے۔ بلکہ ہم تو یہ عرض کریں گے۔ کہ وہی ماہیویند، سہارن پور اور ندوۃ العلماء جیسی درس گاہیں بھی تدریسی ادارے ہیں نہ کہ تبلیغی۔ اسلامی مرکزی تبلیغی ادارہ قائم ہو جائے تو بے شک انہی جملہ درس گاہوں کے سہارے چلے گا۔ لیکن یہ بذات خود تبلیغی ادارے نہیں ہیں۔

پھر عرض کیا جاتا ہے۔ کہ جیسا کہ دیگر فرقہ جات کے تعلیمی اداروں کے بالمقابل ہمارے تعلیمی ادارے ہیں۔ ان کے سیاسی اداروں کے بالمقابل بھی ہمارے سیاسی ادارے ہیں۔ لیکن ان کے مذہبی تبلیغی اداروں کے بالمقابل آپ اپنی جماعت اہل سنت میں اسی مرتبہ کا کوئی اجتماعی تبلیغی ادارہ جیسا کہ عرض ہوا۔ ہندوستان بھر میں نہ دیکھا سکیں گے۔

لہذا واضح رائے عالی ہو۔ کہ جماعت اہل سنت کا تبلیغی ادارہ چیرے دیگر ہے۔ جو طول و عرض ہندوستان میں ناپید ہے۔ اس قدر تقضی گزارش اور دماغ سوزی کے بعد کہیں جا کر دوستوں اور نبرہ گوں کی طبیعت صاف ہونے لگتی ہے۔ پھر وہ چونک کر فرماتے ہیں۔ کہ واقعی یہ بڑی غلطی اور بہت بڑی تروکذاغذت ہے۔ عرض کیا جاتا ہے۔ کہ ہاں جناب! اس مذہبی ہنگامہ میں جماعت

اہل سنت کا مرکزی تعلیمی ادارہ نہ ہونا فردگذاشت نہیں بلکہ یہ ایک خطرناک حادثہ ہے۔ اور اسی کا کارن ہے کہ دیگر گمراہ اور گمراہ کن فرقہ جات کو بڑھی سہولت اور آسانی کے ساتھ گنجائش اور سماجی مل گئی ہے۔

الغرض حیرت کی بات ہے۔ کہ ایک آریہ سماجی کے لئے اپنے سیاسی، تعلیمی اور مذہبی پلیٹ فارموں کا سمجھنا اور ان میں امتیاز کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ یعنی وہ اپنے مشترک و جداگانہ سیاسی، تعلیمی اور مذہبی اداروں کے ساتھ آریہ پرستی نہی سمجھا جیسے مخصوص مذہبی ادارہ میں اپنی شمولیت، اور ان کی امداد ضروری سمجھتا ہے۔ اسی طرح ایک سناتن وھرمی ہندوؤں امر کے سمجھنے میں کوئی الجھن محسوس نہیں کرتا۔ کہ اپنے مشترک و جداگانہ سیاسی و تعلیمی اداروں کے ساتھ اس کے لئے سناتن وھرم پرستی نہی سمجھا بھی اس کی خاطر توجہ اور خاص امداد کی مستحق ہے۔

علیحدگی سیاست مارنے ہندوستان پر مسلط ہے۔ لیکن ہر ایک علیحدگی اپنے مخصوص مشن کے ساتھ منسلک اور مربوط ہے۔ اور اس کی امداد اپنے پرفرض سمجھتا ہے۔

شیعہ جہاں اسلامیہ کالجوں، سکولوں میں اور جہاں کانگریس لیگ، مجلس احرار اور خاکساروں میں شامل ہیں۔ وہاں اپنے مخصوص مذہبی اداروں کے پورے محدود معاون ہیں۔ یہ تمام مرزائی لوگ چار آنہ والی مہر می حاصل کر کے انجمن ترقی تعلیم

اگر مسلمان یونہی علی گریہ، حمایت اسلام کا سچا اور جیسے مشترک
 اداروں میں گھسنے کی پوری کوشش کرتے ہیں لیکن ان کی عقلی اور حقیقی
 اندازیں اور قربانیاں اپنے مخصوص مذہبی اداروں کے لئے وقف نہیں
 مگر بے تار کی نظر اتنی اچھی
 بلکہ بے تار کی نظر اتنی اچھی

افراد جماعت اہل سنت ہیں ان ہی سکولوں کا بھول اور اپنے
 مشترک سیاسی اداروں کو اپنی جائز عین سمجھتے ہیں۔ ان کو یہ واہ نہیں
 کہ جماعت اہل سنت جیسی جماعت چھٹے کے استقام اور تقاضے لئے
 ان کے کیا فریضے ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ حق بھی اپنے بقا کے لئے
 طاقت و تدارک کا کتاب ہے۔ اگر یہ جماعت اپنے فریضے کی ادائیگی
 پر کمر بستہ رہتی تو موجودہ جدید فرقوں کا وجود ہی نظر نہ آتا۔

اب جب کہ کوئی منظم مرکزی شیرازہ نہیں۔ تو افراد جماعت
 خواہ عوام ہوں۔ یا خواص۔ ایک طرح کی عام مذہبی بالوہی اور
 بے فوٹی ہیں ہنڈا پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ باقی ہر ایک فرقہ کے
 افراد کو... اپنے مخصوص مذہبی پلیٹ فارم اور مذہبی ادارہ کے ساتھ
 خاص انس، اگت اور محبت ہے۔

جماعت اہل سنت کے کسی فرد کو کوئی اعلیٰ سدرہ و بلازنت
 مل جائے، یا ان کا تکریم، مسلمان ایک تھا کہ ہرگز نہیں سے کوئی
 سیاسی جماعت اسے سونپ دے۔ تو نور اس کے ذمے ہیں مذہبی
 پیغمبر جا بیداری کا خزانہ چھوڑ دیا ہے۔ پھر وہ اپنی جماعت اہل سنت

کے تذکرہ کو تفرقہ کا نام دینا ہے۔ فوراً دبا وہ متوجہ کیا جائے۔ تو
 مجموعی اور گول مول جوابات ملتے ہیں۔ مثلاً جب پاکستان حاصل
 ہو گا۔ تو یہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ عرض کیا جاتا ہے کہ جناب
 جب تک پاکستان حاصل ہو گا۔ تب تک یہ جماعت شاید ہی کچھ

باقی رہے۔

یا پھر پیچھے رہ جائے، ایسا ہی کہہ کر لکھنا فرمایا۔ جب
 کہ ان کے پیرس۔ پیسٹ فارم اور فٹنڈ ان کے متعلق اس وقت مدنی
 تبلیغ اور گمراہی کے لئے وقفہ ہیں۔

مگر نہیں۔ وہ ازیں گورنہ لکھنا اور اختلافات کے لئے نہیں ہی
 منتخب کریں گے۔ جن کے پاس پچھنی نہیں۔ اور جو اپنی تک کچھ کرنے
 کا اللہ وہ ہی کر رہے ہیں۔ اور لکھنا ہے۔ کہ مرانی کو کوئی نہیں کہتا
 کہ پاکستان حاصل کرنے تک مسلمانوں کو ہند کرنا چھوڑ دو۔ سنجیدہ کو
 کوئی متوجہ نہیں کرتا۔ کہ ذرا خلافت حاصل کر لیتے اور کسی سنجیدہ
 سردار کو ایک اور پھر نمایاںہہ منتخب کریں گے۔ بشرطیکہ کوئی تبلیغ
 بزرگ ہی بالقابل لکھنا ہے۔

الغرض جو بھی سمجھا لے کر اسے لکھنا ہے۔ سبھی ان شروع کر دیں
 جو پہلے ہی سب سے حرکت کریں۔

پاور کھوار تبلیغ نہیں ہے۔ متعلق ہمارے یہ غلطیوں اس لئے باقی رہے
 ہیں۔ ایسا کہ شروع کر لیں۔ عرض ہوا۔ جب کہ سبھی نے اپنی
 اور پیاسی روکا لوں کے سب سے لکھنا ہے۔ اور یہی سب سے لکھنا ہے۔

کچھ فارغ ہے۔ اور حکومت کی مصلحت بھی مذہبی آزادی کے نام پر
 اس امر کی رواداری ہے۔ کہ ملک میں فرقہ وارانہ مذہبی جذبات ...
 ابھرے ابھرے رہیں۔ نبی مامام اور مامور جتنے بھی چاہیں ہیں
 اور بھلیں بھولیں۔ لیکن جب ہندوستان آزاد ہو کر بین الاقوامی
 دور میں شامل ہو گا۔ تو لازماً مذہبی جذبات پھیلنے لگیں گے۔ ...
 مذہب سرورہ باد کے نعرے بلند ہوں گے۔ تو اندیشہ یہ ہے۔ کہ
 اس وقت سب سے پہلے اسی جماعت اہل سنت کا خالی اندھن
 مسلمان اس دور میں بننے گا۔ کیونکہ اس کے حال پر آج اس
 کے اعمال نشانہ ہیں۔ اس کی طبیعت ابھی سے مذہب سے
 برگشتہ اور اکھڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ وہ مراٹے کے
 کے پیچھے نہ لگتا۔ وہ اس وقت بھی اپنے مخصوص تبلیغی ادارے
 سے نئے پروا ہے۔ جبکہ دوسرے مذاہب والے اپنی تبلیغی
 سرگرمیوں کی جو یہاں منا چکے ہیں۔
 المختصر جماعت کی غفلت اور بے پروائی بعض اصحاب کی نگاہ
 میں ناقابل پروا بنت ہو گئی ہے۔ اور انہوں نے سرکاری تبلیغی
 ادارہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔
 گو ہم نے بہت کفار فل پڑتا۔ لیکن اس کی پروا نہ کرنی چاہئے
 کیونکہ ہم وچھتے ہیں۔ کہ وہی فرقے مذہب کے علمبردار نہیں
 جن کا ساتھ ان کا مذہب نہیں دے رہا۔ اور نہیں دے سکتا۔
 اسلام ہی سے مذہبی اعمال، مذہبی اصول اور مذہبی سہولتیں

کے کر اپنی غیر مذہبی اور سیاسی و عہد بندی کو انہوں نے مذہبی جماعت کا نام
 دے رکھا ہے۔ بالآخر عصبیت نشین ہو گی۔ تو حقیقت نکھرے گی
 عمل کی دنیا میں مذہب وہی کامیاب رہے گا۔ جو عمل و راہ کے لئے

کارآمد ہو گا۔ ہم پائینٹکس کو ہرگز برا نہیں کہتے۔ بلکہ اسلام میں تو وہ مذہب ہی میں
 شامل ہے۔ خواہ... اس کے عمومی... مرتبہ میں شامل ہو یا محدود
 اور مخصوص وجہ میں۔ نہ ہمیں سکولوں کا بھولنا پادریگتاری اور پریڈیشنل
 اداروں پر کچھ اعتراض ہے۔ بلکہ مذہب اسلام اور ہندو مذہب اسلام
 کو بھی اپنے دل و دماغ اور اپنی داد و بخشش میں کوئی جگہ بلکہ پہلی جگہ ملنی
 چاہئے۔ جس کا ایک ایک عقیدہ ہر غیر مسلم کے دل کو اندر اندر لٹکا سکتے
 جا رہا ہے۔ عیسائی آرزو مند ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو صاحب عیال
 و اطفال مان کر بھی وہ موجود کھلائے۔ آریہ مذہب ہے۔ کہ روح اور باوہ
 کو اللہ تعالیٰ کا ہم عصر ہم عمر اور غیر مخلوق مان کر وہ موجود اور نور تعالیٰ
 کو وحدۃ الٰہیہ سمجھنے والا بنے۔ ہر عقیدہ ان کو اپنے اپنے مذہب سے
 بریک لگا رکھی ہے۔ مگر وہ تو حید کے لئے بنیاد ہیں۔

لیکن ہم نے جو اسلام کی قدر کرتے ہیں۔ اور نہ اس کے دوسروں کے
 سامنے پیش کرتے ہیں۔ سب سے شکا آپا مجلس اجراء جمہوریتہ اعلیٰ و ما
 مسلم لیگ اور کانگریس میں شامل رہیں۔ ہمارا یہ پلیٹ فارم ان کے
 باہمی اتحاد و باہمی تقابل کی باتوں کے لئے غیر موزوں ہے۔
 آپ اپنے سیاسی مقام کو نہ چھوڑنے پر سب سے مرتزق ہیں

ادارہ کے معاون و مددگار بن جائیں۔ اور یہ ادارہ آپ کی طرف سے دنیا کو دعوت اسلام دے گا۔ اور متعلقہ تمام شرعہ جماعتوں کی حفاظت نگہداشت اور مدافعت کرے گا۔

غور کرو باقی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ مذہب بھی آپ کی قربانیوں کا مستحق ہے۔ اس مقام پر دوسری تحریکوں کا غور درمیان میں نہ لائیں اور نہ خواہ مخواہ اسکاال پیدا کریں۔

دوسرے لوگوں کو دیکھیں کتنی آسانی کے ساتھ اپنے دینی دنیاوی کام سرانجام دے رہے ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے سچ

عشق چوں مشکل نمود یار چہ سال گرفت

جو کام دوسروں کے لئے آسان ہے۔ وہ آپ کے لئے کیوں مشکل ہے۔ مسٹر جناح اگر شیعہ کی ماتمی مجالس میں بالالہام شامل ہوتے ہیں۔ مسٹر ظفر اللہ فیڈرل کورٹ کالج ہو کر بھی قادیانی سب ٹیسٹیوں کی ممبری میں کام کرتا ہے۔

مہاراجہ پٹیالہ خود بیچہ سے کرگوروارہ کے لئے مٹی کی ٹوکری بھرتا ہے۔ اور وہی مٹی کی ٹوکری اپنے سر پر اٹھا کر لاتا ہے۔ مسٹر سیک چند ہانی کورٹ کالج ہو کر اور مسٹر چوٹورام پنجاب گورنمنٹ کالجز میں کر آرہی سماج کے جلسے اہینڈ کرتے رہے۔ تو آپ کے پیپر سٹراورنچ، پیر و فیسز، پرنسپلز اور آپ کے وزیر آپ کی مذہبی مجالس میں آنے سے کیوں شرماتے ہیں۔

وہ زیادہ سے زیادہ حمایت اسلام کالج جیسے مشترک اور مذہب

سے فیوٹل اوارے تک وپچی لیں گے۔ مگر اس سے ذرا آگے جماعت
اہل سنت کے مخصوص پلیٹ فارم اور اس کی دوسرے وارپوں میں شامل
ہونے سے گھرا لیں گے۔ بلکہ ایسی تحریک کو لفرقہ کا نام دیں گے
وجہ یہ ہے کہ ہم نے خود اپنے مذہبی پلیٹ فارم کو بے وقت کر
رکھا ہے۔ پس بجا ہی التماس ہے کہ اس کام کی سرانجامی کے
لئے ذمی علم، اہل ثروت اور اہل و جاہت لوگ آگے بڑھیں اور کام
کو سنبھالیں۔

اس وقت زیادہ تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ محض
مختصر لفظوں میں یوں گزارش ہو سکتی ہے کہ بالمتقابل مختلف
مذہب کے تبلیغی مراکز اور تبلیغی اداروں کے پیش نظر ٹھیک متوازی
لائن پروموت و پیج، حفاظت و مدافعت کا کام ہاتھ میں لیا جائے۔
باقی تفصیلات اس پروگرام کے تحت میں آجاتی ہیں۔
مقام غور ہے کہ بالمتقابل دوسرے فرقہ جات کی جملہ قربانیاں
اور ان کے جملہ دان بن اور خیراتیں کس قدر جلدی سماجوں سمجھاؤں
اور جماعتوں میں منتقل ہو گئی ہیں۔ لیکن جماعت اہل سنت تبلیغی ...
بے مرکزی کے سبب جماعتی اور اجتماعی زندگی سے دور، جماعتی اور
اجتماعی امداد سے محروم اور افراد کی لوٹ میں بدستور گرفتار و مبتلا ہے۔
جس کی وجہ سے فنڈز بننے میں نہیں آتے۔ اور قوم کی کمر ٹوٹ رہی ہے۔
جماعت اہل سنت کی عربی و سنی گاہوں سے پر زور انتظار ہے کہ
تبلیغی ادارہ کے حسب ضرورت قابل، ہمدرد اور اختیار پیشہ نوجوان ہتھیار

کریں۔ ہم تو دل سے ان کی خدمات کے معترف ہیں۔ لیکن اس قدر شکوہ کی اجازت چاہتے ہیں۔ کہ ہماری یہ درس گاہیں نوجوانوں کو تعلیم و تربیت کے اس مرتبہ پر نہیں پہنچا رہیں۔ جو موجودہ حالات میں دنیا کی رہنمائی کے لئے ضروری ہے۔

مرکز کو مستقل تعلق یا تبلیغی دورہ جات کے لئے جب مبلغین کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو اس قدر درس گاہوں کی موجودگی میں مبلغین دستیاب نہیں ہو سکتے۔ عام طور پر ان درس گاہوں سے فارغ شدہ حضرات درس تدریس کی پرامن اور آرام دہ زندگی کے لئے جا بجا پھرتے نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ تبلیغی ناقابلیت کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ گو تدریس بچانے خود بھی ایک مفید کام ہے۔

آئے دن سنا جاتا ہے۔ کہ نصاب تعلیم کی تبدیلیاں زیر غور ہے لیکن پھر معاملہ کھٹائی میں پڑ جاتا ہے۔

آنحضرتؐ میں صاحب صدر اور حاضرین کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ استحکام و استقلال مرکز شہروں میں محلہ وار اور دہاتوں میں گاؤں وار یا موضع وار جماعتوں کی تشکیل کے کام میں اہلادور رہنمائی فرمائیں تاکہ جسد اولیٰ سنت جماعتوں میں منظم ہو جائیں۔ اور ہر قسم کی داد و بخشش از قسم خیرات، ایصال ثواب، نذر نیاز اور زکوٰۃ وغیرہ جماعتوں کے بہت اہم امور ہیں جمع ہو کر تبلیغ اسلام اور ترقی دہ فرقہ جات باطلہ کے علاوہ ترقی تعلیم، ترقی صنعت، ترقی تجارت اور..... مسلمانوں کے عام ایشان۔ اور ان کے اپنی لطف کے پروگرام

میں صرف ہو۔ اور یہی تنظیم اہل سنت کے اغراض و مقاصد ہیں۔
والسلام

زندگی، فرض کی اورنگ کا نام ہے!

آؤ اپنا اپنا فریضہ انجام دیں! اہل سنت
مرکز تنظیم کا فرض ہے۔ کہ پریس اور بہترین سائنسٹس اہل سنت کے ذریعے دشمنان
دین کے حملوں کی مدافعت اور امت اسلام کا اہتمام کرے۔
مقامی انجمن تنظیم کا فرض ہے۔ کہ حفاظت مسلمین کے سلسلہ میں مرکز کی خدمات
سے فائدہ اٹھائے۔ اور مرکز کی رہنمائی میں مقامی دینی اور دنیوی ضروریات پوری
کرے۔ اور مرکز کو ٹھوس مالی امداد دے۔ اور۔
براہِ راست اسلام کا فرض ہے۔ کہ ہر جگہ انجمن تنظیم کی تشکیل کر کے اپنے
تمام احباب و متعلقین کو جماعت سے وابستہ کر دیں۔ اور اپنی تمام مہارتوں اور
اور خیر خیرات سے مقامی انجمن کا بیت المال کھیر کر اسے مضبوط اور مستحکم کر دیں۔
بجائے تعالیٰ مرکز نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ اب آپ بھی اپنا فرض پورا کریں۔

پہلا سالانہ جلسہ

(۳)

۲۲۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی

کے ارشادات عالیہ

اہل سنت والجماعت فرقہ ناجیہ ہے۔ اور روئے زمین پر ہی فرقہ سب سے بڑا ہے۔ سو ادا عظیم اہل سنت والجماعت سے ہے۔ اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ لَا تَجْتَمِعُ أَقْوَمُ عَلَى ضَلَالَةٍ۔ شیطان اس کے چھپے برابر لگا ہوا ہے۔ اس کی کوششوں سے اہل سنت کے خلاف بے بنیاد اعتراضات کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے۔ مختلف طریقوں سے اس جماعت کی جڑ اکیڑنے کی کوشش کرنا شیطان کا کام ہے۔ ہر ملک میں ایسی کوششیں جاری ہیں۔ مگر چونکہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ اسی ہندوستان میں چالیس کروڑ نہیں دس کروڑ بد نصیب مسلمان ہیں۔ اس لئے کفر کے عملے کامیاب نہیں ہوتے۔ آج تمام فرقے مسلمانوں کے خلاف جماعت بندی کر رہے ہیں۔ مسیحیت ایٹری سے چوٹی تک کا زور

لگا رہی ہے۔ حکومت کے بجٹ میں مسیحیت کی اشاعت کے لئے کافی رقم رکھی جاتی ہے۔ دوسری جماعتیں بھی مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہیں۔ اللہ اجمیت رائے کا مضمون میں نے پڑھا تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ لکھا تھا کہ ہندوستان میں جتنی قومیں آئیں سب ہندوؤں میں جذب ہو گئیں۔ سبھی سے دھوئی بہن لی۔ وہی طرفہ، وہی تہذیب اختیار کرنی جو ہندوؤں کی تھی۔ مگر مسلمان جب سے آئے ہیں۔ اپنی تہذیب کو زندہ کئے ہوئے ہیں۔ یہ ہم میں مدغم نہیں ہو گئے۔ ان سے صلح جب ہو سکتی ہے۔ کہ یہ ہندوؤں کی تہذیب اختیار کر لیں۔ نام رکھیں تو محمد رام، علی رام، دھوئی بہنیں صحت بھی ہمارے جیسی بنائیں۔ منہ پروا ڈھی نہ ہو۔ جب ان سے ہماری صلح ہو سکتی ہے۔

ان کا جواب ان ہی دنوں ایک اخبار نے دیا تھا کہ مسلمان اپنی ہڈی ہیں۔ جو ہندوؤں کے گلے میں ہڈی بن کر اٹک گئے ہیں۔ اب یہ ہڈی نہ اندر جاتی ہے۔ نہ باہر نکل سکتی ہے۔

مسلمانوں کی یہ بڑی تعداد تبلیغ کا ثمرہ ہے۔ باہر سے کتنے مسلمان... یہاں آئے۔ زیادہ سے دو تین چار پانچ لاکھ کہ لو۔ مگر آج یہ دس کروڑ ہو گئے ہیں۔ یہ سب علماء کی کوششوں اور اسلام کی حقانیت اور سچائی سے مسلمان ہوئے ہیں۔ کیا اسلام بڑھ رہا ہے؟
بادشاہوں نے کبھی تبلیغی مشن قائم نہیں کئے۔ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ میں نہیں کہتا۔ یورپین مصنفین لکھتے ہیں۔ مسٹر آرنلڈ نے لکھا ہے۔ کہ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا۔ تو وہی کے لواج میں مسلمان ہم انیسویں

اور غیر مسلم ۸۶ فیصد ہی نہ ہوتے۔ وہی نشان اسلام کا مرکز تھا۔ اگر ان کی تلوار کی دھار سے اسلام پھیلنا۔ تو وہی اور یو۔ پی میں ۱۰۰ فیصدی مسلم آبادی ہونی چاہئے تھی۔ نہ کہ سلہٹ اور بنگال کے مرکز سے دور افتادہ علاقہ جات میں ۸۰۔۹۰ فیصدی مسلمان ہوتے۔

الغرض نشان اسلام نے کبھی اس کے لئے تلوار کے استعمال کی اجازت نہیں دی۔ ہاں صداقت، حقانیت اور نیکی کی تلوار، حکمت و دلیل اور برہان کی تلوار سے بہت لوگ مسخر کئے گئے۔

غالباً مشر آریڈ لکھتے ہیں۔ کہ ترکی میں ایک دفعہ تین ہزار خاندان ایک وقت مسلمان ہوئے۔ یہ حقانیت اور سچائی کی تلوار سے ہی مسلمان ہوئے اور بپاء اللہ نے لاکھوں بندگان خدا کو مسلمان بنایا۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس اللہ سرہ العزیزہ کی تبلیغ و توجہ سے لاکھوں مسلمان ہوئے۔ اسی طرح شیخ فاووشی اور دوسرے اکابر اولیاء کے دم قدم سے بہت سے لوگ اسلام کی دولت سے بہرہ یاب ہوئے۔ ہندوستان میں تو اسلام اہل اللہ اور علماء کی کوششوں ہی سے پھیلا۔ بادشاہ تو عموماً آپس میں ہی دڑتے رہے۔ انہوں نے کوئی مشن قائم نہیں کیا۔

تذکر جہانگیری میں صریح ہدایت بادشاہ کی منقول ہے۔ کہ دین کے معاملہ میں کسی میر جبر نہ کیا جائے۔ خود قرآن میں مذکور ہے۔ لا اکرآجہ فی الدین تو میر و تشدد سے منع کیا جاتا ہے۔ مردم شماری کی رپورٹیں دیکھ لو گاہک میں جب کہ یہاں مسلمانوں کی حکومت تھی۔ پانچ اور چھ کروڑ کے درمیان بمشکل مسلمانوں کی تعداد تھی۔ یہ تعداد آج دس کروڑ ہو گئی۔ آج کہاں مسلمانوں کی

یا دشمنیت اور تلوار کا زور ہے ؟

تمہارے اسلاف نے اسلام پھیلا یا کھتا ۔ تمہارا فرض یہ بھی ہے ۔ اسلام کی انصافیت ۔ امن و امان کا پیام ملک کی آزادی ۔ یہ سب تمہارا فرض ہے ۔ اگر نئے ہم سے ہندوستان لیا تھا ۔ اسی لئے ہمیں ہی اس سے اپنا ملک واپس لینا چاہیے ۔

غیر مسلم دوستوں کو کھڑا جواب
جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تم غیر ملکی ہو تم ہندوستان سے نکل جاؤ ۔ ان سے کہو وہ کہ یہ غلط ہے ہندوستان تو ہر حیثیت سے مسلمان کا وطن ہے تاریخ کی حیثیت سے دیکھ لو ۔ حضرت آدم علیہ السلام کہاں اترے تھے ہاں اسی ہندوستان میں ! مذہبی حیثیت سے دیکھو حضرت مجدد القاتانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :- کہ ہندوستان میں کسی انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارکہ ہیں ۔

مسلمان یہاں آئے ۔ مگر انگریزوں کی طرح نہیں ۔ کہ لوٹ کھسوٹ کر پھر انکسٹان چلے جائیں ۔ انہوں نے تو ہندوستان کو اقامت گاہ بنا لیا ۔ یہ صرف زندگی ہی میں نہیں ۔ مرنے کے بعد بھی ہندوستان کو لے کر جا چکے ہیں ۔ مسلمان عقیدہ رکھتا ہے کہ مرنے کے بعد اسی جگہ کی مٹی سے انھوں نے گواہ اور جنت میں جاؤں گا ۔ تو میرا تعلق ہندوستان سے قیامت تک ہے ۔ بلکہ قیامت کے بعد بھی ہے ۔ ہندو صرف زندگی میں ہندوستانی ہے ۔ مرنے کے بعد خدا جانے وہ کھاس بھوس یا کسی جانور کے قالب میں داخل جائے ۔ یا چرہیل یا سٹالین بن جائے ۔

مگر مسلمان تو مرنے کے بعد زندگی سے زیادہ جگہ لے کر ہندوستان

میں بچھڑ جاتا ہے۔ جیسے جی دونٹ جگہ لیتا ہے۔ تو مرنے کے بعد چھوٹ کی
 قبر بنتی ہے۔ پھر کسی مسلمان کے باپ یا بھائی کی قبر کو ہاتھ لگا کر دیکھو۔ کہ
 وہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے ہندو کی راکھ بھی
 ہندوستان میں نہیں رہتی گنگا سے بہا کر، خلیج بنگال میں پھینک دیتی ہے۔
 بہر حال ہندوستان مسلمان کا وطن ہے۔ اور مسلمانوں کا فرض اولین
 ہے۔ کہ ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے سب سے زیادہ جدوجہد کریں۔
 ہندو کو غلامی سے اتنا نقصان نہیں جتنا مسلمان کو ہے۔ اسی ہندوستان
 کے لئے تمام عالم اسلامی کو برباد کیا جاتا ہے۔ شعاثر اسلامی برباد کئے
 جا رہے ہیں۔

انسویں! کہ آج مسلمان نرول ہے۔ محمد بن قاسم ۱۷-۱۸ برس کا
 نوجوان چند ہزار کی جمعیت لے کر کرورڈول پر حملہ کر دیتا ہے۔ اور فتح پاتا
 ہے۔ مگر آج تم ڈرتے ہو۔ کہ انگریز کا سپاہ چلا گیا۔ تو زندگی ممکن نہیں۔
 آج تم پاکستان، پاکستان کا لعرہ لگاتے ہو۔ مگر قربانی اور نکر لینے
 کے لئے تیار نہیں ہو۔ کوئی قوم باتیں بنانے سے کامیاب نہیں ہوتی
 صرف باتوں سے پاکستان نہیں بنے گا۔ پاکستان بنانا منظور ہے۔ تو
 اس کے لئے بھی کچھ کام تو کرو۔

خیریں دور چلا گیا۔ یہ سٹیج اس قسم کی باتوں کا نہیں ہے۔ مولوی نور الحسن
 نے شروع میں کہ دیا تھا۔ کہ یہ بالکل خیر سیاسی اور خالص دینی تبلیغی سٹیج
 ہے۔ بہر حال تبلیغ دین ہم سب کا فرض ہے۔ اسلام دنیا بھر کی ہدایت کے
 لئے بھیجا گیا ہے۔ اور ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ اسے ہر جگہ پہنچائے

حضرت کا ارشاد ہے **بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آفَاتَا**۔ تو ہمیں ہر کیفیت سے
 ہندوستان میں اسلام کا کام کرنا چاہئے۔ مگر صلح سے، محبت سے، پریم
 سے کام نہ کرو گے۔ تو کامیابی مشکل ہے۔ آج اسلام پر ہر طرف سے حملے
 ہو رہے ہیں۔ ان سب کا جواب دو۔ مگر ٹھیک طریقے سے مخالف کے اعتراضات
 کا جواب دینا چاہئے۔ جواب دو، منظم طریقے سے جواب دو۔ مناظرہ کا
 جواب مناظرہ ہے۔ اخباروں کا جواب اخباروں سے، پمفلٹوں کا جواب
 پمفلٹوں سے، تحریروں کا جواب تحریروں سے، تقریر کا جواب تقریر سے دو۔ مگر

جواب بیٹھا اور شیریں ہونا چاہئے۔
 آنحضرتؐ کی عادت مبارک تھی۔ کہ کسی کا نام تک نہ لیتے تھے۔ کسی
 کی کوئی بات ناگوار ہوتی۔ تو عام الفاظ میں اس کی اصلاح فرمادیتے تھے
 اس کا نام خاص طور پر نہ لیتے تھے۔ تو تمہارا وظیفہ استاد اور شاگرد باپ
 اور بیٹے کا ہے۔ تم قوم کے بچے دو۔ اصلاح کی ہر ممکن کوشش
 کرو۔ یہ تمہارا وظیفہ ہے۔

یہ تحریک ان مبارک مقاصد کو بے کراہتی ہے۔ خدا سے دعا کرتا
 ہوں۔ کہ اپنے فضل و کرم سے مرکز تنظیم اپنے مقاصد عالیہ میں
 کامیاب ہو۔ آمین! (شہباز لاہور، ۲۹/۴/۲۰۰۵)

پہلا سالانہ جلسہ

(م)

۳۳۔ حضرت علامہ مفتی محمد کفایت الدین صاحب

دہلوی کے ارشادات گرامی

مرکز تنظیم کوئی فرقہ دارانہ ادارہ نہیں۔ اور نہ اسے یہ یوزریشن دینی چاہئے۔ بلکہ اہل سنت والجماعت وہ جماعت ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریق عمل کی پابند ہے۔ اور اسی کا نام اسلام ہے یہ جماعت اعتدال اور توسط کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ اذراط و تفریط سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے خاص بندوں کو مخلوق کی ہدایت و اصلاح کے لئے رسالت و نبوت کا ٹخنہ دے کر مبعوث فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کی اس ساری جماعت میں سے سب سے اعلیٰ سب سے افضل، سب سے اشرف اور مکمل تر اور قیامت تک کے لئے دستور العمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دستور العمل ہے۔ قولہ تعالیٰ: "الْیَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ" و "اَحْسَنَ لَكُمْ دِينِي الْيَوْمَ" مرسلان کا عقیدہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع اور مکمل قانون دے کر بھیجا گیا۔ آپ کی بعثت تمام روئے زمین کے

پاشندوں کے لئے ہے۔ قولہ تعالیٰ اَتَبَارَكَ الَّذِي... يَكُونُ لِلْعَالَمِينَ
فِي سَبْعَةِ آيَاتٍ

قرآن تمام روئے زمین کے لئے اور قیامت تک کے لئے نہ صرف
دینی، بلکہ دینی اور دنیوی فلاح کا کُل قانون اور کُل ترین دستور العمل ہے...
اہل سنت کا یہی اصول ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ، یہ دو چیزیں قیامت
تک کے لئے نجات کی کنپلی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک
کتاب اللہ کی تفسیر، شرح اور قرآن کی تفصیل ہے۔ پھر آنحضرت کی زندگی
کا عمل صحابہ کرام کے اعمال زندگی سے ثابت و متحقق ہوتا ہے۔ نیز جو چیزیں باقی
رہ گئی تھیں، صحابہ کرام نے اسے پورا کر دیا۔

غرض کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور عمل صحابہ کا اتباع اہل سنت کا مسلک
و مذہب ہے۔ اور یہی اسلام ہے۔

تویہ تنظیم اہل سنت، تنظیم المسلمین ہے۔ اس میں کسی فرقہ کی دل آزاری نہیں
ہے۔ بلکہ اعلان کو سیدھا راستہ دکھانا ہے۔ دنیا کو یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ
زندگی کی صحیح اور سعید ہی شاہراہ پر کس طرح چل سکتے ہیں۔ اس صراط مستقیم کی تبلیغ
مقصود ہے۔ یہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس غرض کی ادائیگی میں ہر مسلمان...
یکساں طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے۔

میں تنظیمیں جلسہ اور محرمین سمریک سے عرض کر دیں گا۔ کہ وہ مسلمانوں کی
سوز مہری سے مایوس نہ ہوں مقصد نہایت صحیح ہے۔ اس آسمانی ہدایت کی
جو جناب رحمۃ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں دنیایت
فرمائی ہے۔ تبلیغ و اشاعت مقصود ہے۔ اگر اس وقت مسلمان اس میں

دھچپی نہیں لیتے۔ تو آپ مایوس نہ ہوں۔ بلکہ الٹا اپنی مساعی کو دو چند کر دیں۔
 اپنی ہر ممکن قوت اس نیک کام پر لگا دیں۔ وقت آئے گا کہ مسلمان حقیقت حال
 کو سمجھیں گے۔ اور آپ کے جلسوں میں تل و صر نے کو بھی جگہ نہ ہوگی۔
 آپ کا مقصد نہایت صحیح اور مبارک ہے خدا نے ہر تہم پر مسلمان کو
 اس میں شرکت اور حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (زمیندار ۲۵/۲۶)

ضروری درخواست

مرکز تنظیم سے جو آواز سال بھر سے اٹھ رہی تھی۔ برادران اسلام نے دیکھ
 لیا کہ مخدوم العلماء مفتی اعظم حضرت علامہ دامت برکاتہم نے کس قدر زور
 الفاظ میں اس کی تائید و حمایت فرمائی۔
 حقیقت یہ ہے۔ کہ فی وقت تنظیم المسلمین اور تبلیغ کا کام نہایت ضروری
 ہو رہا ہے۔ جب کہ دوسرے فرقہ جات باطلہ پورے اور انتہائی زور کے
 ساتھ جماعت اہل سنت کی گمراہی کے درپے ہیں۔ اور مسلمان بدستور غافل ہیں
 میں برادران اہل سنت سے پر زور درخواست کروں گا۔ کہ وہ حضرت
 مدظلہ کے ارشادات کی تعمیل میں مرکز کی طرف متوجہ ہوں۔ اپنے اپنے حلقہ
 اثر میں مقامی جماعتیں قائم کریں۔ اپنی قربانیاں اور امدادوں سے ان کے
 بیت المال بھروں۔ اب انفرادی خیراتوں کا زمانہ نہیں رہا۔ اور نہ اس قدر
 عمل کافی ہو سکتا ہے۔ کہ لحام پکا کر برہوری میں یا چند غرابا میں تقسیم کر کے
 سمجھ لیا جائے۔ کہ میں کام اسی قدر ہے۔ آپ اپنی جملہ خیراتیں اپنی مقامی

انجمنوں میں داخل کر کے ان کے فنڈز ہزاروں تک پہنچائیں۔ اسی سے مرکز کی بھی اطلاع کریں۔ اسی سے مقامی تبلیغی جلسے منعقد کرانے کا اہتمام کریں۔ اسی سے غریب اور زمین طلبہ کی دینی دنیاوی تعلیم کا انتظام کریں۔ اسی کے ذریعے قوم کے اندر زندگی کا شعور پیدا کریں۔ اور اسی کے ذریعے مخالفین کے متعلق ترویجی لٹریچر مہیا کریں: (مہتمم مرکز) (زمیندار ۲۶)

۲۳۴۔ مختصر کارروائی اجلاس معراج شریف

معزز خواتین کا مبارک اجتماع

۲۸ جون :- ان کے صبح بوقت علی اسلامیہ ہال میں اہدایت سلیم صاحبہ تصدق حسین

ایم۔ ایل۔ اے خواتین لاہور کا تبلیغی اجلاس ہوا۔ جس میں بانغا پورہ اور لاہور چھاؤنی کی بہنوں نے شرکت کی۔

محترمہ سلیم صاحبہ نے اسحاقی نے تلاوت قرآن سے کارروائی کا آغاز فرمایا۔ پھر معززہ افتخار، الورا اور نجمہ نے ہر تقریر سے پہلے نسبت رسول کریم پر بھی۔ بہن چنار سلیم نے تحفہ تقریر کی۔ اور بہن سلیم اختر نے سیرت رسول کریم پر مضمون پڑھا۔ انہا سنت خصوصاً تبلیغ اسلام پر زور دیا۔ اور اس سلسلہ میں مرکز تنظیم کی خدمات کا ذکر کرنے ہوئے اس کے ساتھ اشتراک و تعاون کی دعوت دی۔

محترمہ بہن شکوکت آرا (بانغا پورہ) نے سبک بسیط مضمون پڑھا۔ جس میں مسلمانوں کی موجودہ سیاسی بیداری اور پوزیشن کی ترقی کے زبانی ان کی دینی بے بسی

اور جمود پر اظہارِ نسوس کیا۔ موجودہ مسلمانوں خصوصاً عورتوں اور نوجوانوں کا اپنے اسلاف کے ساتھ مقابلہ کر کے آج کے دینی انحطاط کو واضح کیا۔ سچی فرشتہ کی وحی اور محمدی حکیم کے ساتھ نکاح آسمانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہندوستانی نبی کی خانہ نبوت کو بے نقاب کیا۔ اور اس فتنہ کی ذمہ داری مسلمانوں کے ہتھیار اور ملت کی بد نظمی اور لامرگزیت پر عائد کی۔ محترمہ بیگم صاحبہ نے اسحاق خان سے اپنے ارشادِ عالیہ سے بہنوں کو مستفیض فرمایا۔ آپ کے بعد محترمہ فاطمہ بیگم پریسل جناح گریڈ کالج سے سراج شریفیہ پر اظہارِ خیالات فرمایا۔ اور محترمہ بیگم صاحبہ تصدق حسین نے خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ آخر میں بیگم صاحبہ محمد اسحاق انجارج متعصبہ خواتین کے مرکز تنظیم اہل سنت کا تعارف کرتے ہوئے تحریک سے تعاون کی اپیل کی۔ اور محلہ دار مجلس تنظیم کے قیام کی دعوت دی۔ جس پر چند بہنوں نے بیک کہتے ہوئے اپنے نام نوٹ کرائے۔

اجلاس میں چند مرزائی بہنوں نے بھی شرکت کی جنہیں محترمہ شوکت کے بیان سے کچھ صدمہ ہوا۔ ان بہنوں سے مجھے عہدہ دی ہے۔ لیکن جن باتوں کا بہن صاحبہ نے ذکر فرمایا۔ اس سے انکار کون کر سکتا ہے۔ ان حقائق کے اظہار سے اگر مرزا صاحب کے کسی عقیدت کیش کو صدمہ پہنچتا ہے۔ تو اس کا علاج برافروختگی اور برہمی نہیں۔ بلکہ مرزائیت سے توبہ اور مرزا صاحب سے بغاوت ہے۔ جیسے نبی کا کلمہ پڑھنا یا تحریک کیا معنی رکھتا ہے جس کی زندگی کے مسئلہ حالات اور ناقابل انکار واقعات سے انسان چڑھے۔ میں ان بہنوں سے ہمدردانہ درخواست کرینگا کہ وہ احمدیت پر نظر ثانی کریں۔ کیونکہ یہ کفر و اسلام کا سوال ہے۔ میں آخر میں تمام بہنوں کو صدمہ سے محفوظ رکھنے کے لیے محترمہ بیگم صاحبہ اور دیگر تقریر کرنے والی بہنوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

۴۵۔ بیت المال

(از محترم سرور احمد خاں صاحب ثنائی)

اسلام کی نظر میں بیت المال کی جو اہمیت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ شارع علیہ السلام نے اسے ارکان اسلام میں بنیادی مقام عطا فرمایا ہے۔ اگر بیت المال کے بغیر اسلام کا نظام عمل پذیر نہ ہوتا۔ تو اسلام نہ ہوتا۔ لہذا دار خلائقین رسول اس کی خاطر اصحاب رسول کی بے بہا جائیں میدان میں لڑا دینے کا فیصلہ نہ فرماتے۔ تاریخ شاہد ہے جب سے زکوٰۃ کا نظام متخلی ہو گیا اسلام کا شیرازہ و زخم مرہم ہو گیا۔ دنیا سے یہ دردناک منظر دیکھ کر صدیق اکبرؐ نے فرست اور علم و ذہانت کی داد دی۔

بجوہر اللہ تحریک تنظیم بیت المال کی اہمیت سے ناقل نہیں ہے۔ اور قیام بیت المال ہمارے جماعتی پروگرام کا پہلا قدم ہے۔ جہاں بھی انجمن تنظیم کی تشکیل ہوتی ہے وہاں اولین اہمیت بیت المال کا قیام ہوتا ہے۔

باقی تحریک محترم سرور احمد خاں صاحب ثنائی نے اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا ہے۔ امید کرتا ہوں کہ قارئین کرام حصہ لیں۔

تھریک محترم مددگار صاحب کی اس دردمند آصدا کو اس غور اور توجہ سے
نہیں لگے جس کی وہ مستحق ہے۔

(مہتمم مرکز)

جو صاحب کسی انجمن میں شامل ہو چکے ہیں ان کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ
اپنے جملہ خیرات و صدقات کو خیرات خور طبقہ سے بچائیں۔ اور اسے انجمن
کے بیت المال میں جمع کریں۔ یہ سرمایہ تبلیغ حقہ، ترویج عقائد باطلہ اور مسلمانوں
کو ہوشیار و بیدار کر کے ان کے اندر ذہنی و روحانی انقلاب پیدا کرنے میں خرچ
ہوگا۔ ذہنی انقلاب اور روحانی اصلاح کی غرض کے بغیر اندھا دھند ادارہ طور پر
خیراتیں دینا اور بانٹنا محض پیشہ درگداریوں کی تعداد کو بڑھانا ہے۔ آج صورت
یہ ہے کہ جس کو ایک دفعہ کچھ دے دو۔ وہ اسے اپنا معمول بنا لیتا ہے۔ اور
غرض خواہ کی طرح ایک مستقل محصل اور محصول دار بن جاتا ہے۔ آپ کی خیرات اگر
کسی سے گداگری نہ چھڑا سکی۔ تو وہ خیرات کہا ہوئی۔ وہ تو گداگری کی ایک سنگاہ
ٹھیکری۔ محتاجوں اور مستندوں کے سوا کسی شخص کو خیرات دینے کا مقصد
یہ ہونا چاہئے۔ کہ لینے والے کے قوتے بیدار ہوں۔ اس کے گزارے کے وسائل
چالو ہو جائیں۔ اور اس سے سوال کی عادت چھوٹے۔ نہ یہ کہ ایک دفعہ خیرات سے
گرمالشیہ کے واسطے معاش کے رہے سے وسائل بھی ترک کر کے مستقل گداگر
بن جائے۔

صدقات کا غلط مصرف :- اس وقت ہماری خیرات سب سے چھوٹے

چھوٹے سوالیوں کے علاوہ بڑے بڑے خاندانوں کو بے کار اور نکما کر دیا ہے جن کی نگاہ آٹھوں ہزار بارہ مہینے ہماری خیرات اور نذر نیاز پر لگی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ شادی کریں۔ تو وہ امیدوار، موت واقع ہو تو وہ حقدار۔ بھانڈہ بستر، نقد اور زلو، زمین اور چانور تک نہ چھوڑیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ان کی اپنی شادی بھی ہو۔ تو بھی ہم سے طالب اعدا ہوں۔ کسی رسم کی پابندی میں اگر کسی کو کچھ دیں گے۔ تو دس گنا لے کر اٹھیں گے۔ الغرض ہماری خیرات آج کل بڑے گناہوں اور عظیم نقصانات کا ترشہ اور ذریعہ بنی ہوئی ہے۔ دیکھو خیرات کا بڑا حصہ نذر نیاز، منت منوتی کے رنگ میں ضائع اور برباد ہو رہا ہے۔ دوسرا بڑا حصہ بے ہونے طعام کی صورت میں باقی اور رسمی لین دین کے طور پر آپس میں بانٹ لیا جاتا ہے۔ یا چوراہے پر یا مسجد میں آتے جاتے اور راہ چلتے لوگوں میں مشغول اور غیر مشغول کی تمیز کے بغیر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کی چیزیں کھانے والے تو کار خیر سمجھتے ہی ہیں۔ لیکن ستم یہ ہے۔ کہ کھانے والے بھی ایسی چیزوں کا کھا جانا کار ثواب سمجھتے ہیں۔ اور یہ عزابیوں واقع ہوئی۔ کہ نذر و نیاز اور ارواحی خیراتیں وصول کرتے والے طبقے نے ایک دستور یہ بنا رکھا ہے۔ کہ مریدوں سے وصول شدہ مال کے کچھ حصہ کا طعام پکا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس سلسلہ سے ایک جدید سلسلہ رائج ہو گیا ہے۔ کہ ایسے طعام کو حاصل کرنا اور کھا جانا بھی کار ثواب ہے۔

وہابی۔ اس غلط عقیدے نے لوگوں کا رہا سہا خسلاق بھی تباہ کر دیا ہے۔ رو جھگڑ کر، دھکے کھا کر بلکہ بگڑی اتسوا کر بھی اس قسم کی خیرات حاصل کرنے میں

لوگ شرم محسوس نہیں کرتے۔ اور خیرات کھا جانے کا چسکا اب اس حد تک بڑھ چکا ہے۔ کہ جہاں سے بھی خیرات کی بو خوشبو آئے وہاں لوگ مستحقین کا حق مار کر غیرت و ہمیت کو خیر باد کہہ کر بخیال خود ثواب حاصل کرنے کے لئے بری طرح ٹوٹ پڑتے ہیں۔ تاکہ خیرات بھی کھا لیں اور ثواب بھی کھا لیں انقص لوگ ثواب کمانے کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں۔ کہ جس اجتماع میں نہ لگیں نہ پگیں۔ وہ اجتماع ہی پھیکا رہتا ہے۔ جو شخص غریب و مساکین کے حق کو نگاہ رکھ کر خیرات کھانے سے قفسے پر سیر کرے۔ انما اسے "وہابی" کہا جاتا ہے۔

المناسک تشاریح۔ آپ غور کریں گے۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ اول تو خیرات و صدقات اور نذر نیازی کی اس لوٹ مار کے باعث بیت المال اور قومی فنڈ بننے میں نہیں آتے۔ اور قوم کی کمزور رہی ہے۔ دوسرے طعام کے حصے میں عوام بلکہ خواص تک کا اخلاق بگڑ چکا ہے۔ حالانکہ خیرات کا کھا جانا کوئی اچھا فعل نہیں ہے۔ بلکہ تا حد امکان اس سے بچنا اور ددر بھانا چاہئے۔ تاکہ مستحق لوگ اس سے محروم نہ رہیں۔ اگر کہیں دغوظ نصیحت کی مجلس میں آریں گونہ کھانا کھانے کا انتظام کیا جائے۔ تو عوام کی اخلاقی حالت اس قدر خراب ہو چکی ہے۔ کہ ان کی دلچسپی محض کھانے پینے ہی محدود رہ جاتی ہے۔ اور کھانا کھا چلنے کے بعد مجمع قلیں رہ جاتا ہے۔ اور باقی لوگ چونچ جاتے ہیں۔ وہ بھی چونکہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کی خاطر پر خوری کر چکے ہوتے ہیں۔ لہذا تقریبوں کے دوران میں یا تو سو جاتے ہیں یا اونگھنے ہی رہتے ہیں۔ جہاں جہاں انجینئرز قائم ہوں ان پر لازم ہے۔ کہ خیرات و صدقات کھانے کو کار ثواب سمجھنے کی گدی

ذہنیت کو تبدیل کریں۔ عوام میں خودداری، انعمیت، صبر و قناعت کا احیا کریں تاکہ لوگوں سے طرح اور لالچ کی عادت چھوٹے۔ اور اس کی بجائے خود اعتمادی استغناء، ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا ہو۔ اور خیرات صدقات کا رخ بیت المال کی طرف پھیرے۔ لوگوں میں سخفہ، تحائف اور خیرات صدقات کی تمیز پیدا کریں۔ سخفہ اور بدیہہ دوستوں رشتہ داروں اور برادر کی میں تقسیم ہو سکتا ہے۔ لیکن صدقات و خیرات کا مصرف صرف بیت المال ہی ہے۔ ہمارے ملک میں اغیار کی جو جماعتیں فی وقت منظم اور ترقی یافتہ ہیں۔ ان کی ترقی کا یہی ایک راز ہے۔ کہ انہوں نے قومی اور جماعتی خیراتوں کو پیشہ و خیرات خور طبقہ سے بچایا۔ اور انہیں من و عن جماعت کے فنڈ میں منتقل کر دیا۔ ان کے بالمقابل ہمارے خیرات کسی سے کم نہیں۔ لیکن وہ محض بے محل، بے ٹھکانہ اور بے نشان ہو کر ضائع ہوتے ہی جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے قوم اس قدر وارو دہش کے باوجود روز بروز سستی کے گڑھے میں گرتی چلی جا رہی ہے۔

بیت المال - یاد رکھو! ہمارے بیت المال اٹھیں گے تو قوم اٹھے گی۔ خیرات منظم ہوگی تو قوم منظم ہوگی۔ ہمارے انتشار کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہے کہ ہمارے خیرات منتشر ہے۔ لہذا مزید سے کہہ کر عرض کیا جلتے کہ فصول اور وارہ زندگی کی بجائے انہیں بناؤ۔ اور ان کے صبر ہو۔ خیرات صدقات، ماند زبہار عشر و زکوٰۃ، شادی غمی، موت فوت اور ایصالِ نواب و بہار و حاجی خیراتیں سب وہ اور دل کھول کر دو۔ مگر بات صرف اس قدر ہے۔ کہ اپنی انہیں کے بیت المال میں دو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جواب دہ اور دیگر اقوام کے بالمقابل ذلیل و رسوا ہو گے۔

یہ کوئی ایسی دسی تجویز نہیں ہے۔ بلکہ ایک بہت بڑا انقلاب آور کام ہے جس پر ہمارے عروج و زوال کا دار و مدار ہے۔ اس تحریک کے اجراء پر صدقہ و خیرات کھانے والا چھوٹا بڑا سارا طبقہ چونک کر بری طرح تمہارے پیچھے پڑے گا۔ طرح طرح کے فتوے دئے جائیں گے۔ بڑی بڑی... بار دعائیں دی جائیں گی۔ جو انشاء اللہ عاقلوں کا کام دیں گی۔

دیکھئے! ہم کیا برا کر رہے ہیں۔ بس یہی نا! کہ اس وقت جب ہمارے پاس نہ کوئی خراج ہے۔ نہ ٹیکس۔ لے دے کر صرف یہی ہاتھ کی میل یعنی یہی صدقات و خیرات ہیں۔ سگر ان کو بھی نذر نیا نہ، منت منوتی کے رنگ میں کھو بیٹھیں۔ تو فرمائیے! کہ اشاعت اسلام اور قومی بیداری کے لئے آپ کہاں سے سرمایہ مہیا کریں گے۔ بس ہم اس میں کچھ یعنی خیرات صدقات، نذر نیاز کی جملہ اشام کو منظم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اسی صورت میں۔ کہ ہر مقامی جماعت یا انجمن اپنی خیرات اپنے بیت المال میں جمع کرے۔ پھر اپنے حلقہ کی سدھار، ابھار اور مسلمانوں کی دینی، دنیوی تعلیم، صنعت و تجارت کی ترغیب تا تبلیغ اسلام اور ترقی و ترقی فرقیات باطلہ پر خرچ کرے۔ اور مسلمانوں میں جماعتی اور بین الاقوامی شعور پیدا کرے۔ جو نہی پر شعور پیدا ہوگا۔ وہ خود بخود اپنے معاملات سنبھال لیں گے۔ پس مشکل اسی وقت سے تک سے۔ جب تک کہ جماعت اہل سنت اپنے مکان و امکان سے ناپاک سچی مگر کڑوی بات۔ آخر میں ہم تقوید گندے دے کر نذر نیار وصول کرنے والے، شادی غمی، موت و فوت کی خیراتیں لینے والے حضرات کی خدمت میں اہتماس کرتے ہیں۔ کہ دیکھو! قوم کی ہڈیاں چھوڑی جا چکی ہیں۔ قوم

بڈھال اور تباہ ہو چکی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے واسطے قوم کا پیچھا چھوڑ دیں اور قوم کی خیراتیں بیت المال میں جمع ہونے دیں۔ آپ خود انجمنوں میں کام کریں اور انجمنوں سے اپنا مناسب حق انخدمت بھی لیں۔ لیکن حدارا کام میں بے لگے نہ لڑیں۔

غور کیجئے کہ باقی قومیں کہاں سے کہاں تک پہنچ چکی ہیں۔ اور آپ نے اپنی قوم کو کن خرافات میں مشغول کر رکھا ہے۔ قوم نہ رہی تو آپ بھی نہ رہیں گے۔ آؤں کر قوم کو پیدا کریں۔ فرقہ جات باطلہ کی تردید کریں۔ خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احکام کی تبلیغ کریں۔ قوم میں تعلیم پھیلا دیں۔ تجارت کی ترقی دیں۔ قوم کو دیگر فرقہ جات کے بالمقابل ایک فائق مرتبہ پر پہنچانے کی کوشش کریں۔

کیا آپ کو یہ پروگرام صرف اس لئے ناپسند ہے۔ کہ ذاتی طور پر آپ خسارہ میں رہیں گے۔ دیکھیے اس عظیم الشان کام کے بالمقابل آپ کی غرضیں کس قدر دنی اور کس قدر حقیر اور کس قدر ذلیل ہیں۔ خدا آپ کو حق سننے سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (تذکرہ ص ۱۳)

۲۶ - بیت المال

زکوٰۃ و صدقات کا رخ بدلو!

غلط مصارف اغلط نتائج!

(از مہتمم مرکز تنظیم اہل سنت)

ترجمہ کہ کعبہ نہ رسی اسے اعرابی

کایں راہ کہ تو سے روی بترکستان است!

زوال آشنا اور رو بہ نسرل قوم لاکھ جاہد بے عمل سہی! مگر پھر بھی
اس میں لاکھوں افراد ایسے ہوتے ہیں۔ جو قرآن و واجبات سے گزر کر نوافل
و مستحبات تک کے عامل و پابند ہوتے ہیں۔ تعجب سے یہ کہ یہ فعال عنصر اور
یہ متحرک طبقہ قوم کی کشتی کو نذر دریا ہونے سے کیوں نہیں بچاتا۔ بات یہ ہے
کہ اعمال و افعال کا جویت ہم دیکھتے ہیں یہ صرف بت ہوتا ہے۔ بے جان
بت! جب ہمیں ملکہ و کٹوریہ یا لارڈ لارنس کا بت دیکھ کر کبھی حیرت نہیں ہوتی
کہ یہ کیوں حرکت نہیں کرتا۔ چلتا پھرتا، بولتا چلتا، کھاتا پیتا کیوں نہیں؟ تو اس
پر کیوں تعجب و تعجب ہوتا ہے۔ کہ بے روح اعمال اور بے جان افعال کیوں
نتیجہ خیر اور انقلاب انگیز نہیں ہوتے۔ انقلاب آنری چیز تو دراصل لطیف روح
ہے۔ کثیف جسم نہیں! جس طرح جسم بے روح بے کار و بے فائدہ، بلکہ

و بال جان اور ضرر رسان ہے۔ اسی طرح عمل بے جان نہ صرف منہید اور نتیجہ خیز نہیں۔ بلکہ الٹا خطرناک اور ہلاکت آفرین ہے۔ آج بد نصیب ملت اسلام جمہور و مادیت اور بے عملی و تعطل کے نشہ میں جس قدر مخمور و سرشار ہے۔ کچھ کھبی لاکھوں فرزند ان توحیدارگان اسلام پر دیانت اور نیک نیتی، سختی اور پابندی سے عمل پیرا ہیں۔ مگر چونکہ ان اعمال و اہل کاران میں روح اور جان نہیں اس لئے فلاح قوم کے بہتر سے بہتر اصول اور عروج ملت کے عمدہ سے عمدہ قواعد بھی صحیح اثرات و نتائج پیدا نہیں کرتے۔

ذکوۃ غور فرمائیے! دین فطرت نے قوم کی ملی و جماعتی ضروریات اور شخصی و انفرادی مشکلات کا مسئلہ کس خوبی و کامیابی سے حل کیا۔ سوشلزم، کمیونزم اور بالشریزم نے بھی تقسیم دولت کے جاہلانہ و قاصرانہ پروگرام اور رسوائے عالم نامنصفانہ نظریات ایجاد کیے۔ مگر سے

”مرہین پیٹ“ پر رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوائی عوام الناس کو روٹی ملی، نہ اضطراب و بے چینی رفع ہوئی! مگر اسے اسلام! تیری صداقت، تیرے اصولوں کی حقانیت پر سو جان سے قربان جاویے! اگر دنیا کو چین و آرام، سکون و اطمینان، فراغت و فراخی اور آسودگی و فارغ البالی نصیب ہوئی تو تیرے قدموں کی برکت سے۔ تیرے اقتصادی نظام کے اجراء و نفاذ کے وقت! دنیا کو واہ ہے، تاریخ شاہد ہے۔ کہ فاروق اعظم اور عثمان ذی شان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں بہت المال، مال و دولت سے معمور ہوئے۔ دینے والے ڈھونڈنے پھرتے تھے۔ مگر لینے والے کہاں؟ ایک

بھی نظر نہ آتا تھا۔ قوم کی قوم غنی و متمول ہو گئی۔ تمام مجلسی و ذاتی ضروریات پوری ہو گئیں۔ نہ کوئی جماعتی حاجت باقی رہی نہ شخصی ضرورت آج وہی زکوٰۃ ہے۔ اور وہی زکوٰۃ گزار۔ مگر چونکہ جان نہیں اس لئے نہ جماعتی کام چلتے ہیں نہ شخصی اغراض پوری ہوتی ہیں۔ قوم میں فقر و افلاس کا خاتمہ تو کجا انا واری و فاقہ مستی بڑھ رہی ہے۔ گداگروں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہے۔ بجائے اس کے کہ ہمارے صدقات گداگروں کو "کھا کر کھانے والا" بنائے "کھا کر کھانے والوں" کو گداگر بنا رہے ہیں، گلی کوچہ، در بدر پھرنے والے سے کٹے سائلوں سے لے کر بڑے بڑے اونچے دوکان دار "خالی دوکان میں ہمارے جیب پر نظر جمائے بیٹھے ہیں۔ صدقات و خیرات کے غلط مفہوم اور بے جا مصرفہ نئے قوم کا اخلاق اس قدر لست اور ذہنیت اس درجہ مسخ کر دی ہے۔ کہ لوگ "دینے کی بجائے لینے" اور "کھلانے کی بجائے کھانے" کو تاثیر سمجھتے ہیں۔ "لینے والا ہاتھ" دینے والے سے بہتر اور نیچے والا ہاتھ اور والے سے بہتر مانا جاتا ہے۔ جہاں کہیں کوئی خیرات ہو، عوام ڈر بھڑک کر، بگڑ کر، اترو کر بھی ایک دو توالے بہر حال کھاتے ہیں، گویا لو اب کھاتے ہیں۔ شخصی کیکر یوں تباہ ہوا۔ اخلاق، خودداری، خیرت و حمیت اور عزت نفس کا یوں دیوالہ نکلا۔ مگر اس سے بھی دوسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ یہ بیت المال نہ رہا۔ یہ غلط تقسیم پی پیامٹ "بیت المال" کا دشمن جان ہے۔ اور جب تک صدقات خیرات منظم ہو کر بیت المال میں نہ آئیں گی۔ ہماری قومی زندگی ذلیل و خوار رہے گی۔

ایچیار کی تنظیم اور ترقی کا راز:۔ دوسری قوموں اور منظم جماعتوں کی ترقی

کار از اسی قومی فنڈ میں مضمربے۔ ان کے منہ پر رولتق و شگفتگی اور سرخی و
ثروتازی گیت الماں کے خون سے ہے۔

ہندوؤں نے بذریعہ لیکچر اور قومی صدقات کا رخ پیشہ ویر، کام چور
خیرات خور طبقہ سے موڑ کر قومی فنڈ کی طرف کر دیا۔ آج جو بھی دانی دان
رے کر نکلتا ہے۔ قومی فنڈ کا رخ کرتا ہے۔ کیا اسے گلی کوچہ میں
کوئی تقیم نہیں ملتا؟ ملتا ہے۔ اس کے پروسس میں کوئی بیوہ نہیں رہتی
رہتی ہے۔ گروہ سب سے منہ موڑ کر سب کو اپنے حال پر چھوڑ کر سبھا
اور سماج کے دفتر کی طرف قائم بڑھاتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے۔ آج خود
سماج تقیم ہے۔ آج سبھا بیوہ ہے۔ وہ قوم کی حیات پر افراد کی زلیبت
کو بخوشی قربان کر دیتا ہے۔ وہ ہنفتوں، بھگتوں اور رہنمائیوں کو ایک پیسہ
دینے کا بھٹکل روادار ہوتا ہے۔ مگر قومی فنڈ کے لئے صرف گوسوامی کنیشن
جی کو تین ماہ کی قلیل مدت میں چھ سو سات لاکھ روپہ دے دیتا ہے۔
لامبور کے اجلاس میں ایک لاکھ پانچ سو روپہ پیش کر دیتا ہے (دیرکھا
پہ ۵) اب سبھوں کو لیجئے اسٹیموں نے تو ہنفتوں سے بڑھ کر مار کمانی
اور منگامہ آرائی کے بعد آئینی طور پر قومی آمدنی کو عوام خور افراد کی جیب
سے "قومی فنڈ" میں منتقل کر لیا ہے۔ انہوں نے پیشہ و خیرات خور افراد
کی گردن پر بے دریغ چھری رکھ کر قوم کو بچا لیا۔

مگر ہم، افراد کی خوش حالی اور تقیش کے بقا کے لئے ملت کو موت
کے گھاٹ اتارنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔ مالونہ مانو مگر سن لو اور یاد رکھو
جب تک ہمارے زکوٰۃ، ہمارے خیرات منظم نہ ہوگی قوم نہ اٹھے گی۔ جب تک

بیت المال نہ بنے گا۔ کام نہ چلے گا۔ اگر بیت المال کے بغیر قوم زندہ رہتی۔
 اگر نفساوی طور پر تقسیم زکوٰۃ سے ملت کی رگ جہاں نہ کشتی۔ تو امت
 کے محسن اعظم، صدیق اکبرؓ مشکل ترین اوقات میں، ناسازگار حالات
 میں۔ اجلہ صحابہؓ کی موافقت کے باوجود سب سے پہلے ایسے لوگوں کے
 خلاف علم جہاد بلند نہ فرماتے۔ اسرار نبوت کے راز دار اور انوار رسالت
 کے آئینہ دار کی نظروں میں پہنچی جہاں کسی کی نظر نہ پہنچی۔ آپ کی بصیرت اور
 آپ کے علم و حکمت پر قربان غایے۔ بیک نظر آپ نے دیکھ لیا۔ کہ آج
 صدقات منتشر ہونے میں۔ تو قوم منتشر ہوتی میں۔ اگر زکوٰۃ گھر گھر ملتی ہے۔
 تو امت کا گھر لٹتا ہے۔ شیرازہ امت بکھرتا ہے۔ اگر بیت المال مضبوط
 نہیں۔ تو اسلام کی بنیادیں آج متزلزل ہوتی ہیں۔

ملت اسلامیہ کی موجودہ بدبختی و پستی کے اسباب و وجوہ میں ایک اہم
 سبب اور ایک بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ ہمارے صدقات کا مصرف قوم
 و ملت نہیں۔ کھانے پیتے ہوئے تازے اشخاص و افراد ہیں۔ قوم نڈھال
 اور مستہ حال ہے۔ گمراہ سے کوئی نہیں پوچھتا۔ تبلیغی مرکز کا تو خیر ہے وجود
 ہی عنقا ہے۔ تعلیمی اداروں اور سیاسی جماعتوں کا حال ملاحظہ فرمائیے
 سب قوم کی جان کو رو رہے ہیں۔ بیت المال نہ ہونے کے باعث دم
 توڑ رہے ہیں۔ سراپا ایشیا چودھری افضل حق مرحوم اگر بیوسی کالچور
 بیچ کر دفتر کالریہ ادا کرتے ہیں۔ تو حضرت مولانا محمد طیب صاحب کابل کی
 گھلبوں کی خاک چھان کر ملازمین دارالعلوم کو تنخواہیں دیتے ہیں۔ کوئی نہیں
 جو مخلص قومی کارکنوں کی حالت زار پر رحم کرے۔ کوئی نہیں، جو یتیم قوم

جسے سنت اور غریب اسلام پر تیس کھائے۔ ہم میں کوئی جگل کشور برلا
 ہے نہ باوا گورکھ سنگھ، مہاراجہ محمود آباو سے نہ سرفراز اللہ خاں۔
 تشکیل جماعت۔ یاد رکھو امرکز تنظیم اہل سنت صرف تبلیغی ادارہ نہیں
 کہ اس کی سرگرمیاں وعظ و تقریر و دعوت و تبلیغ اور نصیحت و مواعظت تک محدود
 ہیں، یہ مرکز تنظیم ہے۔ اس کا اولین فرض آوارہ قوم اور منتشر افراد کو
 کو منظم کرنا، ایک مرکز پر لانا ہے۔ اس کا پہلا کام شہر شہر تقصیہ تقصیہ
 قریہ بہ قریہ جماعتوں کی تشکیل ہے۔

قیام بیت المال۔ جہاں کہیں جماعت بن جائے وہاں اس کا پہلا
 کام بیت المال کا قیام ہے۔ پہلا قدم زکوٰۃ و صدقات کی تنظیم ہے۔ کوشش
 کی جائے کہ ایک پیسہ پیشہ و خیرات نور طبقہ کے پاس نہ جائے۔ اراکین انجمن
 اپنے حلقہ اثر سے تمام زکوٰۃ و خیرات انجمن کے بیت المال میں جمع کریں جو
 باہمی صلاح و مشورہ سے جائز مصارف اور اہم مقاصد پر خرچ ہو گا۔

بیت المال

خصوصاً نروید ہرزامیت کے متعلق لکھنؤ کے

پتہ

مکتبہ اہل سنت، نور محلہ، لاہور

۲۶۔ میت المال

زکوٰۃ و صدقات کا رخ بدلو!

آنکھیں کھول کر اغیار کے قومی فنڈ دیکھو!

(از مہتمم مرکز تنظیم اہل سنت)

(۲)

خروس اور شہباز سب اوج پر ہیں
مگر ایک ہم ہیں۔ کہ بے بال و پر ہیں
مردم شماری کے حسب ذیل اعداد و شمار سے معلوم ہو گا کہ وہ اسلام
جو آندھی اور سمندر کی تلاطم خیز موجوں کی طرح اطراف عالم میں بڑا جھلا آ رہا تھا۔ روز
روز پسماندہ ہوا جاتا ہے۔ اور دیگر مذاہب روز افزوں ترقی پذیر ہیں :-

اقوام	۱۹۰۱ء	۱۹۱۱ء	۱۹۲۱ء	اضافہ فی صدی ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۱ء تک	اضافہ فی صدی ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۱ء تک
مسلمان	۹۲۲۵۸۰۶۶	۹۹۴۶۶۹۹	۹۸۶۳۵۲۲۲	۶۶۶	۳۵۱
عیسائی	۲۹ لاکھ	۳۸ لاکھ	۴۵۴۵۴۲	۳۲۶	۲۲۶۶
آریہ	۹۲ ہزار	۲ لاکھ ۳۳ ہزار	۲۶۶۵۶۸	۱۶۲۶	۹۲۶۲

اسی پر بس نہیں، ابھی منٹے! اور جگر محتام کر منٹے!
فتنہ ارتداد:۔ کس قدر قلق انگیز اور اضطراب آفریں ہے یہ حقیقت!
مگر بے حقیقت! کہ دنیا کو دعوت ایمان دینے والے اور واقفین اسلام ہیں
لانے والا مسلمان آج خود مزد ہوا جاتا ہے۔ کس درجہ دردناک اور اہم
انگیز ہے یہ صورت حال۔ کہ رشاد و ہدایت کا پیغمبر خود کفر و ضلالت میں گھس گیا
ہے۔ کتنے روح فرسا اور رنجاء ہیں یہ واقعات! کہ الجیزا کے سچاس ہزار
مسلمان عیسائی ہو گئے۔ شروہانہ نے بس لاکھ مسلمانوں کو مزد کیا۔
(انگلش مین ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء) اور ماہ سہما نے ۱۹۲۶ء تک صرف ایک صوبہ
بنگال میں سچاس ہزار فرزند ان تو حید کو مندر بنایا۔ (مہدم ۲۸ مئی ۱۹۲۶ء)
اب سوال یہ ہے۔ کہ اسلام جو دین فطرت ہے۔ جس کے اصول و عقائد
عالمگیر، اعلیٰ و ارفع اور عقل و طبیعت کے موافق ہیں۔ وہ کیوں اس قدر پیچھے
رہا جاتا ہے ۱۶ اور وہ ذرا سب باطلہ جن کے اصول و مبادی قطعاً غیر فطری،
نامعقول اور انتہائی لچر اور فضول ہیں۔ کیوں آگے بڑھے جاتے ہیں
میں اس کا جواب عرض کرنے کے لئے قارئین کو فقور نبی دیر کے لئے
واقعات کی دنیا میں لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ حالات کی روشنی میں
دیکھ لیں۔ کہ اعیار اپنے اپنے فرقہ کی تبلیغ و اشاعت میں کس درجہ ...
حائقی اور ایثار و فدائیت سے کام لے رہے ہیں؟
عیسائی۔ سب سے پہلے عیسائیوں کو لیجئے! یہ حکمران قوم لشکرِ اقتدار و
حکومت ہیں بدست ہو کر اپنے اس ذریعہ سے غافل نہیں ہوئی۔ بلکہ
روز افزوں دھچکی لے رہی ہے۔ اور تبلیغی فنڈ میں زیادہ سے زیادہ

روپیہ دے رہی ہے۔

۱۔ ۱۹۱۳ء میں ہندوستان میں ۱۳۶ مسیحی جماعتیں کام کرتی تھیں جن کے لئے عیسائی قوم ۵۲ کروڑ روپیہ سالانہ پیش کرتی تھی اور مجموعہ دہلی (۲۷) ۱۹۲۳ء میں مسیحی مشن ۱۶۷ ہو گئے۔

ملک میں ۱۲۴ تبلیغی مراکز میں ۶۲۱۸ مشنری کام کرنے لگے۔ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۰ء پادری برسر کار ہیں۔ جن پر عیسائی قوم ۶۰ کروڑ روپیہ سالانہ خرچ کرتی ہے۔ اور ۶ ہزار ان ہر ماہ عیسائی ہوتے ہیں۔ (برطانوی جوائلی ۱۹۳۸ء)

۲۔ مولانا محمد علی مرحوم کے اخبار "سمدرد" (۹ اگست ۱۹۲۵ء) میں ہے۔ عیسائی تبلیغی مراکز انگلستان کا فقط ایک خرچ آف انگلینڈ ہر سال دس لاکھ پونڈ یعنی ڈیڑھ کروڑ روپیہ خرچ کرتا ہے۔ اور دوسرے گروہوں کا خرچ ملایا جائے۔ تو مجموعی رقم ۲۵ لاکھ پونڈ دہونے چار کروڑ روپیہ سالانہ ہوتی ہے۔

۳۔ "انہیان" (۶ جولائی ۱۹۳۴ء) لکھتا ہے۔ اب جہاں عیسائیوں کی ۶۲ لاکھ کی جمعیت موجود ہے۔ سو سال پہلے ان کا عدم وجود برابر تھا۔ یہ صداقت کی فتح نہیں بلکہ محض قربانی کی فتح ہے۔ برٹش اینڈ فارن ہائیڈرو سوسائٹی ہائیل کے تراجم پر ہر سال پچاس لاکھ روپیہ صرف کرتی ہے۔ ۱۹۳۳ء تک انجیل کے تراجم کروڑ ۱۸ لاکھ ۵۲ ہزار ۵۹۶ نسخے دنیا میں تقسیم کیے۔

۴۔ "آؤزیندار" (۲۳ اکتوبر ۱۹۳۳ء) بعنوان "ہندوستان میں مسیحی

تبلیغ کے حیرت انگیز اعداد و شمار مسلمانوں کی تبلیغی انجمنوں اور سرمایہ دار مسلمانوں کے لئے سرمایہ بصیرت لکھتا ہے۔ ہندوستان میں ۲۲۶ مٹن کام کر رہے ہیں گذشتہ سال کا خرچ جس میں مٹن کی جامداد بھی شامل ہے۔ ۵۴۶۲۹۶۸۹۲ روپیہ ہے۔

۵۔ انگلستان کے بعد امریکہ کی طرف نظر کیجئے۔ ایمان (۶ جولائی ۱۹۳۳ء) میں ہے۔ "ہنری نورڈ کے بعد راک فیئر دنیا کا سب سے بڑا دولت مند ہے۔ یہ ابتدا میں مزدور تھا۔ اور اس قابل بھی نہ تھا۔ کہ گلوبل خرید سکے۔ اس نے اپنی پہلی کمائی میں سے تبلیغ علیسائیت کے لئے ۵ پانس چندہ دیا تھا۔ پورے مہینے میں ۳ سٹنگ اور ۵ ہفتوں میں ۷ سٹنگ"۔

دیکھئے اب یہی غریب اور مزدور راک فیئر کروڑتی بنتا ہے۔ اخبار بیج ویکی (۱۵ جون ۱۹۳۷ء) لکھتا ہے۔ "مسٹر راک فیئر دنیا کے مشہور تیل کے بادشاہ تھے۔ اس کے خیراتی کاموں میں خرچ کا اندازہ ۱۲ کروڑ پونڈ لگایا جاتا ہے۔ وہ اپنے فرقہ کے تبلیغی کاموں میں بڑی امداد دیتا تھا۔ ۱۹۱۵ء میں نیویارک کے ایک گریج میں تبلیغ کے لئے اپیل کی گئی۔ ۳۸ منٹ کے اندازہ ۶۵۰۰ پونڈ کی رقم لائی۔ راک فیئر نے ۳۲۰۰ پونڈ کی رقم اپنی جیب سے دے دی۔"

غور فرمائیے! مزدور تھا تو دو پیسوں سے تبلیغی فنڈ کی امداد کرتا تھا۔ اور کروڑتی بنا تو سو پانچ لاکھ روپے بیک وقت دے دے۔ نہ فقیر تبلیغی اور بیت المال میں حصہ لینے سے محروم و معذور ہے۔ نہ سرمایہ دار۔ ناقص دیکھے پورا۔ مگر ہم ہیں۔ کہ اگر فقیر دست لگے، محتاج و ناقص دست ہے

تو امیر شاہ دولت میں مخمور و بد مست، دین سے یکسر بے پروا، خدا و رسول سے مستغنی، اور تبلیغ کی ضرورت اور بیت الماں کے تصور سے نا آشنا!

۶۔ مسیحی رسالہ "المائدہ" الامور و مہمات سے :- ۱۹۳۲ء میں لندن میں مشنری سوسائٹی کو ۶۴۰۰ پونڈ ملچھوڈ سٹ مشن کو ۱۵۹۰۰ پونڈ، اس مشن کی زناہ شاخ کو ایک لاکھ پونڈ اور بیلپسٹ مشن کو ۱۰ ہزار پونڈ اور بائبل سوسائٹی کو ۹ ہزار پونڈ اور جیرج مشن کو ۳۳۰۰ پونڈ گزشتہ برس سے زیادہ آمدنی ہوئی۔ "پیغام صلح" (۲۴ نومبر ۱۹۳۳ء)

ظہن دو :- حکمران قوم کی بلند پروازیوں کے بعد اب ذرا غلام برادران وطن کی اولوالعزمی ملاحظہ ہو :-

سب سے پہلے سیٹھ جگل کشور برلا کو لیجئے :-

(۱) سوڈمی شرومانند ایک خط میں لکھتے ہیں :- کہ سیٹھ جگل کشور برلا اس ہزار روپے ماہوار آریہ سماجی کام کے لئے دیتے ہیں۔ (دیکھ دیجئے ۱۱/۲)

(۲) اللامان دہلی ۱۳/۲ بعنوان "زندہ قوم کے زندہ افراد" لکھتا ہے :- سیٹھ جگل کشور برلا ہندوؤں کی کوئی ادارہ نہیں جو ان کی امداد کار میں منت نہ ہو۔ کانگریس کو لاکھوں روپے دیتے ہیں، اشرفی سٹیشن کے وہ علمبردار ہیں۔ اور لاکھوں روپیہ سوڈمی شرومانند کی نذر کیا۔ حال ہی میں وہ لاہور گئے۔ تو وہاں دیکھی اسے۔ وہی کانج کو دس ہزار روپیہ اور آریہ پر تپتی ندھی سبھا کو ۲ ہزار روپیہ سناتن دہرم کانج لاہور ۵ ہزار روپیہ آریہ پر تپتی ندھی سبھا کو ریاست شراونگور میں کام کے لئے ۵ ہزار روپیہ آل انڈیا سٹیشن امرتسر کو ۲۰ ہزار روپیہ دیار اس کے علاوہ ہزار ہزار اور ۵۰۰ کی بہت سی رقمیں لکھ کر اللامان "لکھتا ہے" ہمارے کتنے روٹسار ہیں۔ جنہوں نے کسی

تبلیغی ادارہ کی سیٹھ برلا کے عشر عشر کے برابر بھی امداد کی ہو۔ ہمارے مسمول حضرات کو سیٹھ برلا سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

(۳) - (ٹیچر ڈیپٹی $\frac{1}{4}$ ۱۵) سیٹھ جگل کشتور برلا نے انڈیا ہیرکن سٹیوک سنگھ کو ۲۵ ہزار روپیہ کی گران قدر رقم عطا کی ہے۔

(۴) ہندو مہا سبھا بھون نئی دہلی کی عمارت پر لاکھ ۱۲ ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ جس میں ۹۵ ہزار سیٹھ برلا نے دیا۔ (دیر بھارت ۱۹۴۲ء)

(۵) گو سوامی گنیش دت جی نے کہا۔ کہ سیٹھ جگل کشتور برلا ہندو دن کی اتنی کے لئے اگر ڈیڑھ لاکھ روپیہ دان کر چکے ہیں۔ (دیر بھارت ۳۰ اپریل ۱۹۴۳ء)

(۶) سنان دھرم کالج کی سلور جوبلی پر سیٹھ صاحب کے دان کی تقصیر حسب ذیل ہے :- سنان دھرم پر ترقی ندھی سبھا لاکھ۔ سنان دھرم کالج ۱۵ ہزار۔ ہندو سنکاری سکول ۱۰ ہزار، دیانند سنکاری سکول ۵ ہزار سنان دھرم آیور ویدک کالج $\frac{1}{4}$ ۲ ہزار، سنان دھرم سبھا اوکاڑہ ۳ ہزار آریہ سماج ٹائی سکول اوکاڑہ ۳ ہزار (ہزار ہزار اون ۵۰ کی رقمیں اور بہت سی ہیں) (دیر بھارت ۲۱ مئی ۱۹۴۳ء)

(۷) دیر بھارت میں لعنوان ہندو دھرم سید اسنگھ ٹرسٹ "ایس بی بی پنجاب میں سنان دھرم سبھا اور آریہ سماج سی پی ای، بہار، بنگال اور راجستھانہ میں بہت سی دوسری سنگتیں ہیں برکینوں اور پرانی جاتیوں کو علیحدگیوں کے چنگل سے بچانے اور بھگوان کرشن کا پیغام سناتے ہیں بڑی ہر گرمی دکھار رہی ہیں مسلمان ریاستوں میں بھی ہندو دھرم کا ناؤ بچا اٹھا ہے۔ یہ سارا کام تقریباً اوپر آ رہا ہے۔ اگر تیس لاکھ کے سرمایہ سے ان سب شکرلوں اور جھانٹوں کی اسی امداد کے لئے ایک

خاموش اور ٹھوس کام کرنے والی سنتھا میدان میں نہ آتی ۔

۱۹۳۱ء میں دان ویر سٹیج جنگل کشور میرا کے دل میں ایک خیال آیا
 اسی کا نتیجہ ہے ۔ آل انڈیا ہندو دھرم سیدھا سنگھ ٹرسٹ ۔ سٹیج جی نے تقریباً
 ۲۵ لاکھ روپیہ اسی ٹرسٹ کو دیا ۔ وہ لاکھ سٹیج رام کرشن ٹراکٹیا نے ، ایک لاکھ
 سٹیج سورج تل ناگر مل سے اور دو لاکھ دیگر بھائیوں نے ۔ سوا لاکھ سر پریم
 پت سنگھ نیا نے سنا تن دھرم ، آریہ سماج یا کسی اور دھارمک مشن کی
 کوئی بڑی سے بڑی پرستی نہ تھی سبھا اسی نہیں ہے ۔ جسے اس ٹرسٹ کے
 مدد نہ ملتی ہو ۔ لاہور ، دہلی ، ریتیک ، آگرہ ، اجمیر ، یوشیار پور ، بنارس ،
 بھنگل پور ، بمبئی ، ستارہ ، پونا ، لاکھی ، ناسک ، مراد نگر ، مارواڑ ، متھرا وغیرہ
 پچاسوں مقامات پر مختلف سنتھا میں اس ٹرسٹ کی ۔ ۔ ۔ امداد سے نہایت
 مفید کام کر رہی ہیں ۔ مثال کے طور پر ضلع کانگرہ میں دو یا پرچار کے لئے
 چھ ہزار سالانہ ملتا ہے ۔ کتنے پرچار مشن ہندوستان میں چل رہے ہیں یہاں
 سکھوں کی کئی ایسی ٹوشنوں اور دار جنگ سباز ناٹھ بنارس کی بودھ سوسائٹی
 کو بھی ٹرسٹ سے بھاری امداد مل رہی ہے ۔ اگر جنگ نہ چھڑتی ۔ تو ہندو
 دھرم سیدھا سنگھ کے پرچارک جاوا ، سماٹرا ، چین اور جاپان تک دھرم کا پیش
 لے کر پہنچتے

دو پر بھارت پہنچتے

آپ سے دیکھ لیا ! ایک ہندو سرابہ دار کی قربانی اور ایشیا سے ہندو
 قوم کتنی اونچی ہو گئی ۔ اس نے کس قدر زبردست تبلیغی کام کر لیا ۔ کیا کسی مسلمان
 سرابہ دار کے دل میں کبھی بھولے سے بھی یہ خیال آ سکتا ہے ۔ جو سٹیج برلا
 کے دل میں آیا ۔ ایک برلا پر کیا موقوف ہے ۔ ہندو قوم میں سینکڑوں نہیں

ہزاروں ایسے برلا ہیں۔ جنہوں نے ہندو مت کی ترقی و ترویج پر لاکھوں روپیہ پائی کی طرح بہا دیا۔ ایک برلا کے کاروبار سے جب ختم ہونے میں نہیں آتے تو ان دوسرے افراد کی قربانیاں پیش کرنے کی کیا ہرات کرے۔ بھڑکے کے چھتے میں کون ہانڈ ڈالے۔ اس لئے اب میں ہندو قوم کی دھرم پرچار کے سلسلے میں صرف سو سال کی مالی قربانیاں کا نقشہ حاضرین کو دکھانے پر قناعت کروں گا۔

- ۱۔ اخبار ایمان "یعنوان" وید پرچار کے لئے ایشیا "لکھنؤ" ہے۔
- ۲۔ گورکھ سنگھ کے ایک لاکھ روپیہ نسبت دو مہینوں میں وید پرچار کے لئے ۲ لاکھ ۵ ہزار روپیہ جمع ہو گیا۔ نیز آپ نے (بادا گورکھ سنگھ نے) ہندو سکھ اتحاد اور ہندو سکھ نوجوانوں کی تربیت کے لئے ایک لاکھ روپیہ یکمشت اور ۲ سو روپیہ ہوا کا وان ۵ سال تک دیا۔ (۲۱ ستمبر ۱۹۰۵)
- ۳۔ سناٹن دھرم کالج ملور جوٹی کے موقع پر ایک ہندو ۲ لاکھ ۲۶ ہزار جمع ہوا۔ سٹیج ڈالیا نے ۶۲ ہزار دیا (دیر بھارت ۱۹۰۵)۔
- ۴۔ اللہ شوریال جی ریٹائرڈ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے تمام زندگی سماج کے لئے وقف کر دی۔ اپنی کوٹھی میں آریہ سماج کا دفتر بنا رکھا تھا۔ ۶۵ سال کی عمر میں رات دن سماجی لٹریچر کا ترجمہ کرتے رہتے تھے۔ اب انتقال ہوا تو ۵۰ ہزار سماج کو دے گئے۔ "ایمان" (۲۰ ستمبر ۱۹۰۵)
- ۵۔ "ایمان" "یعنوان" آریہ تبلیغ "لکھنؤ" ہے۔ آریہ پراولٹیک سبھا لاہور کی گولڈن جوہلی پر سبھا کے صدر نے بتایا۔ وید پرچار فنڈ میں ۸ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ موجود ہے۔ بادا گورکھ سنگھ کی امداد سے جو دو لاکھ روپیہ

حال ہی میں جمع ہوئے۔ وہ اس کے علاوہ ہے۔ اب اس گولڈن جوبلی پر
 ۵۰ ہزار روپیہ اور جمع کیا جائے گا۔ مصیبت زدگان تحفظ بنگال کی امداد کے لئے
 باوا گورکھ سنگھ نے ۲ لاکھ روپیہ کا غلہ دیا۔ سوا لاکھ روپیہ متفرق طور پر
 آیا تھا۔ (یہ بیان کر کے ایمان لکھتا ہے) آہ ہمارا دل بھٹا جاتا ہے۔
 ہماری آنکھیں خون بہاتی ہیں۔ ہماری یہ دلی آرزو تھی کہ کسی مسلمان کو
 باوا گورکھ سنگھ کی کسی پریشانی سے ہمیں کہ ہماری یہ آرزو کسی طرح
 شرمندہ تعبیل نہیں ہو سکی۔ ہم لکھنا یہ چاہتے تھے۔ کہ اس غیر مسلم بھائی پر
 مسلمانوں کے نمونے کی پیروی کرو۔ مگر افسوس کہ ہم یہ لکھ نہیں سکتے
 اس لئے مجبوراً ہم یہ لکھتے ہیں۔ کہ اے برادران ملت! کیا آپ وید پرچار
 کے لئے آریہ سماج کی قربانیاں دیکھ رہے ہیں؟ (ایمان ۱۵)

”ایمان“ کا یہ نوٹ کسی حاشیہ آرائی کا محتاج نہیں۔ البتہ مسلمان
 بھائی سے اتنا ضرور عرض کروں گا کہ

برہمن از بتناں طاق خود آراست

تو قرآن را سر طاقے نہادی : (اقبال)

۵۔ یہی ”ایمان“ بعنوان ”قربانی کی مثال“ لکھتا ہے : آریہ پراوتھیگ

سبھالاہور نے ابھی گولڈن جوبلی پر کسی لاکھ روپے جمع کئے ہیں۔ اب

۲۶ نومبر کو آریہ سماج انارکلی اور آریہ سماج وچھووالی لاہور کے سالانہ

اجلاس ہوئے۔ پہلے اجلاس میں ۷۵ ہزار جمع ہوا۔ اور دوسرے میں

۵۰ ہزار۔ (۲۵)

۶۔ آریہ کانگریس کے اجلاس دہلی میں کانفرنس نے ۲۳ فروری کو فیصلہ

کیا۔ کہ ستیا رتھ پریکاش کی رکھت کے لئے ۲ لاکھ روپیہ کانڈ جمع کیا جائے
 اس فنڈ میں ۱۲ لاکھ روپیہ پنڈال ہی میں جمع ہو گیا۔ (پریتاپ ۲۵ فروری ۱۹۸۸ء)
 ۷۔ گورو کل کانگری کے سالانہ جلسہ ۷-۸-۹ اپریل میں ایک لاکھ
 سے زائد نقد روپیہ جمع ہوا۔ (دیوبھارت ہیم ۱۲)
 ۸۔ ہندوستان بھر میں آریہ دھرم میونسٹیوں کی برائیاں ختم کرنے کے
 لئے سنگھ نے ۵ لاکھ روپیہ منظور کیا۔ (پریتاپ ہیم ۲۱)
 ۹۔ لالہ خوشحال چند جوسند نے اعلان کیا ہے۔ کہ ستیا رتھ پریکاش
 کی ایک لاکھ کاپی منعت تقسیم کی جائے گی۔ (احسان ہیم ۹)
 ۱۰۔ ستان دھرم پر ترقی ندری سبھا کے جنرل اجلاس ہیم ۲ میں گو سوامی
 گپیش دت جی نے بتلایا۔ کہ انہوں نے صوبہ کا دورہ کر کے تقریباً چھ لاکھ
 روپیہ جمع کیا۔ اور ماہ جولائی میں بھی ایک لاکھ روپیہ جمع کیا گیا۔ اور یہ روپیہ
 جہاں بھی جمع کیا گیا۔ مقامی سبھا کے سپر زکوہا گیا۔ اب پر ترقی ندری سبھا
 کی باری ہے۔ صرف دس منٹ تک فرسٹ کلسی رکھوں گی۔ چنانچہ دس
 منٹ کے اندر اندر ایک لاکھ چار ہزار ۶۴۲ روپیہ جمع ہو گیا۔ (دیوبھارت ہیم)
 یہ کبھی نہ بھولنا چاہئے۔ کہ یہاں ہم نے صرف وہ قربانیاں پیش کی
 ہیں۔ جو ہندو قوم اپنے دھرم کی ترقی اور پریچار کے لئے کر رہی ہے۔ اور
 یہ لوگ تعلیم، زبان، صنعت و حرفت، صحت، امن و سکھ، اتحاد اور سہا سے
 جدوجہد وغیرہ کے سلسلہ میں جو خرچ کر رہے ہیں۔ اس کے بیان کے
 لئے تو ایک دفتر چاہئے۔ صرف ایک مثال دے کر اس قصہ زلف پار
 کو ختم کرتا ہوں۔

کستور با مہجوریل فنڈ۔ کستور بانی گاندھی کے انتقال کے بعد
 اعلان کیا گیا۔ کہ ان کی یاد نگار قائم کرنے کے لئے ۷۵ لاکھ روپیہ جمع کیا جائیگا
 جس میں صوبہ بہار نے دس لاکھ، صوبہ سندھ نے ۷ لاکھ پیش کرنے
 کا فیصلہ کیا ہے۔ (ایمان پیک ۱۵) اسی فنڈ میں ٹانٹا نے ۱۰ لاکھ اور برلا
 نے ایک لاکھ دے دیا۔ اور اسی فنڈ میں سہ ماہی کے خاتمہ تک ایک کروڑ
 پچیس لاکھ روپیہ جمع ہو گیا۔ (زمزم ۱۱) غور فرمائیے! اپیل یون کر ڈی کی
 اور ملے سو کروڑ سے بھی کم ہونے لگا جام اس نے خم دیا۔

مسلمان۔ اختیار کے کارنامے دیکھ لئے! اب ذرا اپنے گریبان
 میں بھی جھانک لیں۔ انوہ! یہاں تو کھاتہ ہی خالی ہے۔ بلکہ تبلیغی فنڈ کا
 کھاتہ برے سے بے ہی نہیں۔ ادھر سر آرہتی اور مرد لال کے ہاں۔ بلکہ
 دوکان دوکان پر دہرم کھاتہ کھلا ہے۔ ادھر مسلمان بیت المال کے نام
 سے نا آشنا ہے۔ اور تبلیغی ذوق تک سے محروم! اقدام دقربانی تو بجائے
 نمود! سے ادھر سے زور بھی، زور بھی تڑپ بھی

بجز لہرہ ادھر کچھ بھی نہیں ہے!
 یہاں آہ و فغاں میں اور ناسے
 غرض جز شہم تر کچھ بھی نہیں ہے
 غضب یہ ہے کہ اپنی قوم کے پاس
 بہت کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں ہے

ان حالات میں اگر مردم شماری کی باس آفریں ریڈر میں ادرا تدا
 کے لرزہ انگیز واقعات ہمارے سامنے نہ آئیں تو کیوں! انعام کے

بے کس تقسیم اور بے نوا بیوہ کو خدا کے رسم و کرم پر چھوڑ کر، بلکہ اپنا پیٹ
کاٹ کر عمر بھری کمانی جھولی میں ڈالی۔ اور خرچ، سماج، مندر، سبھا اور
گوردوارہ کی راہ لی۔ لاکھوں روپے قوم کی نذر کئے۔ اور ہم ہیں۔ کہ عمر
بھری تھے، چالیسویں، پچاسویں، گیارہویں اور اندر نیاز کے مسائل و مباحث
پیٹ کے دھندوں اور کھانے پینے کے بھٹوں میں مصروف و منہمک اور
باہم دست و گریباں ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے سے

یاران تیز کام نے عمل کو جا لیا۔ ہم مجبوراً جو جس کا روال رہے
حقیقت یہ ہے۔ کہ مسلمان خرچ کرتا ہے۔ اور کیا عجیب ہے۔ کہ دوسرے
نقلوں سے زیادہ خرچ کرتا ہو۔ مگر مصروف غلط اور بجا ہے۔ تو دولت مندر
کی طرف جاں بلیت ٹٹکتا ہے اور اس کی تفصیلات کامرہ مشرق کی طرف کھول
ہے۔ بیت المال بجانب شمال ہے۔ اور یہ جنوب کی طرف جا رہے۔

آخر کی گزارش۔ ہماری درد بھری اور مخلصانہ استدعا ہے۔ کہ آپ
خرچ دی کریں۔ جو کرتے ہیں۔ زیادہ نہ کریں۔ بلکہ چاہیں تو کچھ کم کر لیں
مگر مت بدل لیں۔ زکوٰۃ و صدقات اور جمیع خیر خیرات کا رخ بیت المال اور
صرف بیت المال کی طرف کریں۔ آپ اپنے صدقات نافلہ، واجبیہ اور نقد
و جنس سے مقامی انجمن تنظیم اور مرکز کے بیت المال کو بھریں۔ اور پھر دیکھیں
کہ دنیا میں اسلام کاڑ کا سجتا ہے یا عیسائیت و سماج کا
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاءُ (نورم ۱۵)

تردید مرزائیت میں قابل مطالعہ لٹریچر

فیصلہ مقدمہ بہاولپور۔ جس میں اسلامی ریاست کے فاضل حج محترم محمد اکبر خاں صاحب نے اے۔ ایل۔ ایل۔ بی نے مرزائی کو مرتد قرار دے کر مسئلہ کا نکاح نسخ فرما دیا۔ ۱۵۲ صفحے۔ ٹائٹل رنگین اور دیدہ زیب قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

بیانات علمائے ریائی۔ حجت الاسلام علامہ الوریثناہ صاحب کا شمیری دیر اکابر علمائے امت کے مفصل بیانات اور مجتہدانہ نکات بدلائل قاطعہ۔ جن کی بنا پر مذکورہ بالا فیصلہ ہوا۔ ٹائٹل رنگین ۱۸۴ صفحے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

تحقیق لائٹنی (مرزا صاحب کی پیشگوئی متعلقہ بہ نکاح محمدی بیگم کی بنیاد پر تحقیق ہے۔ ۲۰۰ صفحے قیمت ایک روپیہ ۱۲)

حقیقت مرزائیت۔ مرزائیت کے گھر کے بھیدی مباحثہ صاحب کی قابل دید تالیف ۱۵۲ صفحے۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔

ترک مرزائیت (از فاسخ قادیان مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب اختر اپنی اس تالیف میں مولانا نے بتایا ہے۔ کہ انہوں نے مرزائیت کو کیوں ترک کیا۔ قادیانی مذہب کی ضلالت اور گمراہی اس کتاب کے مطالعہ سے پوری طرح سے کھل جاتی ہے۔ قابل دید چیریے۔ ٹائٹل نفیس ۱۲۰ صفحات۔ قیمت ۵۰ روپیہ۔

ملنے کا پتہ :- پبلشر ملکتیہ اہل سنت شاہ منزل، نور محلہ، لاہور۔

مرکز کی بہت سی مثالیں

تعمیراتی ضروریات

کے لئے

ایک

۲۸۔ مرکزی سمیت الممال کیلئے

مالی امداد کی درخواست

(از مشتم مرکز تنظیم اہل سنت)

(۱)

یارب! یہ التجا ہے کہ تو اگر کرے

وہ بات دے نہ باج، جو دل میں آئے

تحریک تنظیم کی ضرورت و اہمیت۔ باقی دنیا سے قطع نظر اسی ...
 ہندوستان میں عیسائی، شیخیہ اور مرزائی مراکز اپنے اپنے متعلقین کی امدادوں
 اور اپنے معاہدین کی ترابیوں کے باعث روز بروز نہایت مضبوط
 اور مستحکم ہوتے ہیں۔ ان کے کارکن اور پیچھا رک بہ جگہ مسلمانوں کو گمراہ
 اور مرتد کرتے پھرتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان ہی ہیں۔ جو بے علم و بے ربط،
 بے مرکز و بے ملت ہوتے کے باعث ہر فنڈ کو قبول کرنے اور ہر گمراہی کو
 پسند کرنے پر بروقت آمادہ و تیار ملتے ہیں۔ صنعتی و تجارتی اداروں کے باقی
 اعیانہ کی سیاسی، تعلیمی و تفریحی اور صنعتی و تجارتی ادارے، مقور و کمی بلشی کے
 مسلمانوں کے سیاسی تعلیمی، صنعتی و تجارتی ادارے مقور و کمی بلشی کے
 ساتھ بے شک نظر آئیں گے۔ لیکن ان کے تعلیمی مرکزوں کے باقی

اسی رنگ اور اسی پیمانہ پر کوئی اسلامی تبلیغی مرکز آپ کو ہندوستان بھر میں کہیں دکھائی نہ دیگا۔ آپ اسے مسلمانوں کی بدقسمتی یا قلت... اسلامیہ کے لئے ایک حادثہ کہیں بہر حال یہ بھاری کمی اب تک موجود تھی۔ جسے پورا کرنے کے لئے بعونہ تعالیٰ مرکز تنظیم اہل سنت وجود میں آیا ہے۔

امداد و قربانی کا بہترین مصرف۔ اب یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ یہ تبلیغی مرکز آپ کی ہر امداد، ہر داد و بخش اور ہر قسم کی معاونت و دستگیری کا مستحق ہے۔ آپ اس بار سے میں جتنا زیادہ غور و خوض فرمائیں، تحریک پاکوانٹا اللہ امداد و قربانی کا بہترین محل اور افضل ترین مصرف پائیں گے۔ کیونکہ تبلیغ و اشاعت اسلام تمام حسنات کا منبع اور سرچشمہ اور تمام عبادتوں کی بنیاد و اساس ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ اس قسم کی امداد کی تعیین سے پہلے مخالف و گمراہ کن جماعتوں کا مطالعہ پوری توجہ اور پوری تفصیل کے ساتھ کر لیا جائے۔ ان کے ساز و سامان، ان کے انجارات و رسائل۔ ان کی آمد و خرچ کے لاکھوں کے بجٹ، ان کے عزائم و اولاد سے بلا خطہ فرما سنے اور یہ غور لائے جائیں۔ تاکہ اندازہ ہو سکے کہ کس معیار پر ہمیں کام کرنا مطلوب ہے۔ اور اس مقصد کے لئے امداد و قربانی کا معیار کیا ہونا چاہئے۔

ہمیں یہ خدشہ اور خطرہ ہے۔ کہ آپ دیگر فرقیات کی تبلیغی سرگرمیوں اور مالی قربانیوں کی تفصیلات سے شاید بے خبر ہونے کے باعث زیر بحث

کام کے معیار اور مرتبہ کا ٹھیک ٹھیک اور صحیح صحیح اندازہ نہ لگائیں۔ اور محض اسی وجہ سے اس معیار پر اس مسئلہ کی پہلے ہی مرکز کی امداد نہ فرما سکیں، جو موجودہ وقت میں نہ صرف مطلوب ہے، بلکہ درحقیقت ایک نام اور مقدس فریضہ کا درجہ رکھتی ہے۔

آخر میں ہم پھر بھی گزارش کریں گے۔ کہ تحریک مذاکم از کم ایسے عامیانہ سلوک کی ہرگز مستحق نہیں۔ کہ محض دفع سوال کے طور پر چھوڑ دے دلا کر چلتا کیا جائے۔ یہ سن ان باطل اداہوں کے بالمتقابل قائم کیا گیا ہے جو اپنی پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ سالہ جو بیابان مناجات کے ہیں، جنہوں نے ملک بھر میں اپنی اپنی برائیوں اور شامتوں کے جال بچھا دیئے ہیں جن کے ٹنڈے اور جاندار ہیں سرسری قیاس اور تصور سے بالاتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ لَنْ نَّأْتِيَكَ بِشَيْءٍ مِّنْهُمَا لَآتِيَنَّكَ جَنَّتَانِ
 ہم بھی اس سلسلہ میں جناب کی محبوب فرمائی، محبت بھری اماں اور معاونت اور زندگی کے آخری دم تک پر کیف دل چسپی اور پرسوز لوحہ کے آرزو مند اور متشہی ہیں۔

پچھلی غفلت اور بے توجہی سے توبہ واستغفار کرتے ہوئے اگر اس وقت بھی ہم اشاعت اسلام اور حفاظت دین کا کوئی تدارک و اہتمام کر گزرے، تو تلافی یافت ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہم اب بھی جاگے اور برابر خواب غفلت میں سرشار رہے، تو آج جو نئے کچھ نئے ہلے پہر دکھائی دیتے ہیں، کن بھی تریب تر ہو آئیں گے۔ اور خدا نخواستہ گمراہی و عسائیر و گمان اور جانشینان یہی مال و دولت اپنی گمراہی

اداروں پر خرچ کر کے دوسرے مسلمانوں کی ضلالت و گمراہی کا موجب
 ہو رہے ہوں گے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آنجناب ہماری ورد مندانہ ...
 در خواست اور مخلصانہ استدعا کو قبول فرماتے ہوئے آج اپنی آمد فی اہم
 جائداد کا ایک معقول حصہ دین کی حفاظت اور اسلام کی اشاعت
 میں لگا کر کل اسی جائداد کو کفر کی نشروا شاعت اور باطل کی تائید و
 حمایت میں صرف ہونے سے بچالیں وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

یا دیکھنے کی دو باتیں

کبھی نہ بھولنے کے لئے کہ :-

۱۔ تنظیم اہل سنت سیاسی کشمکش سے بالذکر سولہ آئے تبلیغی تحریک
 ہے۔ اس کا اٹھادوم مذاہب باطلہ مثلاً عیسائیت، آریہ سماج، مزہبیت
 ضیاعیت اور الحاد و دہریت سے تو ہو سکتا ہے۔ مگر مسلم لیگ ...
 کانگریس یا کسی اور سیاسی جماعت سے نہیں۔

۲۔ تحریک تنظیم کا مقصد : فروعی اختلافات اور جزئی نزاعات
 کو یک قلم مٹا کر اصول دین میں متحد اور بنیادی عقائد پر متفق تمام
 طبقات اہل سنت کو منتظم کرنا ہے۔

خلاصہ یہ کہ سرزندہ اور سچے مسلمان کی خدمت میں خواہ
 وہ کسی سیاسی نقطہ نظر کا مالک ہو یا کسی فقہی مسلک سے وابستہ ہو۔
 ہماری پرزور، مخلصانہ اور ورد مندانہ دعوت ہے کہ وہ ان بارے

نام باہمی اختلافات کو نظر انداز کر کے اس پلیٹ فارم پر کفر و باطل کی ترویج و ترویج اور حق و اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا مشترک فرض انجام دے۔ اسی میں ہماری دنیوی فوز و صلاح اور اسی میں ہماری اخروی نجات اور عاقبت کی بھلائی ہے۔

قائمی زندگی کا پیروانی کام

ہمیشہ یاد رکھئے کہ:-

مرکز تنظیم کا مقصد و استقلاال ہماری چند روزہ زندگی کا ...
 نصب العین اور حیات کا شمار کا پانڈا کا ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ
 فرض ہو جائے۔ کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے اس دینی مرکز کو اتنا مضبوط اور مستحکم
 بنا دے کہ یہ نہ صرف اندرون ملک، بلکہ بیرون ممالک میں بھی مضبوط و
 اشاعت اسلام کے اہم ذریعے بھی بن سکے۔ آج جہاں
 یورپ، امریکا اور جاپان میں اسلامی تبلیغ کی شدید ضرورت ہے۔ وہاں
 اسلامی ممالک میں تشدد و مزاحمت کا سدباب بھی شد ضروری ہے۔
 حقیقت اندرون ملک اور بیرون ممالک ہر جگہ مسلمانوں کو گمراہی
 جماعتوں کے برے طریقے گھیر رکھا ہے۔ بعض ایام گزشتہ اور انتشار و تفرق
 کے سبب ان کی یہ حالت ہے کہ انہیں توڑ کر دیکھ کر کوئی دستاویز
 رکھنے کوئی زینہ مگر کرے۔ از سر نو ان کی خائنیت و گمراہی، ان کی
 اٹھان، اجماع اور ان کی آپ لٹ کا کام کچھ آسان کام نہیں ہے۔

بارگراں سے سبکدوش ہونے کے لئے مرکز کو لاکھوں روپے کی ضرورت

ہے۔
 فرزندِ اہل اسلام کی دینی حمیت اور ملی غیرت سے توقع ہے کہ وہ
 اپنی غیر معمولی امداد اور وسیع ایشیا و قریبا کی سے مرکز کو اس قابل بنادیں گے
 کہ وہ یہ اہم فریضہ سر انجام دے سکے۔
 نوٹ :- یہ مضمون ایک حقیقی کی صورت میں طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے
 (مرتب)

خطبہ استقبالیہ
 (۱۲) مرکز تنظیم اہل سنت لاہور
 ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو جب کہ مرکز تنظیم کے دوسرے سالانہ جلسے کا
 خطبہ استقبالیہ چھپ چکا تھا۔ اور تمام تیاریاں مکمل تھیں۔ لاہور میں عام
 جلسوں پر پابندی لگا دی گئی۔ اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے ہمیں العقاد
 جنسہ کی خاص اجازت دینے سے انکار کر دیا۔
 اب آپ یہ خطبہ استقبالیہ منگوا کر کھریجئے ہمارے سالانہ اجلاس کی پہلی
 نشست کا لطف حاصل کریں۔

دینی اور دنیوی معلومات کا ایک ذخیرہ ہے $\frac{۲۶ \times ۲۰}{۸}$ کے ۶۹ صفحات
 قیمت ایک روپیہ مع وصول
 پینچر بکٹریہ اہل سنت، شاہ منتر، انور محلہ، لاہور

۴۹۔ اشاعتی اور ویدیائی

کلمہ

ایک لاکھ کی اپیل

(۲)

مرکز منظم کا مالی سال یکم اپریل سے شروع ہوتا ہے۔ جہاں پہلے سال نومبر ۱۹۳۳ء سے آخر مارچ ۱۹۳۵ء تک ایک سال ۵ ماہ کی کل آمدنی
 ۹ - ۱۱ - ۹۹۳۶ روپے تھی۔ دہاں اس سال ۳۱ مارچ تک مرکزی بیت المال میں اعضاءِ تعالیٰ ۹ - ۱۵ - ۱۱۹۶۶ روپے کی رقم آئی۔

پہلے سال کی نسبت یہ آمدنی ڈیڑھ گنا سے بھی زیادہ ہے۔ آپ کے نزدیک یہ ترقی شاید تو عامہ انداز ہوگی۔ لیکن میرے نزدیک روح فرس ہے کیونکہ ہمارا مقابلہ اپنے پہلے سال سے نہیں۔ بلکہ اخبار کے ساتھ سے۔ جن کے تبلیغی مراکز آج اپنی ساٹھ سالہ جوئیاں بنا رہے ہیں۔ اور ایک طلبہ پر آٹھ لاکھ سے اوپر جمع کر لیتے ہیں۔

ہمارا بھیجہ مقام۔ تحریک تنظیم کسی خاص مقامی ضرورت اور فنی معاونت ہنگامی مہیاں و تلامذہ اور عارضی جوئش و اندویش کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ ہم جوئشیں بنیادوں پر اور وسیع تر دائرہ میں ثبات و استقلال کے ساتھ نشر و ابلاغ کا مقابہ

اور مدافعت کرنے کے لئے اٹھیں، ہمارے کام کا معیار بلند، ہمارے عزائم بلند تر، ہماری سبکیں ہمہ رس اور ہمارا پروگرام ہمہ گیر ہے۔ ہم ان عالم گیر فتوں کی مدافعت کے لئے میدان عمل میں اترے ہیں۔ جن کا سالانہ بجٹ بیس لاکھ کان رہا ہے۔

جب میں اردائے اسلام کے ساز و سامان، ان کے لاکھوں کے بجٹ، کروڑوں کی جائیدادیں، متعدد اخبارات و رسائل، بیسیوں پریچارک اور پروپاگنڈسٹ دیکھتا ہوں۔ اور ادھر اپنے صرف اٹھارہ سالانہ پر نظر کرتا ہوں تو سوچتا ہوں۔ کہ مسلمان کب بیدار ہو گا۔ جب پانی سر سے گزر جائے گا، مسلمان نو اخبار اجاگوار اور اپنے واحد تبلیغی مرکز کے بیت المال میں بیس اور اٹھ لاکھ نہ سہی، کم از کم ایک لاکھ روپیہ توجیح کر دو۔

اگر چند ہزار مرزائی ایک سال کا بجٹ بیس لاکھ بناتے ہیں۔ اگر پنجاب کے آریہ سماجی ایک جلسہ میں آٹھ لاکھ روپیہ جمع کر لیتے ہیں۔ تو دنیا کے اسلام کے واحد تبلیغی ادارہ۔۔۔ مرکز تنظیم۔۔۔ کے انتظام کے لئے ہندوستان کے کروڑوں فرزند ان توجیح کو سال بھر میں ایک لاکھ روپیہ جمع کر لینا کیا مشکل ہے لیکن ملت کے موجودہ جمود، دینی بے حسی، تبلیغ و اشاعت اسلام سے بے توجہی اور قریب مدافعت باطل کی طرف بے التفاتی کی طرف نظر کرو!

تو ایک لاکھ کا جمع کرنا مشکل، بلکہ ناممکن سا نظر آتا ہے۔ مشکل کا حل۔۔۔ مشکلات کے پیش نہیں آئیں، لیکن مشکل کے سامنے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جانا شیوہ مردانگی نہیں۔ مشکل کشا پروردگار کے لئے دعا بندے خطرات کو دعوت دینے بلائیں، کو توڑیں، اندیشہ نہ کریں اور مشکلات کو

حل کرتے ہیں۔ آگے ہی بڑھتے رہے ہیں۔ ہر سال صرف ہندوستان میں
 جو ہزاروں کلرگو مزدور لئے جا رہے ہیں۔ اگر انہیں اسلام پر ثابت قدم رکھنا اور
 غیر مسلمین تک دعوت اسلام پہنچانا منظور ہے۔ اگر براڈران اسلام کو اپنا
 دین اور اپنی آئندہ نسل کا ایمان عزیز ہے۔ تو انہیں بہر حال اس مشکل کو حل
 کرنا ہوگا۔

اس مشکل کا واحد حل ہماری متحدہ کوشش ہے۔ اگر ہم سب مل کر
 کوشش کریں۔ تو یہ مشکل حل ہو جاتی ہے۔ یہ بوجھ ہم سب مل کر ہی اٹھا سکتے
 ہیں۔ آؤ اب ہم سب مل کر اس ایک لاکھ کو آلیس میں بانٹ لیں اور ان بارگراں
 سے سبکدوش ہو جائیں۔ ۲۳ مئی ۱۹۴۶ء

ڈیو کی ترقی کے لئے

آپ بڑی خوشی سے جس پورٹیکل پبلسٹ فارم پر جا رہے ہیں

کام کریں۔ لیکن خدا را اپنی جماعت، اہل سنت کے ذہنی

پبلسٹ فارم کے قیام و استقامت میں پورا حصہ لے کر

اخروی نجات کی بھی فکر کریں۔

بہا شاعت اسلام اور وقت

کئی ایک لاکھ روپیہ کی مال

لاہور میں مرکزی دفتر کی تقسیم

بیرون ہندسہ کا انتظام
عن انصاری علیہ السلام

(۳۳)

میں بلانا تو ہوں ان کو مگر اے خدیو دل!
ان چین جانے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ سنے

قاویا فی دوست ہوں یا لاہوری مہربان، ہمیشہ حق کے مقابلہ میں لا جواب
ہو کر یہ ریٹ لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ تحریک تنظیم سے پہلے کئی تحریکیں ہمارے
مقابلہ میں اٹھیں مگر فنا ہو گئیں۔ مرکز تنظیم بھی چند دن کا مہمان ہے۔ اس کا بھی وہی
حشر ہو گا۔

اگر میں مرزا میوں کی طرح "چپ نہ رہوں" تو دوسری بات ہے۔ لیکن از
راہ انصاف میں سمجھتا ہوں میرے پاس ان الفاظ کا کوئی جواب نہیں۔ جہاں تک
کسی علمی بحث یا اسلام اور مرزائیت کی باہمی آدینش کا تعلق ہے۔ پریس ہو

یابلیٹ فارم۔ ہر جگہ مرکز نے ان لوگوں کا ناقصہ بند کر رکھا ہے۔ بیس بیس لاکھ روپیہ سالانہ کے بجٹ بنانے والے اور سینکڑوں پراپرائیڈسٹ اور متعدد اجباری مسائل رکھنے والے قادیانیوں اور لاہوریوں کی مجال نہیں کہ مرکز تنظیم ہاں! بے سرو سامان مرکز تنظیم سے آنکھ دکھ کر بات کر سکیں۔ لیکن ان دنوں نرسس مطورہ کی جواب دہی میرے بس کاروگ نہیں۔ اور میں کسی بات میں جواب دہی کر رہی کیا سکتا ہوں جو میرے متعلق نہ ہو۔

قادیانی چیلنج کا موزوں جواب۔ درحقیقت یہ بطور امت مسلمہ کی تحریک ملی کو ایک کھلا چیلنج ہے۔ جس کا موزوں جواب ملت اسلامیہ ہی دے سکتی ہے اور وہ کبھی قبل سے نہیں۔ عمل سے، دلائل و براہین سے نہیں ایشیا و قریبانی سبب جب ہمارے تبلیغی ادارہ کا عدم استقلال اور تنظیمی مرکز کی بے ثباتی ہی مزہمت کے حق اور اسلام کے باطل ہونے کا معیار اور مسلمانوں کے ارتداد کا موجب ہو کر رہ جائے۔ تو مرکز تنظیم کا استحکام و استقلال مسلمانوں پر شرعاً فرض ہو جاتا ہے۔ کسی تحریک کے استقلال و استحکام اور بقا و قیام کے ادوی اور نبوی اسباب میں سے ایک بنیادی چیز اس کی بنیاد اور اس کا اپنا دفتر اور اپنا مکان ہے۔

دارالعلوم دہلی کے خلاف کتنی آندھیاں آئیں، کتنے ظورفان آئے مگر جانتے ہو کس چیز نے دارالعلوم کا بال کبھی بیکانہ ہونے سے بچا رکھا ہے کسی کی روحانیت کا ثمرہ اور کربانیت کا کورس شہر قرار دیں۔ میں تو اسے ایشیا گارے اور چونسے کا کرشمہ کہوں گا۔ دارالعلوم کی اپنی لاکھوں روپیے کی شاندار بلڈنگ ہے، جس نے ایشیا کے اس جامہ ازبیر کو خاک میں ملنے سے بچا لیا

اگر عام مہسوں کی طرح یہ بھی کسی مسجد میں ہوتا۔ تو آج اس کا نام و نشان بھی نہ ملتا۔

بہر حال میں ملت اسلامیہ سے درخواست کروں گا۔ کہ اگر انہیں اس خالص تبلیغی ادارے کا وجود عزیز ہے۔ اور وہ اس کی بقا کو مسلمانوں کی حفاظت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ تو لاہور میں اس کے مرکزی دفتر کے لئے صرف پچاس ہزار روپیہ جمع کر دیں۔

یہ ہے ملت اسلامیہ کی طرف سے امت مرزائیہ کے اس چیلنج کا منہ توڑ اور ذہاں شکن جواب۔ اگر اسلامیان ہند آج اپنے اس واحد تبلیغی ادارے کے مرکزی دفتر کا سنگ بنیاد لاہور میں رکھ دیں۔ تو کل امت مرزائیہ کی پینٹھلوٹیا مرزا صاحب کی پیشگوئیاں ہو کر رہ جائیں۔ اور انہیں پھر اس قسم کی بات کرنے کی ہمت نہ ہو۔ ان کی زبان پرتائے پڑ جائیں۔

یورپ اور جاپان میں تبلیغ اسلام۔ مرکز کے سامنے دوسرا اہم مسئلہ یورپ اور جاپان میں تبلیغ اسلام کا انتظام کرنا ہے۔ کوئی اسلامی ملک نہیں جہاں یورپ اور امریکہ کے مٹشن موجود نہ ہوں۔ اور ہزاروں مشنری کروڑوں روپیہ سے مسلمانوں کا ایمان نہ خرید رہے ہوں۔ بخلاف اس کے کسی اسلامی ملک کا ایک مبلغ بھی ایسا نہیں۔ جو یورپ یا امریکہ میں مصروف تبلیغ ہو۔

اس وقت یورپ میں تبلیغ اسلام کی ضرورت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ جب کہ وہاں مرزائی تبلیغ مرزائیت کے زیر کو "اسلام" کا لٹیل لگا کر مٹشن کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس سے زیادہ اسلام کی تو میں قندیل اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ مشرقی دنیا ان کی رسوائی کے عالم تحریفات کو اسلامی تعلیمات اور ان کے

۱۔ مرکزی اسٹیبلشمنٹ کے سلسلہ میں عملی اقدام

ایک منظم جام پور زندہ یاد

(۱) اختیار کا تبلیغی خرچ۔ سیاسی، صنعتی اور تعلیمی اداروں کو جانے دیجئے خالص فرقہ وارانہ مذہبی تبلیغی مراکز کو لیجئے! آپ کو معلوم بھی ہے۔ ان مراکز پر غیر مسلمین کس قدر شوق اور دلچسپی سے نہیں! عشق اور دانش سے روپیہ خرچ کر رہے ہیں۔ مختصراً ہم سے کہیں لیجئے! عیسائی ممالک کے متعدد مشن صرف ہندوستان میں لاکھ کروڑ روپیہ پائی کی طرح ہمارے ہیں۔ نیویارک ٹائمز کی اطلاع ہے کہ چرچ آف انگلینڈ صرف انگلستان میں مسجید کے اچھا کے لئے ۸ لاکھ ڈالر کے سالانہ خرچ سے ایک مستقل ادارہ قائم کر رہا ہے۔

آریہ سماجیوں کو لیجئے! پنجاب پراڈیشک سبھا کے پاس صرف وید پرچار فنڈ میں بارہ لاکھ سے زیادہ روپیہ جمع ہے۔ جس میں ایک لاکھ تو ایک دانی باوا گورکھ سنگھ نے دیا ہے۔ سناتی عقاید کی سطح پر جتنا نیچے ہوں۔ عمل کی سطح پر اتنا اونچے ہیں۔ اپنے مسلک کے بقا اور حفاظت

کے میدان میں وہ ہمارے چہلوں سے ہیک اور ڈکھان ا فارورڈ میں ایک ایک آدمی کے لئے لاکھ لاکھ دو لاکھ دسے دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ گو سو امریکن گنٹیشن دستاویز کو چھاس ہزار روپے ایک دانی سے ہر روز ارنیٹا ہجوان کی تعمیر کے سلسلے میں پیش کئے۔ جسے گو سو امریکی اس بنا پر قبول نہیں کرتے۔ کہ اس سے دوسرے بھائیوں کو شرکت اور حصول اوابہ کا موقع نہ ملے گا۔ (اردو بھارت)

اب مرزا پیر کو لہجے! دونوں پارٹیاں ۲۰ لاکھ روپہ صرف مسلمانوں کو مزد کرنے پر توجہ کر رہی ہیں۔ ڈھونگ ٹو پورین ممالک میں بھی تبلیغ کا بنا رکھا ہے۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ انگریز بہادر کے ملک میں تبلیغ مشن کا رعب و طمانے سے مقصد صرف "سایہ رحمت و برکت" کے نیچے رہنے والے اسلامی ممالک کے بد قسمت مسلمانوں کا متاع ایمان خریدنا ہے اور بس۔ مسلمانوں کی پیادگی اور حرکت۔ اب ہم پوچھتے ہیں، مسلمان ان سب کے مقابلے میں کیا کر رہے ہیں؟ اس کا جواب کل تک نہایت یاس انگیز تھا یعنی کچھ نہیں۔ لیکن آج بفضائلِ تعالیٰ تو سارے اُترے۔ یعنی یہ کہ وہ مرزا تنظیم پر مشتمل ہو رہے ہیں۔ اور تحریک تنظیم کی دعوت پر قربانی کرنا سیکھ رہے ہیں۔

ایک لاکھ کی اہل پر ایک معمولی قصبہ جام پور کے مسلمانوں نے مرکز کو خاص تبلیغی مقصد کے لئے جو پچھ ہزار روپہ کی نقد پیش کش کی ہے۔ میرے خیال میں اس کی نظیر مسلمانوں میں نہیں ملتی۔ نہ ان تخلص دوستوں کے انخلا میں برکت عطا فرمائے۔ اور ان کی قربانی قبول کرے اسے ان کی نجات آخرت کا فوراً لہجہ بناوے۔ آمین!

جہاں تک انبیاء کا تعلق ہے۔ اس قربانی کا ذکر کرتے ہوئے گردن شرم

سے جھک جاتی ہے۔ لیکن جہاں تک اپنی قوم کا سوال ہے۔ اس قوم کے تذکرہ پر جام پور کے ایشیاٹک پیشہ نوجوان کا سر نحر سے بلند ہو جاتا ہے۔
 سمجھے امید کرنی چاہئے۔ کہ ملک کے طول و عرض میں جام پور کے اس نمونہ پر عمل کیا جائے گا۔ اگر سرحد کے مسلمان اس طرف توجہ دیں تو آج... مرکز تنظیم پر باطل کا کامیاب مقابلہ کرنے کے لئے مستحکم اور کھٹوس بنیادوں پر کھڑا ہو سکتا ہے۔
 درمزم ۱۹

اگر ہمارے تمام دلائل پیکار جانیں

اور ہماری یہ ساری منطق آپ کو متاثر نہ کر سکے۔ تو پھر ہم آپ سے صرف ایک بات عرض کریں گے۔ کہ آپ سنجیدگی سے انجیل کی نہی جہد اور تبلیغی سرگرمیوں کو دیکھ لیں۔
 آپ یقیناً پکار اٹھیں گے۔ کہ چپ سب فرقوں کے تبلیغی مرکز ہیں۔ تو ہمارا تبلیغی پلیٹ فارم کیوں ہو؟ ہو اور ضرور ہو!

۳۲۔ لاکھ روپے جمع کرنا کا طریقہ

نوجوانانِ بجا پور کا قابلِ تقلید نمونہ

(۵)

مرکز نے اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں تحریک کے استحکام و استقامت کے لئے ایک لاکھ روپے کی اپیل لوگوں کو اعلیٰ المذکر کی اور اسے اپنے حلقہ میں تقسیم کر دیا تاکہ ہر انہی کی ذمہ داری تین سبب شریک ہو کر اپنا اپنا کام شروع کر دیں۔ اس تقسیم میں تحریک کے باقی محترم المقام سر دار احمد خاں صاحب پٹانی وغیرہ اجباب جام پور کے حصہ میں پوری اپیل کا دسواں حصہ یعنی دس ہزار روپے آیا۔ جام پور جیسے قبضہ کے لئے دس ہزار روپے جمع کرنا مشکل امر تھا۔ لیکن چونکہ مرکز کی طرف سے اعلان کر دیا گیا تھا۔ اس لئے اب اجباب جام پور سے اس مشکل کو مشکل کہنے کی بجائے اپنے عمل و حرکت کی برکت سے حل کرنا شروع کر دیا۔ متعلقین بھرکے یہ سن کر مسرت محسوس کریں گے۔ کہ صرف دو ماہ کی لگاتار دور میں ان لوگوں سے قریباً چھ ہزار روپے جمع کر لیا۔

اب میں یہ عرض کر دیا گا۔ کہ جام پور کی حالت میں، ہذا اپنی مباحثت کی بے نقصانٹی کے باوجود اپنی خسوری مدتیں اتنی بڑی رقم کس طرح جمع ہو گئی!

منجانبہ جماعت کے دو ذمہ دارا نزاہت اور محترم سردار عبدالرحیم خالص صاحب
پتانی اور برادر صوفی کریم بخش صاحب نے مل کر سوچا۔ کہ وہیں ہزار کے بارگراں
کو اپنے کمزور کندھوں پر کس طرح اٹھایا جائے۔ اپنے ہم خیالوں اور تحریک کے
ہمدردوں میں کوئی ایک بھی ایسا آدمی نظر نہیں آتا۔ جو زیادہ سے زیادہ ایک
ہزار کی رقم دے دے۔ یہ دوست اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ بجائے بڑی بڑی
رقوم کی فکر کرنے کے بڑے حلقہ کی فکر کی جائے۔ اور چھوٹی چھوٹی رقمیں حاصل
کی جائیں۔ چنانچہ صوفی صاحب ایسے مفلس اور نادار شخص نے سب سے پہلے
خود بیس روپے کی رقم پیش کرتے ہوئے یہ سکیم اپنے خاص اجنباب کی مجلس
میں رکھی۔ جب اپنی مجلس سے تجویز کی تائید اور جماعت کی توجہ سے ذرا بڑے حلقہ
اجتماع جمعہ میں پیش کیا گیا۔ دو تین جمعے خود سردار صاحب اسی سلسلہ میں ارشاد
فرماتے رہے۔ آپ نے یہ بھی اعلان کر دیا۔ کہ جو جوان جتنی رقم جمع کریں گے۔ اتنی
رقم میں اپنی طرف سے پیش کروں گا۔ اب جو جوان قربانی پر آمادہ تھے۔ اللہ کا
نام لے کر فراہمی کا کام شروع کر دیا گیا۔ مگر روپیہ کی فراہمی سے پہلے ان لوگوں
نے اسماء کی فراہمی کی گئی۔ یعنی خاص اجلاس میں بڑے غور و فکر کے بعد ایک طویل
فہرست ایسے دوستوں کی مرتب کی گئی جو کم از کم بیس روپے اس سلسلہ میں دے
سکیں۔ فہرست مرتب ہو گئی۔ اور روپیہ آنا شروع ہو گیا۔ محکمین نے دوستوں
کے گھروں پر جا کر امداد حاصل کی برادر عبدالرحیم خالص صاحب نے شدید
گرمی میں میلوں سفر کیا۔ ان کے اور ان کے رفقاء کے اخلاص کی برکت سے
ٹھوڑے سے دنوں میں ۲۶۲۱ روپے کی قابل قدر رقم جمع ہو گئی۔ ۱۲ سوال کا جمعہ
میں نے جام پور میں پڑھا۔ اور ان دوستوں کا شکریہ ادا کیا۔ میزبانوں کے بعد

ہاں پرانہ سالی جواں ہمت بزرگ قوم سردار احمد خاں صاحب پتانی نے اپنی طرف سے ۲۴۲۱ کی بجائے تین ہزار روپیہ دینے کا اعلان کر دیا۔ بجز انھم اللہ تعالیٰ فاحسن العجز اعظم اس طرح ۵۴۲۱ روپے میرے حوالے کئے گئے یہ سب سے پہلی بڑی رقم ہے جو مرکزی بیت المال کے شعبہ اپیل میں آئی۔

میں ایک دفعہ پھر جو انان جام پور خصوصاً برادر م عبد الرحیم خاں صاحب اور صوفی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن کی سبھی سے یہ رقم جمع ہوئی۔ سردار صاحب کی خدمت میں بھی بدشکر ملتش کرتا ہوں۔ حقیقت میں آپ سے اخلاص، ایثار اور قربانی کا نتیجہ ہے۔ کہ تحریک تنظیم اپنی زندگی کے دوسرے سال ہی میں... ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئی ہے۔ اور محترم المقام لو انوارہ... محمود خاں صاحب اور سردار حاجی محمد علی خاں صاحب جیسے تیزاں سال اور جواں ہمت شرفداروں کے لکھنؤ مار رہے ہیں۔

اس میں آج کل اسلامیان ہند سے پر زور عرض کر دیں گے کہ سردار احمد خاں صاحب جیسا عام حیثیت کا زمیندار اپنا پیسہ کاٹ کر اپنی ذاتی ضروریات پس پشت ڈال کر اگر دو ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل امداد کے علاوہ تین ہزار کی رقم مرکزی اپیل کے سلسلے میں پیش کر سکتا ہے۔ تو کیا سارا ہندوستان ایک لاکھ روپیہ جمع نہیں کر سکتا؟ ضرورت صرف اس احساس اور توجہ کی ہے۔ اگر ہمارے امراء میں تحریک کی اہمیت اور اہمیت تبلیغ کی ضرورت محسوس کر کے اس نظام کی بنیاد اور تقویت پر متوجہ ہو جائیں۔ تو ایک لاکھ روپیہ تنظیم زردن میں جمع ہو سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ برادران اسلام اپنا فرض ادا کرتے ہیں قائم رہیں گے۔ خدا ہمارے ساتھ ہو۔ (نورم ایف ایم)

۳۳۳ چوٹی ضلع ڈیرہ غازی خان کے

زندہ مسلمانوں کا زندہ رہو!۔
گو چوٹی تھے تا دمِ تخریب مرکزی ایک لاکھ کی اپیل میں کچھ نہیں دیا تاہم وہ اپنی قربانیوں کے پیش نظر اس لائق ہے کہ جام پور کے بعد اسے جگہ دی جائے۔

محترم نواب زادہ محمود خاں صاحب اور مکرم سردار حاجی محمد علی خاں صاحب کی ہزاروں روپیہ سالانہ منتقل امداد کے علاوہ انجمن تنظیم چوٹی اپنی سالانہ آمدنی کے اہم کی صورت میں مرکزی بیت المال میں ہزاروں روپیہ دے چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارادین انجمن خصوصاً سردار صاحبان کو جزائے خیر دے اور خدمت دین کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

ہمیں لقمین سے لہ چوٹی، مرکزی اپیل کے سلسلے میں کسی سے۔

پچھلے برس کی بلکہ آگے نکل جانے کی کوشش کریں گی۔ درمتم مرکزی جب تحریک تنظیم کی بنیاد و خالص اسلامی اصول ثابتہ پر قائم ہے۔ تو اس کی شروع شدہائی انشاء کی مصداق کیوں نہ ہوئی؟ انشاء اللہ یہ مبارک

تحریک پھلے پھولے گی اور ایک دن تمام عالم اسلامی پر اس کا سایہ ہوگا۔ امرات
 و رؤساء و ارباب ریاست اور سلاطین ملک اس کی آمیزگی کرنے میں اپنی سعادت
 سمجھیں گے۔ اور فخر عسکریوں کوں گے۔ اس کا بیت المال بھر پور ہوگا نہ دینے
 والے ہزاروں بلکہ لاکھوں دیں گے۔ مگر جانتے ہو۔ کہ حق تعالیٰ کے ہاں کس
 کی زیادہ... قدر ہوگی؟ وہاں کون زیادہ مقبول و منظور ہوگا؟ کیا آج سے
 بیس پچیس یا چالیس پچاس سال بعد لاکھوں دینے والے؟ نہیں۔ بلکہ آج
 تحریک کو اول قدم پر پہنچانے، اٹھانے اور بڑھانے والے!

حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ان اولین و سابقین کو جو درجہ حاصل ہوگا۔ وہ بعد
 میں آنے والوں کو کہاں نصیب! خوش نصیب ہیں راہن لوہا کو نہ مٹھلاں،
 جام پور اور چوٹی وغیرہ کے مسلمان! جن کی پاک کمانی نئے مرکز تنظیم کا وجود
 عمل میں آیا۔ اور اس محصوم تحریک اور نبوی مشن کی دعوت دنیا کو دی گئی۔

پھر ان سب مقامات میں "چوٹی" چوٹی پر پہنچ گئی۔ جب کہ یہاں کے شہریہ
 زینبہ اردو نے قریباً دس ہزار روپیہ کی زرعی اراضی بحق تحریک وقف کر دی۔
 انتہائی خوشی کا مقام ہے۔ کہ آج تنظیم چوٹی کا مطلوبہ دستور اصل مرکزی...
 دستور اصل کے مطابق، تحریک کے عسکری اعلیٰ محترم المقام لوہا زیادہ محمود خاں صاحب
 کی اس ہدایت کے ساتھ مرکز میں موصول ہوا۔ کہ انجمن تنظیم چوٹی کو باضابطہ رجسٹرڈ
 کر لیا جائے۔ تاکہ وقف شدہ اراضی کا انتقال انجمن کے نام کر لیا جاسکے۔

میں ایسے مستقبل سے پہلے بھی پر امید تھا۔ لیکن اس اقدام سے تو تحریک
 کے روشن مستقبل کے لہجہ اور زیادہ واضح ہو گئے ہیں۔
 دعا۔ حق تعالیٰ بوقت فی سبیل اللہ کی ابتدا کرنے سے والوں کو جزائے خیر عطا

فرمائے۔ اور مرچنگہ کے مسلمان بھائیوں کو تو متنبہ کیجئے۔ کہ وہ پینچ اسلام کی نصیبت
 اور سحرناہ تنظیم کی اہمیت کو کما حقہ محسوس کرتے ہوئے اپنے اپنے ہاں مقامی
 جماعت کی ترقی کریں۔ اور جائدادوں کے حصے وقف کر کے ان جماعتوں کو
 اس قدر طاقت دینا دیں کہ یہ کفر و باطل کا کامیاب مقابلہ اور مدافعت کر سکیں
 اور اس کے لئے اور اس میں اس ایشیا پر جہاں ان زمینداروں کا جہان کی خدمت میں
 پانچ بیس بیس پانچ گزٹا ہوں۔ وہاں سحرناہ تنظیم کی دوسری نشانوں کے متعلق
 بھی مشرف گذار ہوں۔ کہ وہ بھی ان غیر حضرات کے اس ٹیک نمونہ کی تقلید کریں
 اور اپنی اپنی جماعتوں کے نام جائدادیں وقف کر کے ان کی بنیادیں مضبوط
 و مستحکم کریں۔

سرور کا جہان چوٹی سے درختوں اور درختوں کی زمینداروں کی اس
 نشاندار فریانی کے بعد اعلیٰ زمینداروں کا جہان کب تک خاموش رہیں گے۔ لغاری
 نشانداروں کے خدیو ایشیا و ایشیا سے امید ہے۔ کہ وہ اس میدان میں اپنے
 سحرناہ تنظیموں سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ بلکہ تقیہ آگے بڑھ جائیں گے۔
 ہیں ان کی خدمت میں مشرف گذاروں گا۔ کہ وہ اس قسم کی فریانی کرتے وقت
 مرکز کی طرف توجہ فرمائیں۔ کہ ان کی شان کے نشانوں کے مرکز کی اصلاح و اعانت
 اور اس کا اسٹاکام و اتھوریت سے۔ امید ہے کہ وہ مرکز تنظیم کے تمام اپنی وسیع
 سٹیٹ میں ایک معتقدوں وقف قائم کر کے عند اللہ جہاں اور ان تمام فریادوں
 توجہ کے مشرف ہو گئے۔ ہیں کی شایع ایمان سحرناہ تنظیم کی سرگرمیوں کے
 نتیجہ میں موجودہ تجارت گران ایمان کے حصول اور ڈاکوں سے محفوظ رہیں۔

درمزم ۱۱ و ۱۲

۲۵۔ ایجنسیوں کی راجن پور

ایجنسیوں کی راجن پور

تھارا جڑا جسے تھیرو سے پہنچی، جام پورہ راجن پور اور کوئٹہ مغدال و قنباغ
 ڈیرہ قانڈی خاں کے زیندہ علی، نیلاب کو اجنٹیوں سے پورے دو سال
 تک شکر یک کا قریب پورہ تھیرو میں لکھا گیا۔ لکھا کے قریب و مشرق
 میں آگرہ، شمس آباد اور لہور کے تھیرو کے سوا کسی سے اس کا
 تعلق نہ پایا۔ اور مرگئی کوئی قباہت نہ ہو۔

تھیرو کے سال کے تھیرو میں مرکز اور شاخوں میں پورہ لکھا گیا ہے۔
 لکھا میں پورہ کو زیادہ پہلے سے لکھا گیا ہے۔ لکھا کو پورہ کی اپنی
 اس سلسلہ میں لکھا گیا ہے اور تھیرو اور لکھا میں پورہ کے دو سالوں سے
 پورہ لکھا کو چھ فرمائی۔ لیکن تھیرو میں پورہ کی زیادہ سے انہی حضرات
 یا جو ایک تک پورہ لکھا اور لکھا میں پورہ لکھا ہے۔

اس کو تھیرو سے لکھا گیا ہے۔

جام پور کے جن زندہ دل مسلمانوں نے اپیل میں ہزاروں روپے دئے
ان کے اسمائے گرامی کی مکمل فہرست "زمرم" میں شائع ہو چکی ہے۔ لیکن
ہزاروں روپے دئے کہ بھی جام پور تھا کہ نہیں۔ تازہ دم ہے۔ اور ہمت
و قوت سے برابر کام کئے جا رہے۔

راجن پور۔ جام پور کے بعد لاہور کا نمبر ہے۔ لاہور کے نئی دست
مگر ہمت و دستوں نے لقیادت محترم مولوی مشتاق احمد صاحب تحریک
تعمیر کو بروہا کرنے میں اپنا بیٹا کاٹ کر کافی مدد کی ہے۔
اپیل فنڈ میں ان حضرات کی پانچ سو روپے کی پہلی قسط وصول ہو چکی
ہے۔ یہی بات ہے۔ کہ ان مخلص احباب کا اسپ ہمت ابھی کئی منتر لیں
ملے کر کے دم لے گا۔

شمس آباد۔ شمس آباد کے احباب شکر یہ کہ مستحق ہیں جنہوں نے اپنی
خشیت سے بڑھ کر اس کار خیر میں حصہ لیا۔ اور دوسری کمیٹی مونی اداروں
کے علاوہ اپیل فنڈ میں مرکز کو تقریباً ساڑھے تین سو روپے عنایت فرمایا۔
جلد ہم اللہ تعالیٰ۔

میں محترم خزان عبدالعزیز خان صاحب رئیس اعظم، محترم احمد شہیر خان
صاحب، محترم مولانا سعید ابوالعباس صاحب، برادر م فاروق احمد صاحب
کا خاص طور پر شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے اپنا قیمتی وقت دے کر فراہمی
و ہدیہ میں برکتیں لگا دوئی۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اور ان کے معاونین
کا کو ہزاروں بے غلظت فرمائے۔ اور آئندہ خدمت دین کی فریاد تو فریق بخشے آمین
اپیل۔ میں ان تمام معاونین حضرات کا شکر گزار ہوں۔ اور مسلمانان ہند

اپنی کتابوں - کہ وہ اس سلسلہ میں اپنا فرض محسوس کریں۔ اگر نیک کے طلب
و عرض میں ان دوستوں کی طرح اس اہم کام کی طرف توجہ کی جائے۔ تو
آج ایک لاکھ کی رقم پوری ہو سکتی ہے۔ اور مرکز تنظیم کی بنیاد مضبوط
اور مستحکم ہو سکتی ہے۔ جو محض اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اہل باطل کے
حملوں کی تردید و برائعت کے لئے وجود میں آیا ہے۔

(مرکز تبلیغی ٹریڈنگ کمپنی لاہور)

ضرورت القرآن

نبیائے اسلام میں اپنے موضوع کے لحاظ سے سب سے پہلی اور
سب سے ضروری کتاب۔ جس میں معاملات، اقتصادیات، سیاسیات
معاشریات، تعزیرات، علوم جدیدہ، اخلاق، آداب، حقوق
وغیرہ حسبہ امور موافق و معاد کو قرآن نے تقسیم کی روشنی میں انجیل و اوہد
وغیرہ دیگر کتب و قوانین سے متقابلہ کر کے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ تمام
دنیا کو صرف قرآن ہی کی ضرورت ہے۔ ضخامت فریاً پانچ سو سے
قیمت قسم اول کاغذ سفید جلد پارچہ سنہری سے
قسم دوم جلد لکھرا (کاغذ رنگین)

پینچر کتب اہل سنت اش ہمنزل نور محلہ لاہور

۱۔ انجمنوں کے بعد افراد و شخصیات!

درحقیقت صرف مسلمان ہیں۔ جو اپنے دین کی خدمت اسلام کی اتھارٹت سے یکسر غافل ہیں۔ غفلت میں تو ان کا جہاد اکبر پڑھنے پڑھانے یا نیکشن میں کسی کاروبار سے نہ کہ محدود ہے۔ اللہ ماشاء اللہ۔ امراء ہیں تو انہیں اسمبلی کی سٹیٹ یا لیب سے وزارت یا کم از کم پارلیمینٹری سکرٹری شپ کے حصول کی فکر ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ ذاتی کاموں کی ترقی، عروج و جاہ کی طلب اور ماں و دولت کی افزودنی کی ترقی ہے اپنے اور اپنے بال بچوں اور آئے والی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کا کسی کو خیال نہیں، لہذا دوسرے اور دین کے رنگ میں بڑھتی ہوئی بیداری ——— میرزا اہیت و غیرہ سے بچنے بچانے کی کسی کو فکر نہیں۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ باوا گور کو کسنگ۔ مہر علی اللہ ہیں نہ دیوان بہادر کیشن کشور، گور سواری کیشن کشور، مرزا محمود احمد، مہاشہ کیشن آف پریپ ہیں نہ مہاشہ نوری حال چند آف "لاپ" جن کا اٹھنا پھٹنا، سونا، چانگا، اپنا دنیا، لکھنا، پڑھنا، اور ٹھکانا، بچھونا، مال و دولت، زبا و قلم، ما دل اور دماغ سب کچھ دین یا دہرم اور دہرم پر چار کے لئے وقف ہے۔ یہ حالات جو علم و رسم اور پریشانی کن ہیں۔ اختیار کی چو طرف پوریشن اور اپنی گری بلکہ موت کی سرحد سے ملی ہوئی نیند کو دیکھ کر ایک دیکھنے والے کے دل میں سوال اٹھتا ہے۔ کہ آخر کیا کیا ہے گا، اگر یہی سبلی و نا ہے۔ تو سوچتا ہوں کہ مسلمانوں کے مستقبل کا کیا حال ہو گا۔ اگر یہ سوال ۲۵۔۲۸ ہزار مسلمان مزدبوکہ مرزائی بننے لگے۔ اور مسلمانوں کے ان ہیں

سے ایک کو بھی نہ رد کیا۔ تو چلو ہمارا نہ کسی ہماری آئندہ نسلوں کا کیا منتہی ہوگا؟
 اس وقت ذات باری تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس بھیانگ تاریخی میں
 امپد کی ایک فتوح نظر آنے لگی ہے۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اجاڑے
 کے آثار پیدا ہونے لگے ہیں۔ بچو نہ تعالیٰ مرکز تنظیم کا قیام عمل میں آ گیا ہے
 اور اس کی مختصمانہ آواز پر ملک کے گوشے گوشے سے بیگ کر جا رہا ہے۔
 لفظ تعالیٰ اسلامی درو، تبلیغی جذبہ ملی احساس کے ہماقت و کجی کھاتی
 آکھ ہتا جلتا دل اور جیتا جاننا دماغ رکھنے واسے کئی دوست اس کی کافی
 امداد کی طرف متوجہ ہیں۔

پانچیاں مرکز۔ ایک لاکھ کی اپیل کا سب سے زیادہ پوچھنے والے ڈیرہ غازی پور
 کے اصحاب پر ہے۔ تقریباً تھائی روپیہ کی فراہمی کی ذمہ داری اسی لیے ان
 لوگوں پر ہے اور باقی دو تھائی کی ساری بلکہ پورے اور مجھے پتہ ہے۔ کہ
 ڈیرہ غازی پور کے اولوالعزم دوست اس بار گراں سے سب سے پہلے
 سبکدوش ہوں گے۔ کیونکہ شکر باب سے جو دلچسپی اور دعا کی انہیں ہے۔ وہ
 کسی اور کو پہنچ نہیں سکتی۔ مرکز کے محسوس اور اس دعوت حق سے تبلیغ
 یہی حضرات ہیں۔ اور شکر ہی کی ذات پر اپنی شکر باب کو کامیاب بنانے کی
 سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

سید احمد زغال سے انگریزی تنظیم کی شکر باب اٹھائی۔ شکر باب اور
 وردہ رمار سے نار سے پیر سے۔ دوست سے مانگا۔ مانگا سے مانگا۔ مانگا سے مانگا
 اپوں سے مانگا۔ پیروں سے مانگا۔ شکر باب مانگا۔ شکر باب
 سے مانگا۔ دولت سے مانگا۔ تب جا کر لاکھوں روپیہ جمع ہوئے اور

تحریک کامیاب ہوئی ۔

اب سرور احمد خاں کی باری ہے۔ جس نے اسلامی تبلیغ اور دفاع عن
الدین کا علم مند کیا ہے۔ شکر ہے کہ آپ اکیلے نہیں۔ بلکہ آپ کے ساتھ نو انہاء
محمود خاں صاحب اور سر فار محمد علی خاں صاحب اور دوسرے مخلص دوستوں
کی ایک جماعت ہے۔ ہر چند کہ ان دوستوں کے امکانات اور وسائل محدود
ہیں۔ تاہم ان کے تبلیغی جذبات اور اسلامی جوش و غیرت کی فراوانی سے
یقین کامل ہے۔ کہ یہ لوگ ایک معقول رسم فراہم کریں گے۔
محسین آگرہ۔ ضلع ڈیرہ غازی خاں سے باہر جن لوگوں نے تحریک منظم
کی مالی امداد کی ہے ان میں سب سے اول نمبر آگرہ کے احباب کا ہے
اور اس لحاظ سے تو ان دوستوں کا نمبر ضلع ڈیرہ غازی خاں کے احباب
سے بھی آگے ہے۔ کہ یہ لوگ مستقل ماہوار امداد مرکز کو دیتے ہیں۔ اور
یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ محسوس اور حقیقی امداد وہی ہے۔ جو مستقل
ہو۔ خواہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔
جنی تعالیٰ ان کی اس قربانی کو قبول فرما کر انہیں آئندہ خدمت دین
کی فریاد تو قیق عطا فرمائے، آمین۔
پیکر معارفین گرام۔ ان محسین کے علاوہ برادر محترم خواجہ سرور احمد
صاحب آف کلکتہ، محترم عبدالرحیم صاحب آف امرتسر اور حضرت مولانا
خلیل الرحمن صاحب نے فی، مظاہری مدرسہ اشاعت و علوم کلیا نہ
ریاست جیند بھی اس سلسلہ میں کافی امداد کر رہے ہیں۔ میں ان سب حضرات
کی مخلصانہ جدوجہد اور صداقت لانہ کرم قربانی کا سپاس گزار ہوں۔

شکر یہ اجاب میں ادائے فرض سے قاصر رہونگا۔ اگر جام پور کے اجاب محترم سردار صاحب کے نوجوان معاد تمند دست و بازو دل خان عبدالرحمن خاں صاحب و خان عبدالرحیم خاں صاحب پٹانی اور صوفی کریم صاحب سید سردار شاہ صاحب بی۔ اے، مولوی محمد عیسیٰ صاحب اور خاں غلام رسول خاں صاحب ان خان نامہ تعلیمات محل مگسی اور مرزا صاحبان کو ملے مغایر، میاں صاحبان رتخ، اراکین انجمن رحمن پور، دادھنگانہ اور ڈیرہ غازی خاں وغیرہم اجاب کا شکر یہ ادا نہ کروں۔ جو اس سلسلہ میں کافی امداد رہے ہیں۔ جزا سم اللہ احسن البخارا

۳۶۔ اپیل کے سلسلہ میں پاپی شکرپاشا کا ایشیا و گری

محترم المقام جناب سردار احمد خاں صاحب پٹانی اپنے ایک مکتوب میں رقم

منتم کو تحریر فرماتے ہیں :-
 آپ سے تھوکل علی اللہ ایک لاکھ روپیہ کی اپیل تو کر دی لیکن فی الحال اس کی صورت ایک مطالبہ کی ہے۔ اپیل وہ ہو گی جو مسلمانوں کے دلوں کو اپیل کرے گی۔ بار بار دیکھ فرقیہ حیات کی سرگرمیاں ان کے تبدیل پر ڈگرام ان کے عزائم پیش کر کے شکر یک تنظیم کی ضرورت و اہمیت پر سے گی۔ مرکز کی مشکلات واضح کر کے مسلمانوں کو ان مشکلات کے حل کرنے میں شرکت کی دعوتنا پیر دعوت دی جائے گی۔ تب شاید کوئی بہتری کی صورت نمودار ہو۔
 جیسا کہ عرض ہوا دوسری جماعتوں کے پروگرام اور ادارے مسلمانوں کے سامنے لائے جائیں۔ انہیں یہ حقیقت سمجھانی جائے۔ کہ مرزائی جماعت

کا تختہ مشق جو صحن مسلمان ہیں کہ صلیب تو محض بہانہ ہے۔ اگر صلیب کو کچھ توڑا ہے تو دہرتی ہے۔ پھر یورپ اور امریکہ کے مشن بھی مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

مزرانی کی بلتیاؤں میں ایک ہے، صرف ایک ہے اور محض ایک ہے۔ وہ یہ کہ مسلمانوں کا کوئی تبلیغی مرکز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مزرانی فتوحات پر فتوحات دیکھا رہے ہیں۔ انگریزوں اسلامی دنیا کا انتشار، ملامت، کمزورتی، جمود، غفلت، انحطاط اور نذرانی پیش کر کے مسلمانوں کو گھنچھوڑا رکھے۔ کہ آخر ان حالات میں کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو یا نہ؟ باعمل، احساس، بیدار اور غیور طبائع اہل اللہ والہذا مرکز کی شخصانہ دعوت پر لبیک کہتی ہوئی تھیں انہیں آج جائیں گی۔

مطلبہ امجدیہ، سہیل اہل الرائے سے مشورہ، اہل دولت سے روپیہ، اور اہل علم سے آنریری کی تبلیغی خدمات طلب کریں، "پیچھا پیچھا" نے آنریری تبلیغ کا مطالبہ قائم کر رکھا ہے۔ اور قادیان تو مزرانی سے مطالبہ کرتا ہے۔ کہ کم از کم ایک مزرانی بنا کر دے۔ اور یہ کوئی رسمی مطالبہ نہیں، نہایت تاکیدی اور نہایت سنجیدہ مطالبہ ہے۔ یہ مطالبے برادران اسلام کو دکھائیں۔ پھر اس محنتہ حالی میں مرکز تنظیم کی خدمات، باہیں بے سرو سامانی، بلک کے طول و عرض میں ہر جگہ ان اہل باطن کی ناطقہ بندی مسلمانوں کے سامنے لائیں۔ اور وسائل و فنون مہیا ہونے پر بیرون منہ میں اشاعت اسلام کا عالمگیر پروگرام ملت کے آگے رکھیں اور پھر اپیل کریں۔

اجرتیاتی انجام پور ۱۸

۳۸۔ مرکز کی اصلاحی موانع مخالف برصغیر کے

زمزم لاہور کلمہ بحث و مذاکرہ

لکھا کے مشہور و مقبول اخبار و زمانہ "زمزم" کے مدیر محترم نے ۲۰۰۰ء
 بحث و مذاکرہ میں تحریک تنظیم اور مرکز کی ایک لاکھ کی اپنی پر تنقید
 فرمایا ہے۔ جو نگر یہ کے اساتذہ و رجح کیا جاتا ہے۔ (زمزم مرکز)

مرزا صاحب قادریانی کے جانشین مرزا محمد رضا صاحب نے اپنے سالانہ
 جلسہ پر تقریر کرتے ہوئے جن اسم اسور پر روشنی ڈالی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ
 قرآن کریم کی انگریزی ترجمہ کل ہو چکا ہے قرآن کریم کی تفسیر و تفسیرات
 زبانوں میں جو ترجمے ہو رہے ہیں وہ بھی پاپیوں کو پہنچ گئے ہیں۔ اس ضمن
 میں اساتذہ نے فرمایا کہ جو لوگ قرآن کو دیکھیں ان کے پاس یہ سب کچھ ہے۔ باقی

دو لاکھ پانچ ہزار روپے کی حفاظت ہے۔

مرزا صاحب نے اپنے تبیین مشنوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اگر تانہ
 میں رسالت بطنے کام کر رہے ہیں۔ اسپین میں وہ مبلغ فرانس اور کر رہے ہیں
 فرانس، اٹلی، سوئٹزرلینڈ، آسٹریا، وینڈیا، امریکہ، افریقہ، مصر، فلپین، ہند
 عراق، ایران، جزائر شرقی ہندوستان، چین، اور دیگر چار چار
 سن رہے ہیں ہمارے علمائے کرام ان کا حریف کسی دور میں کیا

ہے کہ تعاقب کے لئے بھی ہمت چاہئے۔
 متعلقہ ہیں کی جیسی ہے۔ بلکہ شجرہ ایسے متعلقہ اور ایسا پیشہ نظر
 بھی موجود ہیں۔ جو اشاعت اسلام کا کام محسوس کیا دین بیکرنا چاہئے

ہیں۔ مگر مسلمان ان کا ساتھ نہیں دیتے ہیں۔ کیونکہ انہیں آج کل اسلام سے زیادہ اسمبلیوں سے دلچسپی ہے۔ اور یہ دلچسپیاں انہیں آج کل کے لادینی کی طرف سے جارہی ہیں۔ اسی لاپور میں کسی سال سے مرکز تنظیم اہل سنت قائم ہے۔ اس کے مخصوص بائیوں کا دل چیر کر دیکھا جائے تو ان میں اسلامی حرارت اور اسلامی خدمت کا بے پایاں طوفان اٹھتا نظر آئے گا۔ مگر جب ان کی نظر مسلمانوں کے جمود پر پڑتی ہے اور یہ خیال آتا ہے کہ قوم خود کشی سے باز نہیں آتی۔ تو دل مسوس کر رہ جاتے ہیں۔

مرکز تنظیم کی ابتدائی دعوت یہ ہے کہ ہر سیاسی خیال کا اہل سنت ایک مرکز جمع ہو جائے۔ اور پھر ان کی مرکزی طاقت یورپ اور ایشیا کو اسلام کا پیغام سنائے۔ اس کے لئے مرکز نے ایک لاکھ روپے کی اپیل کی جو سیاست کے طوفان میں صدمہ بھرا ثابت ہوئی۔ کام کرنے والے موجود مگر کام لینے والا کوئی نہیں۔ اور پھر کہا جاتا ہے کہ اہل سنت کا کوئی نہیں کارنامہ منتظر عام پر نہیں آیا۔ مسلمانوں کی یہ حالت شاید اس لئے ہے کہ قدرت قادر بانی مسیح کی مسیحانی کو غلط ثابت کرنے کے دسپے سے

نامراد ہی میں ہو ہے ترا آجانا
ڈرڈم "لاپور" (پہ)

معاندا "لفضل" کا اقتبا چہ
"لفضل" غریب مسلمانوں کے غم میں گھلتے گھلتے رقم طراز ہے :-
اس وقت تک احمدیت کے خلاف کئی لوگ کئی پارٹیاں اور کئی جتنے کھڑے ہوئے۔ مگر ایک ایک کر کے سب ختم ہو گئے۔۔۔۔۔ انیسویں کے

ساتھ کہتا پڑتا ہے۔ کہ مخالفت کا میدان خالی پڑتا دیکھ کر ایسے لوگ بھی
 اس میں داخل ہو رہے ہیں جنہیں شاید مرزا صاحب کی رسوائی عالم اور
 شرمناک زبان میں — مرکز (مرکز) بات کرنے تک کا سلیقہ نہیں (لاہور، کلکتہ،
 ڈیرہ اسماعیل خاں، پاک پٹن، ٹوبہ ٹیک سنگھ وغیرہ مقامات میں مناظرہ سے
 فرار کی جو ابہری ہیں یہ تو جیہ خوب کام دے گی — مرکز) اور جن کی ساری
 پونجی ایک دو احمدیت سے مرزا افراد کے بسوا اور کچھ نہیں۔ (اور آپ کی
 ساری پونجی بھی تو اسلام سے مرزا افراد کے بسوا اور کچھ نہیں — مرکز) گراو کا
 پے ہے۔ کہ تحریک تنظیم کسی خاص مقامی ضرورت، وقتی مدافعت، ہنگامی
 بیجان و تلاطم اور عارضی جوش و خروش کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ ہم عقول بنیادوں پر
 وسیع دائرہ میں ثبات و استقلال کے ساتھ کفر و باطل کا مقابلہ و مدافعت
 کرنے کے لئے آئے ہیں، ہمارے کام کا معیار بلند، ہمارے عزائم بلند تر
 ہماری سیکھیں ہمہ رکن اور ہمارا پروگرام ہمہ گیر ہے۔ ہم ان عالمگیر فتنوں کے
 لئے میدان عمل میں آ رہے ہیں۔ جن کا سالانہ بجٹ تیرہ لاکھ روپے ہے۔
 ”ڈیزم“ (۵۰ روپیہ سالانہ) ... یہ بڑا لمبا چوڑا دعویٰ (مرزا صاحب کے
 دعویٰ سے بھی بڑا) — مرکز) اخباروں میں شائع کر دیا گیا ہے۔ اور ...
 مددگاروں سے کہا گیا ہے کہ خدا را جزا گو، اور اس سال اپنے واسطے پانچ مرکز
 کے بہت المال میں تیرہ اور آٹھ لاکھ روپے کی کم از کم ایک لاکھ روپے کی ضرورت
 اس واحد تنظیم مرکز کے طویل عرصے کی ثابت اور بلا دلیل مدافعت ...
 تنظیمی عزائم کا اظہار کر دیا گیا ایسا دعویٰ ہے جس کے لئے ثبوت اور دلیل
 کی مشاہدہ کرنا ... اس لئے یہ دعویٰ ہے کہ ...

لا کہ روپیہ شریک مسلمانوں سے (اجی غریب مسلمانوں سے یا ظالم کافروں سے) ہرگز وصول کیا جائے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو واہل ذمہ یعنی مرکز کے زیر انتظام احمدیت کی مخالفت میں کھڑے ہوئے ہیں۔ انھارہمت کا تو یہ لوگ کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ البتہ کچھ عرصہ تاوانفس اور استیصال مسلمانوں کا مال اور جائیداد کے لئے اپنی مخالفتی ضروری ہو جائے گی۔ (گویا یہ ہماری مندرجہ ذیل اور دیگر رہنمائی، یہ ہماری پریشانی و سزا مانی، یہ سارا فکر و توجہ و اپنی نجات ہی کے ساتھ زیادتی اور کاروبار کے مندرجہ ذیل جائیداد کے خطرہ سے پیش نظر نہیں، بلکہ استیصال مسلمانوں کے مال اور ہماری عاقبت کی برہادوں کے غم و اہم اور رنج و اندوس کا معصوم منہا ہرگز نہیں۔ مرکز احمدیت کوئی انسانی منصوبہ نہیں کسی پارٹی کی بنیادی ہوئی سکیم نہیں) (سرکار انگریزی کا خود کا مشورہ پورا اور انڈیا مرزا صاحب مندرجہ ذیل رسالہ تاوانفس یا رفقہ مرکز نور انجالی کی طرف سے قائم کردہ سٹرک لیا ہے۔ جس کی غرض دعا ہے، دنیا کھڑے مسلمانوں کو کافر ٹھہرا کر مرکز احمدیت کی مخالفت اس کو نقصان پہنچانے کے لئے۔) پھر یہ فیصلہ شور و غوغا اور جے ڈی آئی و دیگر کیوں؟ مرکز البتہ مخالفتی نہیں، کاروبار انجانا اور پھر پھر عرصہ شور مچا کر ختم ہوتے جانا۔۔۔ لیکن احمدیت کی عاقبت کا ہرگز کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہرگز کوئی پھیلنا اور ترقی نہیں ہو سکتی۔ اور ان سب کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو لانا چاہتا ہے، وہ لانا چاہتا ہے اور ان سب کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو لانا چاہتا ہے، وہ لانا چاہتا ہے۔ اور ان سب کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو لانا چاہتا ہے، وہ لانا چاہتا ہے۔

Marfat.com

استند عا۔ موافق و مخالف مرد و نمبر سے بغیر کسی مزید تبصرہ کے
ہر پہ قابل ہیں ہیں۔ انگریز نمبر کا نوٹ مرکز کی اپیل کی رائیڈ اور حمایت
ہیں و افح ہے۔ تو "فضل" کا ایڈیٹوریل و افح لہذا اس کے لفظ لفظ سے
میری معرفت کی لفظی الفاظ اور میری اپیل کی اہمیتا عیاں ہے۔
ہر حال میں اس سلسلہ میں کچھ عرض کرنے کی ضرورت اگر سمجھنا ہوں۔ تو
فکت اسلامیت سے۔ اکابر امت سے عرض کروں گا۔ کہ وہ ان ہر دو بیانات
کو ایک نظر پر غور و تحقیق سے اس وقت فراموش کا احساس کریں۔ اور سوچیں
کہ اس صورت حالات میں ان کی ذمہ داری کہاں نکلا ہے؟
مجھے براہمان اسلام کی عقیدت تھی سے تو قہر ہے۔ کہ وہ ایک لاکھ روپیہ
کی اپیل کو فوراً پورا کر کے تبلیغ اسلام کے اس واحد مرکز اور رہائش گاہ کے
اس مرکزی ادارے کے انتظام و اساتذہ کرام کو جس پر ہونے سے اور فریاد
اسلام کی جمیعت دینی یہ کہیں گورنہ کر کے گی۔ کہ ان کی عقیدت و سلیو پر ایسی سے
خدا شہ اسٹند پر مرکز ختم ہو کر کفر و باطل کی "عدالت" کا ایک اور نمبر بنا رہے
جائے۔ وما حلینا الا البلاغ۔
اللہ تعالیٰ الشیر
ہشتم مرکز تنظیم ہند

۹۔ سردار صاحب کا ایک اور بصیرت افروز

مکتوب گرامی

مسلمانوں کو متوجہ کریں۔ کہ مخالفین کے سینکڑوں مبلغ ہر جگہ مسلمانوں کو تنگ کر رہے ہیں۔ دور دراز مقامات سے لوگ امداد کے لئے مرکز کو پکارتے ہیں۔ مگر ہمارے پاس اتنے مبلغ نہیں، دفتر کے لئے مکان تک اپنا... نہیں۔ اخبار اور آرگن اپنا نہیں۔ ہاں بے سرو سامانی مقابلہ سخت ہے۔ حریف ہر قسم کے ساز و سامان سے لیس اور آلات حرب سے مسلح ہے۔

ان حالات میں مسلمانوں کے لئے صرف دورا ہیں۔ یا تو صاف صاف فرمادیں۔ کہ مخالفین اسلام کے بالمقابل یہ محاذ فضول اور غیر ضروری ہے۔ یا پھر اس تبلیغی مرکز کی ہر قسم کی پوری پوری امداد کریں۔ حضرات علماء و مقررین بلا معاوضہ یا بالمشاورت اپنی خدمات پیش کریں۔ اہل الرائے مشورہ دیں۔ اور صاحب ثروت مالی امداد دیں۔

ہاں! اگر ہماری شخصیت پر اعتماد نہیں۔ تو صاحب اعتماد آگے بڑھیں۔ ہم یہ کام ان حضرات کے سپرد کرنے کو مستعد تیار ہیں۔ بلکہ ہماری تو خواہش اور اسناد عیبی سے ہے۔ کہ صاحب اعتماد اور ذوی اثر و سرور کا ہر اس عظیم الشان شکر کیسے کو اپنائیں۔

یہ ادران اسلام کو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ آریہ مرزا فی علیہ السلام تبلیغی اداروں کے بالمقابل آپ کا ہندوستان بھریں کوئی مرکزی تبلیغی ادارہ

نہیں ہے۔ ہم ایران میں کہ سنیوں کی ادارہ کے بغیر اسلام آج تک اعلیٰ
اسلام کے جو طرفہ حملوں کے باوجود کس طرح باقی رہے۔ لہذا یہ اسلام کی
صدائت کا ترجمہ اور اس کے دین کی طرف سے ہونے کا ثبوت ہے۔

مہذب و مسلمان اور بیرون مہذب میں اسلام اور اس کی شخصیت رسول کریم پر
آئیوں اور تعلیمات کے اثرات اس کے اثرات اور اس کے تقدیر کی وجہ سے
ہے۔ میں نے مرزا بھٹی کا مکتوب دیکھا تو اس میں ہمارے تعلیمی مرکز کے
ہونے کا نتیجہ ہے ان کی دستاویزی سے اس نتیجہ کے مسلمان محفوظ
ناموں میں نہ بھاوا یا ہمارے کہ یہ جہاں بھی جاتے ہیں، مسلمانوں کو اظہار و
بدظنی میں مبتلا کرتے ہیں۔ گوئی ان کے لئے نہیں آتا۔ کہیں بھی مسلمان
ان کے سامنے آئے کہ قابل نہیں۔ یہ لوگ ہر جگہ پیدا ان صاف پاکر

ڈیڑھ مارے ہیں۔ اس گزرا اور گزرا فریٹے سے کہیں بھی سکیرو وغیرہ کسی جماعت
کو مرزا کی نہیں بنا یا۔ ان کا لڑا اگر کسی کو غصہ نہیں ہے۔ ان کی
تمام ارتدادی تہمتوں سے مسلمانوں کو قلعہ سے لٹم و سبے مرکز جماعت
ہی تک محدود ہے۔

ان حالات میں ہم یہ اور ان اسلام کی خدمت میں زور دار مکتوب
کہیں گے۔ کہ یا تو اٹھائے اور مکتوب کا کام یا پھر میں نہیں یا مسلمان
کا و سب سے چھوڑیں۔ مسلمانوں کو ملنا اور اسلام کی خبر گیری نہ کرنا۔ اس سے
اعدا کے دین کے متنازعہ سے نہ سچا نا کہیسی ہے جو بات ہے۔
شاعت اسلام اللہ ما قدرت عن الہین کے لئے فی الحال کیا ہے۔

میں نے مرزا بھٹی کا مکتوب دیکھا تو اس میں ہمارے تعلیمی مرکز کے ہونے کا نتیجہ ہے ان کی دستاویزی سے اس نتیجہ کے مسلمان محفوظ ناموں میں نہ بھاوا یا ہمارے کہ یہ جہاں بھی جاتے ہیں، مسلمانوں کو اظہار و بدظنی میں مبتلا کرتے ہیں۔ گوئی ان کے لئے نہیں آتا۔ کہیں بھی مسلمان ان کے سامنے آئے کہ قابل نہیں۔ یہ لوگ ہر جگہ پیدا ان صاف پاکر ڈیڑھ مارے ہیں۔ اس گزرا اور گزرا فریٹے سے کہیں بھی سکیرو وغیرہ کسی جماعت کو مرزا کی نہیں بنا یا۔ ان کا لڑا اگر کسی کو غصہ نہیں ہے۔ ان کی تمام ارتدادی تہمتوں سے مسلمانوں کو قلعہ سے لٹم و سبے مرکز جماعت ہی تک محدود ہے۔ ان حالات میں ہم یہ اور ان اسلام کی خدمت میں زور دار مکتوب کہیں گے۔ کہ یا تو اٹھائے اور مکتوب کا کام یا پھر میں نہیں یا مسلمان کا و سب سے چھوڑیں۔ مسلمانوں کو ملنا اور اسلام کی خبر گیری نہ کرنا۔ اس سے اعدا کے دین کے متنازعہ سے نہ سچا نا کہیسی ہے جو بات ہے۔ شاعت اسلام اللہ ما قدرت عن الہین کے لئے فی الحال کیا ہے۔

مرکز تنظیم کی ضروریات

دولت کی تہا

اور اس سلسلہ میں دس ہزار کی پیش کش

(۱)

(۱) از سر وادرا محمد خاں صاحب پٹانی صاحب نام تنظیم (جماعت اہل سنت کا انتشار)۔ اس وقت جماعت اہل سنت اپنا شیرازہ بالکل پھیر چکی ہے۔ اور ایک پھیر کی حیثیت میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ اسے جو بھی ہسکانا چاہے۔ ہٹائے۔ یہ ہر مدعی کا ذمہ ہے کہ اسے ایک عمدہ چراگاہ اور بنا بنایا ذخیرہ ہے۔ جو بھی دعویدار اٹھے۔ اس کا ایک حصہ نہایت آسانی کے ساتھ اپنی اقتدا اور پیروی کے لئے بھانٹ لے۔ اگر سہی لیں وہ ہمارے تو بالآخر اس کا انجام یہ ہو گا کہ جماعت کتنی پھٹتی ختم ہو جائے گی۔

مرکز تنظیم کا قیام۔ ان حالات کے پیش نظر تو کلر اعلیٰ القاد لائور میں تنظیمی ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اپنیوں کی نسبت بیگانے بہتر لگا رہتے ہیں۔ اور اپنیوں میں سے بھی کچھ وہی قادر وافی کرتے ہیں۔ جو اختیار اور بیگانوں کے پیچھے ہیں گرفتار ہوتے ہیں۔ لیکن ابھی کیا مرکز تنظیم کے ہسکانات

اور کیا اس کی خدمات ابھی تو اس ادارہ کے ذریعے مسلمانان ہندوستان کو حفاظت اسلام کی مخلصانہ دعوت دی جا رہی ہے۔ جب تک یہ تبلیغی ادارہ قائم نہیں ہو اٹھا۔ تب تک تو مسلمانوں کے لئے کوئی غدر بھی ممکن نہیں لیکن اگر اب بھی وہ کم از کم حفاظتی اور مدافعتی پروگرام میں شامل نہ ہوئے۔ تو بارگاہِ انبوی میں کیا جواب دیں گے۔

مالی امداد کی اپیل - فقوڑی سے فقوڑی اور بڑی سے بڑی ادارہ کے امکانات رکھنے والے۔ یعنی ایک پانی پیسہ سے لے کر لاکھوں کروڑوں

روپیہ عطا کرنے والے تاجروں، زمینداروں، ملازمت پیشہ، مزدوری پیشہ

اور اعلیٰ حریفہ اصحاب کو متوجہ کیا جانا ہے۔ کہ وہ نہ صرف رواجی امداد پر اکتفا کریں۔ بلکہ پورے ایشیا و قریبائی سے کام لے کر مرکز کو مرہنوں سے مشینوں و طرز

ہاں! اگر آپ اپنے ایشیا اور قریبائی کا معیار معلوم کرنا چاہیں، تو آریوں، عیسائیوں، سزائیوں وغیرہ جیسی مذہبی اہتمامات و رسالوں کے

ذریعے ان کے کارنامے، ان کے عزائم، ان کے فنڈز اور سرمائے اور ساز و سامان معلوم کریں۔ تب آپ پر اپنی جماعت کی گراؤٹ، اس کی بے

سروسامانی، اس کا اجتماعی جمود و ذلت اور اس کی بے حس و حال ہونے کے کی۔ اور تبلیغی مرکز کی اہمیت کا اندازہ بھی تب ہی کر سکیں گے۔

اس طرح آپ یہ بھی دیکھ سکیں گے۔ کہ اخبار کی تبلیغ اور اخبار کے پروگرام کس قدر سلجھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کس قدر سکون و اطمینان کے

سہاقتہ کالم کی تقسیم کر رکھی ہے۔ جہاں وہ ذیوی ترقی میں مدد دے رہے ہیں۔ وہاں اپنے مذہبی ایشیا اور اپنی مذہبی ضروریات کے لئے کس قدر

۵ ذریعہ تبلیغی

دلدادہ ہیں۔

افرش اندرون و بیرون ملک تبلیغی و حفاظتی انتظام کرنے، ہر مقام کے مسلمانوں میں دینی و دنیوی بیداری کی، جمہوری و عمومی ضروریات میں امتیاز کا احساس اور دینی انقلاب پیدا کرنے کے لئے درحقیقت لاکھوں روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ لاکھوں روپیہ ہر مسلمانوں کے

مشکل ہی نہیں

جمہوری ضروریات کے لئے اگر خود دینی شہاب الدین صاحب نے ایک لاکھ روپیہ عطیہ فرمایا، تو ایک لاکھ روپیہ سے اگلے ایک کروڑ روپیہ سے ڈالو۔ اگر یہ دونوں حضرات اسی مقدار میں مزید امداد یا ان عطیات کا ایک حصہ مرکوز کیا جاتا، تو پچھلے دو برسوں میں کس قدر مضبوط اور طاقتور ہو کر عالم اسلام کی ایمانی حفاظت اور رہنمائی کا کفیل ہو سکتا۔

مختلف حضرات کا دین، مادی اور عاقبت بھی سنو رہا ہے۔ مگر ضرورت یہ ہے کہ ہمیں قدر زمانہ صنعتی ادارہ کو ایک ضرورت سمجھا گیا ہے۔ جس طرح سمجھاں جمہوریوں کی اسل کو ایک ضرورت سمجھا گیا

اسی طرح حفاظت دین اور امت مسلمہ کے مرکزی ادارہ کو بھی ایک ضرورت سمجھا گیا ہے۔

تو لاکھوں روپیہ کیا جمہوریوں کی اسل کو ایک ضرورت سمجھا گیا ہے۔ اس وقت مرکز تنظیم سے ایک لاکھ روپیہ کی اسل کو ایک ضرورت سمجھا گیا ہے۔

مگر یہ تو انہی لاکھوں روپیہ کا ایک حصہ ہے۔ اور ضروریات واضح ہونے والی ہیں اور ہمیں اور ہر مسلمان کو سمجھنا چاہئے کہ اس کے لئے ہر مسلمان کو ایک حصہ دینا چاہئے۔

کا یہی کام ہے۔ اب جن حضرات کو تبلیغی اور حفاظتی ضروریات دین کا احساس اور اعتراف ہو وہ اس اپیل کو ضرور زیرِ عہدہ لائیں۔ اور جہاں جہاں موجودہ و مردودہ فتنوں نے سر اٹھایا ہے۔ وہاں مرکز کی خدمات سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔

واضح رہے کہ ایسے اختراعات اور ایسی امدادوں سے کبھی بالہیت کم نہیں ہو کر تھی۔ بلکہ اللہ کے فضل سے ایسے مصارف فرید کثافتوں اور مزید فزخی کاموں میں ہوتے ہیں۔ مجھے مرکز سے یہ شکایت ضرور ہے کہ اپیل کم از کم دو لاکھ کی ضرورت موری چاہئے تھی۔ لیکن اب حالات اور ضروریات حاضرہ پر عبور رکھنے والے مسلمان اگر ایک لاکھ کی بجائے کئی لاکھ جمع کر دیں۔ تو یہ کاوش کیا ہے۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کھلے دلوں سے یہ سماج کی اتالیقی لاکھ کی اپیل پر لایا گیا ہے۔ لاکھ روپیہ جمع کر دیا گیا۔ مگر شرط وہی ہے۔ کہ اس دینی ضرورت کو بھی ضرورت کا درجہ حاصل ہو۔

دیں ہزار کی شکایتیں نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو لاکھ کا پلیم حصہ یعنی پانچ ہزار روپیہ اپنی طرف سے اور پلیم حصہ یعنی

مزید پانچ ہزار روپیہ احباب جام لوری کی طرف سے ملتزم کرتا ہوں۔ اسپیکار پانچ ہزاروں سے ہیں ہزار روپیہ پلیم اور لاکھ ہوں اور مبلغ دو ہزار اس وقت حاضر کے دیتا ہوں۔ مسلمانان جام لوری کی طرف سے بھی پلیم ہزار روپیہ پلیم چکا ہے۔ اور باقی دو ہزار روپیہ کی فراہمی میں بڑی سرگرمی سے ملے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ بھی بہت جلد ادا ہو جائے گا۔ اس طرح سے صرف االیان جام لوری سے دو لاکھ کا پلیم یعنی دس ہزار روپیہ اسپیکار سے

۱۔ تاہم پانچ ہزار روپیہ جو چاہئے اور ایک ہزار روپیہ اسپیکار سے۔

لیا ہے۔ ہمیں سے آٹھ ہزار روپیہ وصول بھی ہو چکا ہے۔ باقی دس ہزار کے نہیں حصے یا پانچ پانچ ہزار کے حصے ان مقامات اور ان اصحاب کے ذمہ پڑتے ہیں جو اسلام کی حفاظت و مدافعت کے متعلق کچھ بھی احساس اور حساسی رکھتے ہیں۔ اگر میت سے کام لیا جائے۔ تو چھوٹی چھوٹی رقم بھی جمع کر کے بڑی بنائی جاسکتی ہیں۔ مثلاً کئی اصحاب مل کر اپنی توقعات اور اندازہ کے مطابق اپنے ہم خیال حلقہ اصحاب کی فہرست پہلے ہی تیار کر لیں پھر فہرست میں درج شدہ اصحاب کو اخراجات و مقاصد پر متوجہ کریں۔ کوئی ذمہ نہیں ہو سکتی۔ کہ مذہب رکھنے والا شخص اپنے مذہب کی حفاظت و مدافعت پر متوجہ نہ ہو۔ یہی طرز عمل اختیار کر کے اہالیان جام پور سے پانچ ہزار جمع کر لیا ہے۔

اگر غفلت سے توجہ کریں۔ اور آئندہ کے لئے اسلام کی حفاظت و مدافعت کا کم از کم اس معیار اور اس ذمہ پر اہتمام کریں جس پر آریہ، عیسائی اور مرزائی وغیرہ نے گمراہی کی ہے۔ کاش کہ تحریک تنظیم کے حال پر کوئی سلیٹیج، کوئی شہاب الدین ہی متوجہ ہو جائے۔ ورنہ آپ خود ہی سلیٹیج نہیں اور خود ہی شہاب الدین ہوں گے۔ آپ حضرات میں کوئی صاحب ادارہ تنظیم کی یہ اپیل اور یہ پکار کسی ال و دل اور کسی صاحب ثروت بزرگ تک پہنچا دے۔ تو معظی حضرات کے ساتھ بھی ثواب اعانت کا مقدار ہوگا۔

آج خیریں دست بدعا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے سینے کھول دے تاکہ وہ اپنی ضروریات کو بھی محسوس کریں۔ اور پھر اپنی ضروریات کو باقی جملہ ضروریات پر ترجیح دیں۔ آمین!

م اور وو!
 انگریزوں نے کتنے قیدیوں کو پھانسیوں پر لٹا دیا؟

میدانِ لیسیت اور کنگسٹن جیٹ
 ہیں

اپنا اور انیسار کا مقابلہ

۱۴۱۔ انجمن اہل بیت کا چارچاندہ اقدام! بہاں مدافعت تک سے تعفلت!

تواپائی مرزا کی

افضل لکھتا ہے :-

۱۶ دسمبر ۱۹۶۲ء کو سالانہ جلسہ کے موقع پر حضور مرزا محمود احمد سرگرم نے فرمایا۔ اس سال دوسرے کام شروع کئے گئے ہیں۔ ایک اعلیٰ السلام کا سچ اور ایک افضل سیرج سٹیٹسٹ۔ کا سچ کے ذریعے اسلام کا دینفیس مضبوط کیا جانا مقصود ہے۔ اشد سیرج سٹیٹسٹسٹ سے دیگر مذاہب کے عقائد کے خلاف چارچاندہ کا ردواج کا سامان مہیا کیے گی کو فتنش کی جائے گی۔ کا سچ کے لئے یہ سہولتوں کی کوشش کی گئی۔ مگر ابھی تک ایک اور سیرج سٹیٹسٹسٹ سے وعدے آئے ہیں۔

جماعت کی سچائی تنظیم نہایت ضروری بات ہے۔ میں نے اس کے متعلق ایک ادارہ قائم کر کے ایک سٹیٹسٹسٹسٹ سے جماعت کے بارے میں رابطہ میں تا جہت پیشہ ہی نہیں ہے۔ کیا علوم شاہری دہائی سے پرستے ہوئے مصلح موعود سے واقعی بھروسے طلبہ میں تا جہت پیشہ ہی نہیں ہے۔ کیا علوم شاہری دہائی سے پرستے ہوئے یا کاتب کی غلطی ہوگی۔ سرگرم احباب اس طرف توجہ فرمادیں۔
الاضحیٰ سندھ لکھتا ہے۔ اس سال میں سیرج سٹیٹسٹسٹسٹ سے جماعت کے بارے میں رابطہ میں تا جہت پیشہ ہی نہیں ہے۔ کیا علوم شاہری دہائی سے پرستے ہوئے یا کاتب کی غلطی ہوگی۔ سرگرم احباب اس طرف توجہ فرمادیں۔

سے . دو ہزار ایکڑ کے قریب باقی ہے . جس میں سے ہزار ڈیڑھ ہزار ایکڑ کے قریب خریدی جا چکی ہے . اوباتی کی خرید کے معاہدے ہو چکے ہیں . بعض نئے مشن . بمبئی ، کلکتہ اور کراچی میں باقاعدہ مشن قائم ہو چکے ہیں . کلکتہ میں بالخصوص کامیابی ہوئی ہے . ایک درجن کے قریب اچھے کام کرنے والے آدمی داخل سلسلہ ہوئے ہیں . اور بہت سے تیار ہوئے ہیں . دیکھا مسلمان کلکتہ کا فرض نہیں . کہ وہ ارتداد کے اس ٹرہٹے سے بیلابیل کو روکیں ! - مرکز مداس ، پشاور کوٹہ میں بھی ایسے مشن قائم کرنے کی تجویز ہے .

شکرک مساجد . پشاور ، لاہور ، کراچی ، دہلی ، بمبئی ، مداس اور کلکتہ میں مساجد قائم کرنے کی تحریک کامیاب ہو رہی ہے . دہلی کی جماعت نے ۲۴ ہزار کے وعدے پیش کئے ہیں . کلکتہ کی جماعت نے ۶۶ ہزار روپیہ جمع کیا ہے . بمبئی میں بھی مسلمان پورے ہیں . کراچی میں ہم کنال کے قریب زمین خرید چکا ہوں . لاہور میں بھی زمین خریدی ہوئی ہے . اگر ان مقامات پر مساجد قائم ہو جائیں . تو تبلیغ کا کام بہت وسیع ہو سکتا ہے . دیہاتی تبلیغیں . پندرہ تیار ہو چکے ہیں . ایسا نہیں مختلف علاقوں میں لگا دیا گیا ہے . کم سے کم دوسو خرید دیہاتی تبلیغ تیار کرنے چاہئیں

لاہور کی مرزائی

”پیغام صلح میں ہے :-“

حضرت امیر (محمد علی) نے فرمایا :- گذشتہ سال ہم نے دو لاکھ روپیہ

کی اپیل کی تھی۔ دو روپیہ تقریباً ترمیم پورا ہو گیا ہے۔ اب اس لاکھ کی
 اپیل ہے۔ اور اس پر جماعت نے لیک کہا ہے۔ وصیت کے متعلق
 تحریک کی گئی۔ ساتھ سے اوپر آدمیوں نے وصیت کر دی۔ وقت
 محفوظ رکھا۔ اور لوگ بھی نکل آتے۔ دو تین اور تحریکات ہوئیں، اخباروں
 کے تحریک ہوئی۔ اس پر لوگوں نے لیک کہا۔ ایک اپیل ہوئی، دوسری
 ہوئی۔ تیسری ہوئی۔ چوتھی ہوئی۔ اور یہ جماعت لیک کہتی چلی۔
 گئی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اور اپیلیں ہوتی چلی جائیں۔ تو یہ جماعت
 لیک ہی کہتی چلی جائی۔ ص ۱

صفحہ ۲۲ پر ایڈیٹوریل میں ہے :- حکمہ بر مالانہ کے موقع پر عقلی تحریکات
 جماعت کے سامنے پیش کی گئیں۔ جماعت نے ان میں دل کھول کر حصہ
 لیا۔ اپیلیں ہوتی چلی گئیں۔ اور جماعت لیک کہنے ہوئے نہیں تھکی۔ یوں
 معلوم دینا تھا۔ کہ حضرت امیر جماعت کو ارشاد فرمائے۔ کہ مجھے اس وقت
 تمہاری جانوں کی ضرورت ہے۔ تو ہماری جماعت کہہ دیتی۔ حضور ہم حاضر
 ہیں۔ حضرت نے پیغام صلح کی توپ افشاعت کے لئے تحریک فرمائی۔
 اور جماعت نے چند ٹکٹوں کے اندر سینکڑوں خریداروں کو لئے۔

پیغام صلح (۱۳۱)

نئے سال کے پہلے منفقے کی یہ پیشکش بانجیس پڑھئے! اور اندازہ کیجئے کہ
 دنیا کس سرعت و برق رفتار می کے ساتھ مسلمانوں کو تریب کرنے کے لئے
 دوڑ رہی ہے۔ یہ تو ایک امت ہزار اہلہ کے مختصر کوائف آپ کے سامنے
 لائے گئے۔ ورنہ عیسائی ہوں کہ مسلمانوں کو تریب ہوں، یا نتیجہ اسب

نے متناع ایمان پر ہلہ بول رکھا ہے۔

دنیا کے ہر گوشے میں ہرزہ نشین ایمان نے اودھم مچا رکھا ہے۔ اور یہ ایک مسلمان ہے۔ کہ لمبی تانے پڑا ہے۔ دنیا دوڑ رہی ہے۔ اور یہ باوہ غفلت میں ہر شمار و بدست ہے۔ اسے اپنے ایمان کی خبر ہے نہ بیوی بچپل کے دین کی فکر۔ یہ نیند سے تپ بیدار ہوگا۔ جب اس کا بھائی علیسا فی ہوا گاؤ بچہ مرانی۔ بہن شیعہ ہوگی اور بیٹی آئیہ۔ مگر اس وقت کی بیدار می سے کیا فائدہ؛ چلنے کا وقت آج ہے۔ ابھی وقت باقی ہے اگر اب بھی مسلمان جاگ اٹھے۔ تو بگڑی بن سکتی ہے۔

انجمنہ اور اپیل۔ نیند کے متوالے مسلمان اوجھ آنکھیں کھول۔ دیکھو! سن! اور کان۔ کھول کر سن!! عقائد اسلام کے خلاف جارحانہ کارروائی کے لئے قادیان میں ایک مستقل ادارہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ گویا اب تک برے مرزا صاحب، یا "مصلح موعود" نے کوئی جارحانہ اقدام کیا ہی نہیں تھا ابھی دیگر مذاہب ملجن میں سے اول نمبر پر اسلام ہے۔ مرکز کے عقائد رجحان میں سے اول ناموس رسالت اور ختم نبوت ہے۔ مرکز کے عقائد جارحانہ کارروائی کا سامان مہیا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مسلمانو! اب تک تم نے بظنی چوہیں کھائی ہیں، ختنے صدمے سے ہیں۔ کتاب الہدیہ فقہا شمس ہوا ہے۔ اور ذات پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختنے عملے ہوئے ہیں۔ وہاں سے سرو سامانی کی صورت میں ہوئے ہیں۔ دنہ دنیا کیل کاٹنے سے لو اب لیس ہو رہی ہے۔ تمہارے اسلام کو محفوظ رکھنے کے لئے امام حکیم الاسلام کا بیج، ابھی کھلا ہے۔ تمہارے

ایمان کو بچانے کے لئے فضل عمر سپر چارج نسٹیٹیوٹ کا فیصلہ بھی عمل میں
آیا ہے۔ جس سے ہزار لاکھ روپے بھی نہ دیئے گئے۔ یہ بھی لاکھ لاکھ اندر
کراچی میں بھی مشین قائم ہوئے ہیں۔ مدراس لکھنؤ اور اٹلہ گڑھ میں بھی
قائم ہوئے ہیں۔ لاکھ لاکھ سہ ماہی مشینوں کے لئے بھی مقدمات چلے
مسا وکھڑا کی بنیادیں بھی لگائی گئی ہیں اور وہ بھی ہزاروں لاکھ روپے
کی بھی لگائی گئی ہیں۔ اور ہمارے لئے سہ ماہی مشینوں کے لئے لاکھ لاکھ
پیسے کی گئی ہیں۔ اور پیغام صلح کے لئے لاکھ لاکھ روپے بھی لگائے گئے
ہیں۔ میں نے فریڈلین کو حیدر سے صرف اتنا پوچھا ہے کہ کیا آپ کو اپنا
ایمان اپنے اہل و عیال کا ایمان اپنی گاڑیوں کے بدلے بھی خریدیں؟
جب تک گاڑیوں کی پمپریں دیکھتے ہیں۔ پمپریں کو کھینچتے ہیں۔ تو
ایمان کے پمپریں کی طرف سے اس قدر غافل کیوں ہوئے ان کے مقابله
پر کیوں نہیں ہوتے ہو؟ کیا ہماری لکھنؤ، کراچی، لکھنؤ اور اٹلہ گڑھ
میں ہر جگہ نہ ہوتی ہمارے لئے لاکھ لاکھ روپے لگائے گئے؟ کیا ہمارے
لئے بھی کوئی ادارہ ہے؟ دوسرے لاکھ لاکھ روپے لگائے گئے ہیں۔
ہزاروں لاکھ روپے لگائے گئے ہیں اور اس کے پاس ایک لاکھ روپے لگائے
گئے؟ لاکھ لاکھ روپے لگائے گئے اور ایک ہزار روپے لگائے گئے۔
میں نے کہا کہ ان کو دیا ہے؟ اور نہیں تو اسے
پھر کیا رات کا سونے والا کیا کریں گے؟ اگرچہ یہ بدیہی
ہیں۔ مسلمان بننا پڑا ہے۔ لکھنؤ اور اٹلہ گڑھ میں ایمان کا
نہ ہونا چاہئے۔ اور ہمارے لئے لاکھ لاکھ روپے لگائے گئے۔

ہیں۔ اگر ملت کی امداد انہیں حاصل ہو۔ تو یہ ناچیز ذرے طوفان کے آگے
 سدراہ ہو سکتے ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ ہر قسم کی حمایت اور ہر نوع کے
 تعاون سے مرکز تنظیم اہل سنت کی دستگیری کی جائے۔ جہاں ہم ملک
 کے ارباب دولت سے اپیل کریں گے۔ کہ وہ ہمارے بیت المال کو اپنے
 روپیہ، اپنی زکوٰۃ، اپنے صدقات سے مضبوط کریں۔ وہاں ملت کے
 سربراہ اور وہ اہل علم سے درخواست کریں گے۔ کہ وہ ساحل عاقبت چھوڑ
 کر دیارے حوادث میں کود پڑیں۔ اور کفر کی نیز و تندہروں کا مقابلہ کر کے
 مسلمانوں کے ایمان کا بچاؤ کریں۔ خدا وہ دن ہمیں دکھلائے۔ کہ ہم
 حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب یا حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی
 یا حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی یا حضرت مولانا سید عطاء اللہ
 شاہ صاحب بخاری یا اس پایہ کے کسی دوسرے بزرگ کو مرکز تنظیم اہل سنت
 کے دفتر میں بھیج کر محمود اور محمد علی کے مقابلہ پر تمام دنیا میں کام کرتا دیکھیں
 ہمارے بزرگ ہمیں اس تلخ نوائی پر معاف فرمائیں گے۔ کہ قادیان
 میں بھیج کر مصلح توعود، ایشیا، افریقہ، یورپ، امریکہ اور تمام دنیا پر اپنی
 روحانی حکومت اور دینی خلافت کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر اس کے مقابلہ
 میں بہر لحاظ اعلیٰ و ارفع پوزیشن کے مالک سید عطاء اللہ شاہ صاحب ایک
 امریکہ کو بھی پورے طور پر نہیں سنبھال سکتے۔ برآمدہ فقیر بھیج کر محمد علی
 تو یورپ تک کو سنبھال سکتا ہے۔ مگر شیرالوالہ میں بھیج کر مولانا احمد علی
 صاحب، جو علم و تقویٰ اور روحانیت میں اس سے ہر درجہ بلند و بالاتر
 ہیں شیرالوالہ دروازہ کے مسلمانوں کو بھی منظم نہیں کر سکتے

اسے ہم مسلمانوں کی بدقسمتی سے تعبیر نہ کریں۔ تو اور کیا کہیں۔ ہم ہیں
 افراد و رجال ہیں۔ استعداد و قابلیت ہے، تقویٰ ہے، اردو خانہ بیتا ہے
 انہیں سوخ ہے۔ سب کچھ ہے۔ اگر نہیں۔ تو جرات نہیں، بلندی و علو
 اور نظر میں وسعت و عالمگیری نہیں۔ ہم اپنے محدود حلقہ اور تنگ دائرہ
 سے باہر دیکھنا اور جانا نہیں چاہتے ہیں۔ ادھر دشمن ڈاکو ہے مگر بہادری
 چور ہے مگر دلیر! وہ اپنی صلاحیت و استعداد سے بڑھ کر چھینا نہیں
 مانتا پھلا بھار باہر۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے صحرا اور نادان لو جو ان چور کی
 بے خوفی با بے باکی، طراری و پرکاری دیکھ کر اور ہماری ویرانہ گاہی،
 انسردگی و پیروگی پر نظر کر کے ہمیں چور سمجھتا ہے۔ اور سادگی و غلط فہمی
 سے اپنے آپ کو چور کی گود میں ڈال دیتا ہے۔ مجھے سچ عرض کرنے
 کی اجازت دیجئے۔ اس بے خبر و جوان کے ایمان کی غارت گری میں
 ہماری خاموشی اور ہمارے جمود کا کچھ کچھ حصہ نہیں ہے۔

عامی مسلمان ملک کے ہر اہل علم و نظر اور ہر صاحب دولت و ثروت
 سے دردمندانہ درخواست کرتا ہے کہ

بہم رسیدہ جانم، تو بیا اکہ زندہ ہانم
 پس اراں کہ من نہ نامم، بچہ کار جو ہا کی ہا

”زندہ ہانم“

نہ ہر سار کھتے ہو الو زندہ ہانم کی
 حفاظت اور اشاعت سے کئی پوری پوری دلچسپی لو!

مذہب، حکم فرمہ والے ہیں اور اختیار ہے

صحیح اور غلط مہربان کے منافع و مضار

”افضل“ لکھتا ہے :-

قاریان ۲۵ دسمبر - آج مجلس انصار نے کراچی کے پیرانہ جلسہ منعقد ہوا
آئندہ ساری چیزیں مہربانوں کے منافع کے لیے ہونے چاہئیں۔

”افضل“ لکھتا ہے :-

”افضل“ کی ”میں“ سے مراد ہے۔ مہربانوں کے منافع کے لیے ہونے چاہئیں۔

مہربانوں اور مہربانوں کے منافع کے لیے ہونے چاہئیں۔

اپنے فرقہ کے مہربانوں کے منافع کے لیے ہونے چاہئیں۔

مہربانوں اور مہربانوں کے منافع کے لیے ہونے چاہئیں۔

قاریان کے لیے بھی اپنے فرقہ کی منافی ہونے چاہئیں۔

اس سلسلہ کی سرگرمیوں میں حصہ لے کر اپنے منافع کے لیے ہونے چاہئیں۔

مہربانوں کے منافع کے لیے ہونے چاہئیں۔

اپنی عبادت کے لیے اور مہربانوں کے منافع کے لیے ہونے چاہئیں۔

مہربانوں اور مہربانوں کے منافع کے لیے ہونے چاہئیں۔

مہربانوں اور مہربانوں کے منافع کے لیے ہونے چاہئیں۔

مہربانوں اور مہربانوں کے منافع کے لیے ہونے چاہئیں۔

مہربانوں اور مہربانوں کے منافع کے لیے ہونے چاہئیں۔

صرف "آجری" نہیں، دوسری تمام اقوام کا یہی حال ہے کہ ان میں کا سربراہ آدمی خاص اپنے فرقہ کی خدمت و تعمیر میں سرگرم اور نارور نظر آتا ہے۔ اس کی شخصیت سے صرف اس کے فرقہ کو بہرہ من فائدہ پہنچ رہا ہے۔ نہ صرف اس کا بیش قیمت وقت، بلکہ ہمارے غیر محدود اثر و رسوخ بلکہ اس کا بے شمار روپیہ بھی خالص اپنے فرقہ کی تعمیر و ترقی، اٹھان، ابھار، بقا و تحفظ اور استقرار و استحکام کے لئے وقف ہے۔ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں اور اپنے بہترین وسائل کا بہترین مصرف اپنے فرقہ کو سمجھتا ہے۔ ان معروضات کو تصورات و تخیلات پر محمول نہ کیا جائے، حالات و واقعات کی روشنی میں دیکھ لیا جائے کہ

۱۔ عیسائی۔ "ڈیوک آف کنٹا، لارڈ ونگٹن، سابق وائسرائے ہند اور مسٹر بالڈون سابق وزیر اعظم برطانیہ جیسے آدمی پش ایڈ فار ان بائیل سوسائٹی کے رکن ہیں اور یسوع مسیح کے پیغام کی اشاعت کے لئے جان و مال وقت کسی چیز کا دریغ نہیں کرتے۔
 ویمبر ایجا ایمان پی ڈسمبر ۱۹۱۵ء

"مسٹر راک فیلر دنیا کا مشہور تیل کا بادشاہ اور اول نمبر کا امیر تھا۔ وہ اپنے فرقہ کے تبلیغی کاموں کو بڑی مدد دیتا تھا۔ ۱۹۱۵ء میں "لکھ پتی کا گرجا" بے مقام نیویارک میں تبلیغ کے لئے اپیل کی گئی۔ ۸ سہنٹ کے اندر ۴۰۰۰ پونڈ کی رقم مل گئی۔ تاک فیلر نے ۴۰۰۰ پونڈ کی رقم اپنی جیب سے لے لی۔" بیچ وہی پی ۱۵

۲۔ مہاراجا اور سکھ۔ ۲۷ اپریل ۱۹۱۵ء کو سواتن دھرم کالج لاہور کی سادہ جوتی منانی گئی۔ مہاراجہ درجہ ۱، مہاراجہ دھولپور، بیٹھہ جٹل کٹر برلا، بیٹھہ رام کشن ڈالیا جیسے لوگ شامل اجلاس تھے۔ ایمان پی ۱۵ اس جوتی پر ۳ لاکھ ۳ ہزار روپیہ جمع ہوا جس میں سے ایک لاکھ ۵ ہزار بیٹھہ برلا نے، ۶ ہزار بیٹھہ ڈالیا نے، ۳ ہزار مہاراجہ درجہ ۱ نے دیا۔ "دیوی بھارت پی ۱۴

بیٹھہ برلا۔ مہاراجہ کی انتی سے لئے اکروڑوں لاکھ روپیہ دان کر چکے ہیں۔"

(پر تاپ لکھ ۱۹۱۵)

آریہ پرائیٹنگ سبھا لاہور کے صدر نے اپنی تقریر میں بتایا کہ آج بھی
کے دیر چار فنڈ میں ۸ لاکھ ۸۵ ہزار روپیہ موجود ہے۔ باوا گورکھ سنگھ کی امداد سے
جو ۲ لاکھ روپیہ حالی میں جمع ہوئے۔ وہ اس کے علاوہ ہے۔ باوا گورکھ سنگھ کے تحت
بنگال میں ۱۲ ہزار من نکلے دیا جس سے اب تک ۳ لاکھ روپیہ وصول ہو چکا ہے
(ایمان لکھ ۱۵)

کشمیری صاحب لڑھیانہ میں ۲۲ روپے کو آل انڈیا سہرو سکریٹری کا نفرس
منفق ہوئی۔ باوا گورکھ صاحب نے ایک لاکھ روپیہ ایک مشت اور ۲۲ روپیہ ہار
کاوان ہیرس کے لئے دیا۔ یہ کھل کٹور بر لائنے۔ ۱۲ ہزار روپیہ دیا (ایمان لکھ ۱۵)
پنجاب میں ہندو حقوق کی نگہداشت کیلئے سوشلسٹس کمیٹی کا تقریر۔ لاہور
۱۲ جنوری ڈاکٹر سرگول چند نارنگ کی کوٹھی میں سرگودہ ہندوؤں کی ایک میٹنگ
ہوئی۔ نجی سٹریک چنار کے بہادر رام سرنداس۔ رائے بہادر گوپال داس دیوان بہادر
کرشن کشور، دیوان بہادر پنڈی داس۔ رائے صاحب لالہ رام جوایا کپور۔ سید
لکھنڈاس کیپٹن کشپ چند راو کچھ دوسرے اصحاب شامل ہوئے۔ میٹنگ میں اس
امر پر غور ہوا کہ پنجاب میں ہندو قوم کی نگہداشت کے لئے وکیلٹس کمیٹی بنے۔
کمیٹی کے چیئرمین کشپ سٹریک چند ہوں گے۔ سچو پزیر ہے۔ کہ ایک لاکھ روپے کا فنڈ
ہو۔ فنڈ کے لئے ڈاکٹر نارنگ نے ۲۰ ہزار۔ رائے بہادر رام سرنداس۔ دیوان بہادر
کرشن کشور سید لکھنڈاس نے ۱۰-۱۰ ہزار اور دیوان بہادر پنڈی داس نے ۵ ہزار
روپیہ دینا منظور کیا ہے۔ (پر تاپ لکھ ۱۵)

لاہور ۲۲ جولائی۔ ستاتن دھرم پر تہی ندھی سبھا کا سالانہ اجلاس منعقد
ہوا۔ گوسوامی گیشدت جی نے اعلان کیا کہ کرشنگر میں اپڈیشک ودیا لکھوئے

کے لئے . ۵ ہزار روپیہ کی زمین خرید کر لی گئی . آپ کی اپیل پر ایک لاکھ دس ہزار روپیہ پر تین نذر بھی سمجھا کر دینے کا اعلان ہوا . اگلے سال کا انتخاب حسب ذیل ہوا .
 سرپرست پوجیہ مانوی جی . مہاراجہ پیالہ . مہاراجہ پیر جی . مہاراجہ کیشور سیٹھ جگن کیشور پور
 سیٹھ ڈالیا . پریذیڈنٹ مہاراجہ دھرو لپور . رائے بہا اور لالہ رام سرنداس سینیہ واسی
 پریذیڈنٹ . دیوان بہا اور کیشن کیشور . داس پریذیڈنٹ . لالہ بہا ری لال چانٹہ رائے بہا اور
 لالہ اشرواس . دیوان بہا اور پنڈی داس . رائے بہا اور لالہ کپیسر چنڈ . رائے بہا اور لالہ لچنڈ
 رائے بہا اور لالہ جودھ مال . جرنل سکرٹری . گو سوامی گیشرت . سکرٹری . رائے بہا اور
 جہانگیراسی . (پریچھانت ۱۵)

گو سوامی جی نے مہاراجہ پیالہ کو سرپرست منتخب ہونے کا تار دیا . تو مہاراجہ صاحب
 کا گو سوامی جی کو تار موصول ہوا . آپ کے تار کا بہت بہت شکریہ سنا تو دھرم
 پر تین نذر بھی سمجھا کر سرپرستی بڑی خوشی سے منظور کرتا ہوں . (پریچھانت ۱۴)
 مہاراجہ صاحب سلیم پور . سب علی ظہیر پور . جی . مہاراجہ سلیم پور . سب
 بیانات سنائے گئے . کہ حکومت نے راجہ صاحب کی اجازت دے کر شیعوں پر سخت ظلم
 کیا ہے . (بدینہ)

سر سلطان احمد ایک وفد کے کر وزیر اعظم پو پنی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے
 کہ اگر شیعوں کو مدد صحابہ کی اجازت دی گئی ہے . تو ہمیں بھی تیرے کی اجازت منجی
 چاہئے . (بدینہ ۱۳)

سر وزیر حسن اپنی چرو بچوں سمیت جواہر لال جی کے پاس اپنی راہم کہانی سنا کر گئے
 (بدینہ ۱۲)

آپ نے ۲۷ اپریل کو پٹنہ سے ایک بیان دیا جس میں حکومت یو پی کو دیکھتی ہے
 کہ اگر چار دن کے اندر تمہارے اپنا فیصلہ (اجازت مدد صحابہ) واپس نہ لیا . تو نہ جانے

کیا سے کیا ہو جائے گا۔ شدید عورتوں نے تہمت کر لیا ہے۔ کہ اگر ہار بیچ الاول کو
اعلانہ مدح صحابہ پڑھی گئی۔ تو وہ گھروں سے نتر پڑھتی ہوئی نکل پڑیں گی۔ اور یہ
مدح صحابہ نمبر

نثر پائینٹ صنعتی کالج۔ نثر پائینٹ والٹے رام پورا اپنی قوم کے واسطے
ایک عظیم الشان صنعتی ادارہ کھولنے کی تجویز فرماتے ہیں۔ آپ نے چندہ کی تحریک فرمائی۔
اور تھوڑی مدت میں تقریباً ۱۰ لاکھ روپیہ چندہ جمع کر لیا۔ اور یہ چندہ دس لاکھ روپیہ
تک پہنچ جائے گا۔ کیا تعجب ہے کہ یہ صنعتی ادارہ جو سرکار راجپور کی سرپرستی میں کھولا
جا رہا ہے۔ ہندوستان کی شیعہ دنیا کو مال کرے گا (رنا کار ۲۱/۱)

ہم۔ احمدی۔ حضرت امیر المومنین (میاں بشیر الدین محمود) نے فرمایا اللہ تعالیٰ
احمدیت کی اشاعت کے لئے ہم سے نئی قربانیوں کا مطالبہ کرنے والا ہے۔ میں سب سے
پہلے اس غرض کے لئے اپنی جائیداد وقف کرتا ہوں۔ دوسرے چوہدری سرفراز خان
صاحب ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی جائیداد میری اس تحریک پر وقف کر دی ہے (فضل ۲۱/۱)
ہم نے تمہیں بس جو کچھ عرض کیا۔ آپ نے واقعات کی دنیا میں دیکھ لیا۔ ہم نے
اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ اخبارات کی فائیلیں آپ کے سامنے رکھیں
بطور نمونہ ہم نے عیسائی۔ ہندو شیعہ اور مزار کی چاروں فرقوں کے چوٹی کے آدمیوں
کو لے کر ثابت کیا ہے۔ کہ ان میں سے ہر ایک کی نہ صرف دولت بلکہ پوری شخصیت اپنے
فرقہ کی خدمت کے لئے وقف ہے۔ ان کا اثر و رسوخ ان کا قیمتی وقت جماعتی ترقی
کے لئے وقف ہے۔ ان کا دل، ان کا دماغ، ان کی زبان قومی کاموں کے لئے وقف ہے
مگر بایں ہمہ نہ تو ہمیں کوئی فرقہ خوار کہتا ہے۔ نہ ان کی پوزیشن خراب ہوتی ہے۔ نہ ان
کی واداری اور روشن خیالی پر حرف آتا ہے۔

تھوپر کا دوسرا رخ

ادھر مسلمانوں کا یہ حال ہے۔ کہ تبلیغی مرکز تو ساری دنیا میں تھا ہی نہیں دوسرے اسی خالص اسلامی ادارے میں بھی کوئی بڑا آدمی نہیں۔ کوئی والدے ریاست نہیں۔ کوئی نواب نہیں کوئی پٹھان نہیں کوئی سر نہیں۔ کوئی خان بہادر نہیں نتیجہ یہ ہے۔ کہ دارالعلوم دیوبند کے منتظم حضرت مولانا محمد طیب صاحب سرفراز خان کی صبر آزما خدمتیں برداشت کر کے مشاہرات و واجبات سے سبکدوش ہوتے ہیں۔ تو قدسے سنت پوہداری افضل حق مرحوم گھر کے زیور بچکر دفتر کا کر ایہ ادرا کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے۔ کہ آخر راجہ اور نواب۔ ایسے بہادر۔ خان بہادر۔ ایسے صاحب اور خان صاحب کے نقطہ نظر اور پیکر کس میں یہ فرق کیوں ہے؟ اس کا جواب کسی کے نزدیک کوئی ہو۔ اور ممکن ہے وہ کبھی صحیح ہو۔ لیکن میں تو یہی عرض کر دل گا۔ صحیح اور غلط۔ پیارے شرافت۔ آج دوسری اقوام اور ملت اسلام میں یہ چیز امتیازی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ کہ ان میں مدیارت شرافت و کرامت "تومی خدمت" اور ایشیا رقبائی ہے۔ ملازم ہیں وجہ سیادت و سدارت "فرعونیت اور نفس پرستی و خود غزنی"۔ دوسری بر قوم کا بڑا آدمی "خدمتہ قوم" میں اپنی بڑائی سمجھتا ہے۔ مگر کیا مسلمان ہے۔ کہ اگر یہ تخت فرعونیت سے انکر قوم کی خدمت کرتا ہے۔ تو خیال کرتا ہے۔ میری سرداری تھی۔ خان بہادری چلی۔ تو ابی اور بھاری رخصت۔ ادبیری مرشدی منتظم ایہاں قوم کا سب سے بڑا بزرگ مجرم، مطاع، سردار، ریشہ اور پیلو اتہی ہے جو دینی خدمت کے تصور سے نا آشنا۔ ایشیا رقبائی کے تخیل سے یہ بہرہ اور ملی سروس سے کوسوں دور اپنے پیٹ کا بندھنے نفس کا پیاری، اپنی ذات کا خادم۔ اپنے خزانہ کا سامپ اور اپنے اقتدار کا محافظ ہے۔ بلکہ جو خبنامت فردش اور قوم کا خائن

عقدار، دشمن اور خودخوار ہے۔ اسی فارسانوں میں اس کا زیادہ عز و وقار، اثر و اقتدار اور اعتماد و اعتبار ہے۔

میرے نزدیک ہماری دولت و مروائی اور میدان کشاکش میں شکست و پسپائی کا ایک بہت بڑا سبب یہی غلط امتیاز شرافت ہے۔ دوسری قوموں نے یہ امتیاز درست کر کے ہم پر فتوح پائی ہے۔ ہاں میں جو بھی قوم کا خادم نہیں۔ وہ سیاسی کا خادم نہیں بن سکتا۔ حکمت کی نظر میں اس کی کوئی عزت و وقعت اور قدر و منزلت نہیں۔ وہ بھی بھی استغناء والا کراہم، نجیب و نوقیر اور اشترام و مکرم کا مستحق نہیں۔ وہ مرد و مہرے، ملعون ہے کسی بھی قوم پر نظر کرو۔ جیتے تک اس کا کوئی فرد خدمت قوم کے لئے وقف نہ ہو وہ قوم کی نظر میں معزز و محترم اور مکرم و مشتمل نہیں بن سکتا۔ مگر ہمارے ہاں امتیاز و میزبان ہی وہ ہے جسے "چوکی" کہا کر لیا ہے سیادت و کرامت سے ہم آغوش اور مکیو یہ قیادت و سردار سے ہکا بکا ہو سکتا ہے۔ تو اسے کیا حیز بن رہا ہے۔ کہ وہ "نون" دے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ اس تفادیت امتیاز اور امتیاز میزبان سے عملی دنیا میں کیا اثرات و نتائج مرتب ہوئے۔ صحیح امتیاز کا دوسری قوموں کو کیا فائدہ پہنچا۔ اور یہ خدا امتیاز کا ہمیں کیا نقصان پہنچا ہماری قوم کو عقل دے۔ کہ وہ غلط امتیاز کو درست کرے۔ اور خدا قوم کے بڑوں کے پہلو میں دل دے۔ تاکہ وہ قوم کے حال زاہد و بید رحم کر سکیں۔

ددیا توں کی فریاد ہے درگاہِ خدا میں
رحم آئے ترے دل میں اثر میری دعائیں

زمرم ۲۳/۲۵

آریہ سماج کی زندگی اور شراکت کی صورت

حکومت اسلامیہ کے لئے فکر ہے

۱۹ سے ۲۲ اپریل تک چار روز لاہور میں مرکز تنظیم سے ڈیڑھ دو روزہ دورہ منعقد ہونے کے فائنل پر آریہ پرانی ذہنی سبھا کی ساٹھ سالہ جوہی ریڈی دھرم دھرم سے منائی گئی ہے جسے حاضری، پروگرام اور فنڈ کے اعتبار سے کامیاب کہا جا سکتا ہے۔ حاضری، پنجاب کے ہر گوشہ سے لوگ آئے۔ پرنسپل گورنمنٹ کی برکت سے بھوکا تو خیر سارا ملک ہے۔ لیکن صلح ڈیرہ غازی خان کے پیا سے قومیہ آبل تک سے ایک نہیں ہیں چھپس آریہ سماجی اس اجلاس میں شرکت کے لئے آئے پنجاب کے علاوہ دہلی، یو۔ پی، بھارتی، سیٹرووہ اور جیہاڑہ آیا۔ کون تک۔ سے سینکڑوں ٹیمیں ہزاروں زن و مرد شرکت کی گئی ہیں سفر کی سیر آریہ تنظیم برداشت کر کے اپنے اس دوہار تک اجلاس میں شریک ہوئے۔ چھ صرف عوام نہیں خواہ کبھی شریک ہوئے۔ اگر لاہور کے رائے بہادر باریک داس، بہاؤ شاہ کرشن آف پرنایا، مہاشیہ خوشحال چندیا، آف "بلاپ" ڈاکٹر گوگل چندیا، رنگ پٹنا، آف رتت امرت، دھارا، آپ کی دھرم پٹی، اور چوہدری لہری سنگھ وزیریکل سبیل گورنمنٹ شریک ہوئے۔ گوبالی کے لالہ دلپش بندھو، کپتا، ایم ایل۔ اے۔ بنارس کے پٹت رام نارائن اور ٹروہ کی شریتی سیتیا دیوی ایم۔ ایل۔ ایل کے شریک ہوئے۔ اور پٹنہ کے ڈاکٹر اجتار پرشاد، ممبر کانگریس

ورکنگ کی بیٹی تو بذریعہ ہوائی جہاز دہلی سے اڑ کر آئے۔

پروگرام - بلحاظ پروگرام یہ جو بی حاضری کی نسبت زیادہ کامیاب کہی جا سکتی ہے۔ صبح سات بجے سے رات کے بارہ بجے تک لیکچروں کا اتنا بندھا رہتا تھا۔ پھر سماجی زندگی کی کون سی ضرورت اور یہ سوسائٹی کا کونسا عنوان ہے جس پر سیر حاصل بحث نہ کی گئی ہو۔ برٹش گورنمنٹ سے ہندستان کی کامل آزادی کے تہا یہ آمینر مطالبہ کانگریس کی غیر مشروط حمایت اور پاکستان کی تشریح مخالفت کے پولیٹیکل مسائل سے لے کر ویدک پرچار۔ ستیا رتھ پرکاش کی حفاظت و اشاعت، اصلاح رسوم، دیہات سدھار، زبان، گٹورکھشا اور صحت و ورزش کے مسئلہ پر گفتگوں سونج بچار کیا گیا۔ پھانسا سمیلن۔ گرام سدھار و گوسمیلن، آرپہ سمیلن۔ پولیٹیکل سمیلن اور سٹری سمیلن کے نام سے مستقل اجلاس لگے۔ گوسمیلن کی صدارت چوہدری لہری سنگھ اور پولیٹیکل کانفرنس کی صدارت لالہ دلش بندھو کپتا اور سٹری سمیلن کی تشریحی سوشیالوئی ایتم اہل سکنے کی۔ گوردھل کانگری کے طلبہ کو ڈگریاں دینے کے اجلاس کی صدارت نے فرانس ڈاکٹر اجنر پرنسٹون نے سرانجام دئے۔ اور جو بی گورنمنٹ کے متعلق جلسہ تقسیم العادات کی صدارت پنڈت پشپال نے کی۔ جس میں تیس آرپہ سکولوں نے حصہ لیا۔

تیسرے نمبر کے اعتبار سے تو یہ جو بی بہت ہی زیادہ کامیاب بنے اپنی نظیر آپ رہی۔ سبھانے اس موقع پر ۲۰ لاکھ کی اپیل کی۔ سبھانے کے سرکاری ہتھیار کرنشن پانچ لاکھ چاہتے تھے لیکن قوم نے آٹھ لاکھ سے بھی زیادہ دیا۔ جس نے مانگا جام اس نے خم دیا۔ ایک لاکھ تو اکیلے پنڈت ٹھاکر دت امرت دھار نے دے دیا اور

۵۵-۵۵ ہزار لالہ نرائن دت (نئی دہلی) اور ڈاکٹر منیر اداس (موگا) نے دس ہزار لالہ دیوی دیال چندھوک نے پیش کیا۔ اور لالہ دولت رام (گوالیار) نے ایک ہزار بڈیچہ تار بھیجا۔

مرزا بیٹ کی موت یہ ہے آریہ سماج کی زندگی! اور اسی لیے مرزا بیٹ کی موت! آپ پوچھیں گے وہ کیسے؟ سنئے!۔

(۱) مرزا صاحب کے دعویٰ پر مرزا بیٹ کی بیباک کسر صلیب اور صداقت مسیح کی اساس ہی شکیبالی کفر پر ہے۔ وہ کلمے لفظوں میں اپنی لہنت کا مقصد اور نتیجہ اسلام کی اشاعت اور عیسا بیٹ اور آریہ سماج کا خاتمہ قرار دیتے ہیں اگر مرزا صاحب کی نبوت اور سچی زندگی کا ثبوت عیسائیت اور آریہ سماج کی موت ہے۔ تو آریہ سماج کی زندگی کا یہ مظاہرہ مرزا بیٹ کی موت کا ثبوت کیوں نہ ہو؟

(۲) بڑے میاں کے لیے چھوٹے میاں صاحب کا ارشاد اپنے باوا کی نبوت کے ثبوت میں کسے معلوم نہیں۔ اپنی جھانٹ کے چندوں پر آپ شرب و روزیے آج کی صداقت کا ڈھکے ڈھال رہتے ہیں۔ یہ انہیں کچھ دنوں اسی بنا پر مرزا بیٹ کی صداقت میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے گئے۔ اور اسی دامن "زیرین" میں بے نظیر و سزاوار مسلمانوں کا سر پر ایمان پہنسانے کی کوشش کی گئی۔ اگر ہزاروں روپے کے دعویٰ مرزا بیٹ کی صداقت اور خفا بیٹ کی دلیل ہیں۔ تو یہ آٹھ لاکھ نقد مرزا بیٹ کی اخلاقی موت کا ثبوت کیوں نہ ہو۔ اگر باقی قربانی کسی سچائی کا ثبوت ہو سکتی ہے۔ تو میاں محمود صاحب کو مہاشہ کرشن کی بیعت میں اب مزید دیر نہ کرنی چاہئے۔

لصویر کا دوسرا رخ

عدتِ اسلام پر سے ایک سوال۔ یہ ساری رام کوہانی سائنے کا مقصد

و نشان برادران اسلام سے صرف اتنا دریافت کر لیا ہے۔ کہ جہاں ایک جلسہ پر ہوا شہ کرشن آٹھ
لاکھ اور مرزا محمود و لاکھ سو لاکھ اپنے اپنے دھرم کی اشاعت کے لئے جمع کر لیتے ہیں۔ وہاں ہم نے
کبھی خالص تبلیغ مقاصد کے لئے لاکھوں نہیں ہزاروں ہزاروں نہیں سینکڑوں بھی جمع کئے۔ کیا
تمہارے کسی تبلیغی ادارے نے ساٹھ ساٹھ ہزار پچاس ہزار پچاس ہزار پچاس سالہ چوبی منالی؟
جس طرح وہاں ڈاکٹر گل چندا رنگ جیسے کافر ہمارے بھائی کے شانہ بہ شانہ ڈاکٹر راجندر چندا جیسے
چوبی کے کانگریسی نظر آتے ہیں۔ کیا چشم خدا کے کسی بی نظار ابھی دیکھا۔ کہ تمہارے کسی سولہ آسنے
تبلیغی اجتماع میں ہر سیدہ سی نقطہ نظر کے اکابر ملت اور ہر حیثیت کے لوگ جمع ہوتے
ہوں؟ یہاں جس طرح کانگریسی کے پیڑت راجہ شاہ کے ساتھ ساتھ پنجاب گورنمنٹ کے
وزیر چوہدری الہری سنگھ گومیلین کی صدارت کر رہے ہیں۔ کیا آپ کے کسی تبلیغی جلسہ کی
صدرت حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کے ساتھ ساتھ مالک نے حیات محل
یا مسٹر پروردی نے کی ہو کیا رائے بہادر بدوی اور اس کی طرح تمہارے کسی تبلیغی مرکز کے صدر
کوئی عثمان بہادر ہیں۔ کیا تمہارے کسی خالص تبلیغی اسلامی جماعت اور جلسہ کے سیکرٹری
اور رورہ وال ہوا شہ کرشن آف پرتاب اور شمال چند آف ملاب کی طرح "زمیندار"
"شہباز" "احسان" "القلاب" یا "دینے" وقت کے مالک یا ایڈیٹر ہیں؟

ان سب سوالوں کا جواب آپ یقیناً ایک دیں گے "نہیں" یا یہ جواب بچائے
بغور کس قدر افسوسناک، حیرت انگیز عبرت خیز اور حسرت آمیز ہے۔ لیکن اس سے کہیں
زیادہ اندوہ نہیں، زیادہ حیرت ناک زیادہ عبرت آموز اور بد چہا زیادہ حسرت آگیں سے یہ
حقیقت کہ آج سے دو سال پیشتر ہمارا کوئی اسلامی مرکز اور کوئی تبلیغی ادارہ تھا ہی نہیں جب
سب سے ادارہ اور مرکز کا بالنس ہی نہ ہو۔ تو اجلاسوں اجتماعوں جو بیچوں اور چند دن پر

کی یا سری خاک ہے! **اللہ** خدا کا شکر ہے کہ سولی ہوئی امت جاگی۔
مسرور

نوا بیدہ ملت پیدا ہوئی۔ اور لاہور میں "مرکز تنظیم" کے نام سے ایک اسلامی تنظیم کا ادارہ
کا وجود عمل میں آیا۔ ضرورت تھی کہ ہر سیاسی خیال کے زندہ اور غیبیہ مسلمان اپنی ہرگز نہ امداد
و اعانت اور توجہ و دستگیری سے اسے آریہ ہونی پڑھی سمجھا سنا سن و دھرم سمجھا۔ اگلیہ انجمن
لاہور، قادیان اور لٹن، ایڈیشن بائیں سو سنا سنی کی تھی کہ ادارہ بنا دیں۔ و ما علیہ الا الہیاء

۳۰ و ۳۱

۱۲۰۰

پنجاب شیعہ تبلیغ تحریک کے ہیں۔ حضرت امیر کی نئی تحریک کے لیے ایک عہدہ آئی ہے۔ تبلیغ
جن دستوں سے ابتدا تک لیکر ہے۔ ان کی تعداد ۲۲ تک پہنچ چکی ہے۔ یہ سبھی مسلمانوں میں
یہ اس جماعت کا حال ہے جس کے لیے یہاں خواہ ہر پاکستانی سب سے پہلے سے اس کا
مبارع ایمان لوٹتا ہے۔ اب ان کے کارکن ایمان میں ۲۲ کا مزید اضافہ ہو گیا۔

یہ ہیں جو ان کے کام کیا ہیں۔ ان کے لیے اسی قسم کی اپنی بزم ہو رہی ہے۔ علم و عمل
سنت سے کی گئی ہے۔ ہمارے آواز پر جو دست تبلیغ کے لیے اپنا وقت دینے کو تیار ہوتے
ان کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہوتی ہے۔ چونکہ ہرگز میں سے آ رہا۔ اور وہیں کر رہے ہیں
انہی میں اس قدر خلعت و جمود اور باطل ہیں اس درجہ حرکت و بیداری کی ہے۔
سچ پوچھو تو باطل کا وجود ہے ہی اس روش کا رہنما ہے۔ اگرچہ میں گری حرارت اور باطل میں
سردی اور برودت پیدا ہو جائے تو باطل کو جو چشم زندان میں سے باہر لے کر آئے کہ باوجود
اس خواب کو ان اور باطل کے پیچھے چلے گئے کہ انہی کے اندر ہے اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔

لو کہ خدا ہے کہ فری حرکت ہے خودی زنی
پھونکے سے پیر مرغ بھیا یا رہا ہے گا

مذہب اسلام سے عرض کروں گا۔ اب وقت آئی ہے کہ اس چیز کو نہ رہے۔
محفوظ رکھنے پر قناعت کی جائے۔ بلکہ شعلہ بنا کر اس شعلہ سے جس و خفا شک باطل کو پھونک
دیا جائے۔ خدا ہمارے ساتھ ہو۔ (زمزم) ۳۰

دوسرے مشہور روز نامہ "ملاپ" کے مالک و ایڈیٹر لالہ خوشحال چند خوسرند ہیں۔
 اسی پنجاب میں کٹر سے کٹر سماجی موجود اور بڑے بڑے پٹت اور
 ودوان موجود مگر آریہ سماج کی ایک پارٹی کی کشتی کے کھینوں کا "پیر تاپ" کے ہاتھ
 کرشن ہیں تو دوسری کے "ملاپ" لالہ خوشحال چند انشا پر آریہ سماج فرقہ دارانہ ادارہ
 نہ ہوگا، یا "پیر تاپ" اور "ملاپ" زمیندار "شہباز احسان" القلاب "نوکے وقت"
 اور امیرین ٹائمیر سے کمیشنسٹ ہوں گے؟ (پہلے نزم)

۱۴۴۔ حجروں کی اور پیر تاپ

میزوستان میں ایک دو نہیں، ہزاروں حجروں میں سو فی اور سنیکرول سجادہ نشین
 پیر ہیں، جو انگریز کے زیر سایہ گوشوں کو لوں میں سکون قلب اور اطمینان خاطر کے ساتھ
 قجابدانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی دینی حالت کس اور خستہ و خراب اور
 مسلمانوں کی ملی صورت کتنی ہی خوار و زبور کیوں نہ ہو کیا حوال کہ یہ حضرات پبلک کے
 سامنے آکر اصلاح احوال کی کوئی فکر کریں۔

مگر تہذیب و تمدن اسلام، اصلاح مسلمان اور بدافرت نعم الدین کا علم بلند کیے
 برابر اڑھائی سوال سے ان کا ہر کو یہ مقام سنبھالنے اور یہ منہ سب اپنے کی
 دعوت سے رہے۔ مگر آج تک کسی حجرا بد کو اس کی فرصت نہ ملی۔ سانب
 اور چھوٹو گرجی کے موسم میں اپنے بیوں سے باہر آ جلتے ہیں مگر یہ حضرات سردی
 گرجی، برسات بہار کسی موسم میں بھی سے الیکشن کی نو سو کے سوا۔ حجروں سے نکل
 کر آوارہ و پیشان مسلمان کی رہنمائی اور اغیار کے عملوں کے ٹمکار "شریک" کی حفاظت
 نہیں کرتے۔

نفسی خواہشات اور گندی رسومات پر اہل بول و پیر اور ادیان گمراہ میں پوچھتا ہوں اور آپ
 خیر الکتی کہیں، ہندوستان کے کسی کو اب نہ کسی خان بہادر کسی مخالف صاحب کسی جاگیر دار
 کسی تلمذ اور کسی زمیندار کے تبلیغ دین اور اثبات اسلام کے سلسلہ میں کوئی مہم نقل
 رقم دے گا، ہرگز نہیں، کسی بڑے آدمی نے اہلسنت کے مخصوص مفاد پر ایک پائی خرچہ
 کی بالکل نہیں!

تھوڑے سا اور پھر

اس ذرا اس شخص کی طرف سے جس کی کتابی شادی بیاہ کے لئے مخصوص
 اور یہی چیزیں کئی عرصہ تک تھی، آج اس کی دولتوں کے دریا کا رخ چلی گیا ہے اس کا
 دماغ ذرا فیض دریافت کی بجائے شہسوار اور سبھا پھونچا اور پورا ہے۔ اس کی عمر بھر کی
 کتابی عمارت اس کے فرقہ کے مخصوص عرصہ اور پھر صرف پورے ایک سال سے پہلے ہی اس کے
 کا وہ پر تجارت ملاحظہ ہو۔ دیوان بہادر کرشن کشور لاہور دیوان لاکھوں روپیہ سے سناتن
 دہرم کی سب سے زیادہ ہیں، جنہوں نے سناتن دہرم میں اپنی مذہبی سہارا اور کارکن کا پوجہ
 زیندگان بن کر اٹھا یا ہو گیا ہے ایک لاکھ روپیہ سناتن دہرم کا رخ لاہور
 ہل بتائے سکے۔ بے پرواں کیا تھا۔

کاشن اگر ہم نے اپنے اسلاف کو رام کی سیرت عالیہ کو سبلا دیا تھا تو ان انبیاء کے
 عمل سے کوئی سبق لینے مشابہت اور نہ کہ واقعات اور گروہ اور روح کے حالات سے بہتر
 حاصل کرتے، میرا دماغ اسلام جو انگریزوں کے لئے منظور ہے، اسے تیار کوئی
 پیٹ فارم ہی نہ تھا۔
 کے پیٹ فارم پر ان ہمایوں کی شرح بائبل کی خدمت سے تمام دو ماہ اس وقت
 سے ڈیڑھ پہرے پہرے! قدرتی ہم سے کسی کو کرشن خود سزا اور سزا لچھہ اس
 اور کرشن کشور کا کام نہ سنبھالنا دیکھ کر ہمیں ان کی حاکم فدا خواہیہ سہا پھونچا۔

اور انہیں ہماری جگہ سچ کہ ہم نے انقلاب پر رخ کر دیا تو سبھی دیکھے ہیں

۴۸ اسلامیوں ہند اور لکھنؤ کی عفت اور ہمت

فرزندان توحید کے دل میں اشاعت اسلام کا کس قدر جذبہ اور تبلیغ دین کیلئے کس قدر قربانی کا مادہ موجود ہے۔ اسکا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک لاکھ روپیہ کی مرکزی اپیل پر اس وقت تک دس ہزار روپیہ بھی جمع نہیں ہوا۔ مرکز نے ایک لاکھ کی تقسیم کرتے ہوئے پچیس ہزار کی رقم ان اہل ہمت کیلئے چھوڑ دی تھی جو اپنے حلقہ اثر و سرخ میں پانچ پانچ یا اڑھائی اڑھائی یا کم از کم ایک ہزار روپیہ جمع کر کے مرکز کے حوالہ کریں۔ مگر افسوس کہ اس وقت تک ایک بھی دوست اس دعوت پر میدانِ عمل میں نہ نکلا۔ حالانکہ اگر ایک صاحبِ عزم مسلمان لکھنؤ ہمت باندھ کر کام شروع کر دے تو سال بھر میں ایک ہزار روپیہ جمع کر لینا کوئی بڑی بات ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ اب ذرا اپنی ہمساہ قوم کے ایک اولوالعزم فرد لالہ لکھنؤ کی بلند ہمتی ملاحظہ ہو آپ گھر سے یہ عہد کر کے نکلتے ہیں کہ جب

تک گوردھری کا ٹکڑی کیلئے ایک لاکھ روپیہ جمع نہ کر لوں گا واپس گھر نہیں آؤں گا۔ اب آپ کا کیا خیال ہے اکیلا لکھنؤ ایک لاکھ روپیہ جمع کرنے کا ہرگز نہیں جانتا جی اکیلا آدمی نہ اس کی پشت پر کوئی مرکز تنظیم نہ اس کی حمایت میں زمرہ نہ ساتھ کوئی مجلس عاملہ کارکن نہ مبلغ صرف لکھنؤ کا لکھنؤ ایک لاکھ کی گراں قدر رقم جمع کر سکتا ہے۔ اب سنئے اور چشمِ عبرت واکر کے ۱۹ مئی کا پرتاپ پڑھے!

لاہور ۱۸ مئی: بٹری لکھنؤ نے اس سال بھی اب تک گوردھری کیلئے

۱۱ روپے جمع کئے چندہ جمع کیا ہے اس سے پہلے آپ دو لاکھ روپے جمع کر چکے ہیں،

برادرانِ اسلام سے عرض کروں گا کہ اگر اب لکھنؤ آریہ زہر سے تھکے دو لاکھ بارہ ہزار روپے جمع کر سکتا

ہے تو آپ اسلام کی اشاعت اور ایمان کی حفاظت کیلئے ملکر ایک لاکھ بھی جمع نہیں کر سکتے ہاں

بشرطیکہ آپ کے دل میں اسلام کیلئے وہ دروپیہ ہو جائے جو لکھنؤ کے دل میں سماج کیلئے ہے

مقبول عام پریس لاہور میں پانچ پانچ یا کم از کم ایک ہزار روپیہ جمع کرنے کی ہمت باندھ کر کام شروع کر دے تو سال بھر میں ایک ہزار روپیہ جمع کر لینا کوئی بڑی بات ہے۔

